اسلامی تاریخ کے اہم موڑ

تاریخ ابن کثیر
تاریخ طبری
اور
تاریخ ابن خلدون
سے ماخوذ

تالیف
یاسر جواد

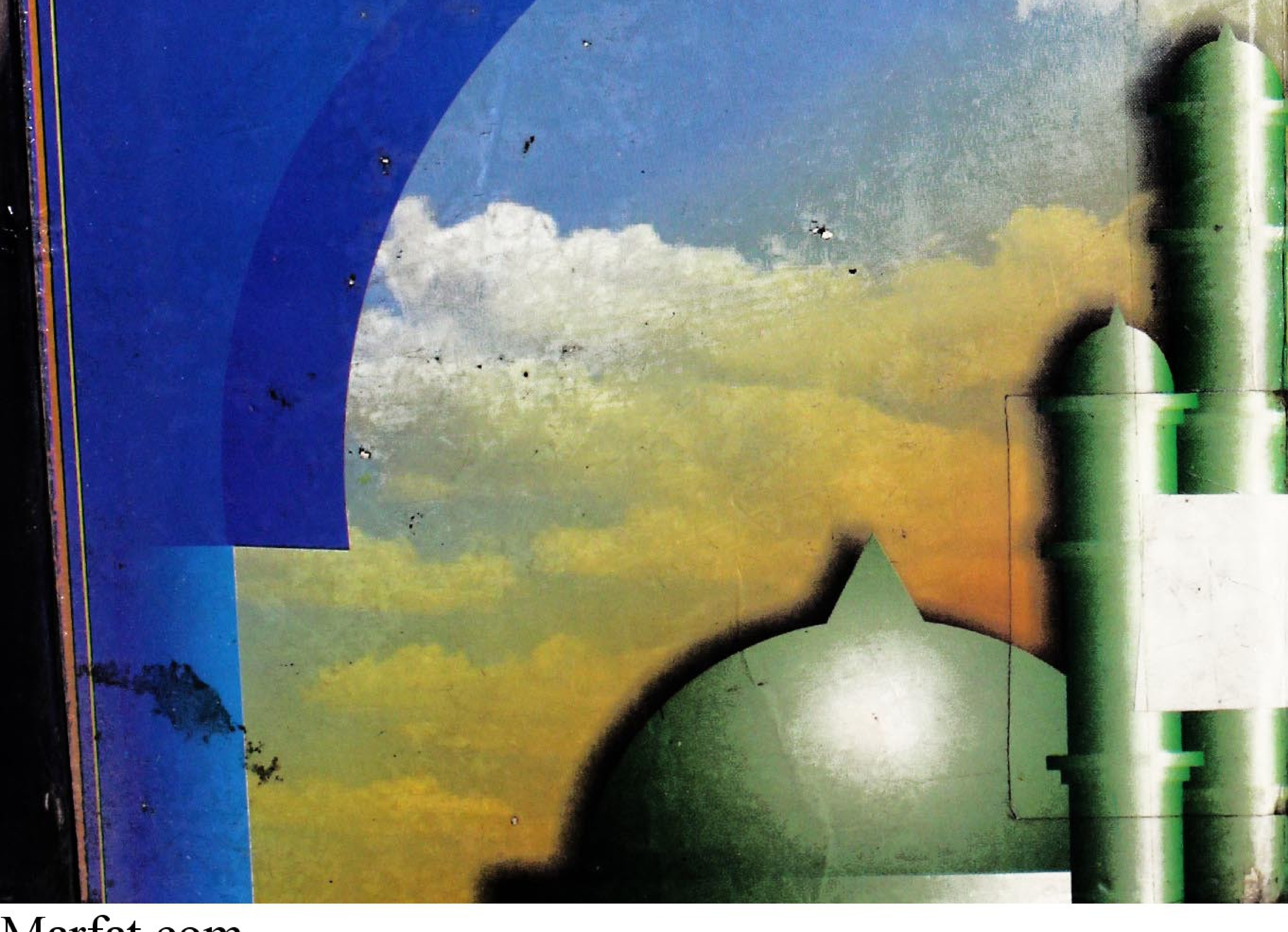

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی تاریخ کے اہم موڑ

تالیف:

یاسر جواد

نگارشات پبلشرز

حبیب ایجوکیشنل سنٹر 38-مین اردو بازار، لاہور
فون 5014066 فیکس 7354205

24-مزنگ روڈ، لاہور
فون 7322892 فیکس 7354205

e-mail:nigarshat@yahoo.com
www.nigarshatpublishers.com

Marfat.com

29759

12318

Marfat.com

9479-207-X

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: اسلامی تاریخ کے اہم موڑ

مؤلف: یاسر جواد

ناشر: آصف جاوید

برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور

PH:0092-42-7322892 FAX:7354205

فرسٹ فلور، حبیب ایجوکیشنل سنٹر، 38۔مین اردو بازار لاہور

PH:0092-42-5014066 FAX:7354205

مطبع: المطبعۃ العربیہ، لاہور

سال اشاعت: 2008ء

قیمت: =/230 روپے

فہرست

-		تاریخ کی صداقت	5
-	پہلا باب	بعثتؐ (611ء)	11
-	دوسرا باب	غزوہ احد (3ھ)	19
-	تیسرا باب	بیعت عقبہ	39
-	چوتھا باب	ہجرت مدینہ	51
-	پانچواں باب	صلح حدیبیہ (6ھ)	61
-	چھٹا باب	غزوہ خیبر (7ھ)	69
-	ساتواں باب	فتح مکہ (8ھ)	75
-	آٹھواں باب	حجتہ الوداع اور وفات (10ھ)	87
-	نواں باب	فتح عراق (12ھ)	97
-	دسواں باب	فتح شام (13ھ)	111
-	گیارھواں باب	مصر، فارس اور دیگر علاقوں کی فتوحات	119
-	بارھواں باب	شہادت حضرت عمر فاروقؓ (23ھ)	139
-	تیرھواں باب	شہادت حضرت عثمانؓ (35ھ)	147
-	چودھواں باب	جنگ جمل (36ھ)	159
-	پندرھواں باب	جنگ صفین اور مسئلہ تحکیم (36-37ھ)	181
-	سولھواں باب	شہادت حضرت علیؓ (40ھ)	205
-	سترھواں باب	صلح حسنؓ (41ھ)	217
-	اٹھارواں باب	یزید کی ولی عہدی، ملوکیت کی ابتداء (60ھ)	229
-	انیسواں باب	سانحہ کربلا (61ھ)	245

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ کی صداقت؟

یہ کتاب 571 عیسوی میں رسولؐ اللہ کی پیدائش سے لے کر 682 عیسوی میں شہادت حسینؓ تک تقریباً" 111 برس کی واقعہ وار تاریخ ہے۔ ہم نے ان واقعات کو ابن طبری کی " تاریخ الامم والملوک"، ابن کثیر کی "البدایہ والنہایہ" اور ابن خلدون کی "تاریخ ابن خلدون" کے علاوہ طٰہٰ حسین کی "الفتنۃ الکبریٰ" میں سے بھی لے کر مناسب ایڈیٹنگ کے بعد پیش کیا جو ہمارے خیال میں اسلام، عرب اور دنیا کی تاریخ پر اثر انداز ہوئے یا جن کی وجہ سے اسلامی تاریخ نے کسی اچھی یا بری راہ پر قدم رکھا۔ ویسے تو اسلامی تاریخ کی اصطلاح بہت مبہم اور علم التاریخ سے متضاد ہے کیونکہ کوئی بھی مذہب اپنی جائے پیدائش سے نسبت رکھتا ہے اور یہی نسبت اس کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن یہ اصطلاح مروج یا غلط العام ہوچکی ہے اسی لئے اس کو عنوان بنایا گیا وگرنہ "اسلام کے اہم موڑ" حقیقت سے قریب تر تھا۔

"اسلامی تاریخ کے اہم موڑ" مرتب کرنے کا مقصد قارئین کو ایک حوالہ جاتی کتاب مہیا کرنا ہے۔ تاریخ طبری، تاریخ ابن کثیر اور تاریخ ابن خلدون کی پاکستان میں شائع شدہ کتابوں کی کل قیمت دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ لہٰذا زیر نظر کتاب آپ کو اسلام کے تشکیلی برسوں سے لے کر دور انحطاط تک کی مستند معلومات نہایت ارزاں قیمت پر فراہم کرتی ہے۔

اسلام کی کوئی ایسی تاریخ موجود نہیں جس پر تمام مکاتب فکر کا اجماع ہو۔ بلکہ یہ بات مختلف عالمی تاریخی کتب کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ کوئی بھی لکھنے والا اپنی موضوعی ذات کو اپنی تحریر سے علیحدہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ اس میں کچھ حد تک کامیاب بھی ہوجائے تو پڑھنے والا اس ناگزیر غلطی کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی تاریخ کو مستند کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بعد کے زیادہ تر مؤرخین نے بنیاد بنایا۔ دوسری بات یہ کہ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جنہیں بنیاد بنا کر دو متضاد باتوں کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص عرب سے متعلقہ تاریخ میں یہ مسئلہ سنگین ہے۔ جہاں واقعات کا بیان راوی در

راوی مئورخ تک پہنچا۔ یقیناً ہر راوی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اس میں سے کچھ کمی و بیشی بھی کرتا گیا۔ تو ایسی صورت میں "سچائی" جاننے کے لئے کیا روش اختیار کرنی چاہیے؟ یہ سوال اہم ترین ہے۔ اس کے لئے ہمیں عرب میں تاریخ نگاری پر نظر دوڑانی ہوگی۔

جب ہم عرب کی تاریخ کی بات کرتے ہیں تو عموماً ہمارے ذہن میں بعثت رسولؐ اللہ اس کے نقطہ آغاز کے طور پر ابھرتا ہے۔ اس سے چالیس برس قبل رسولؐ اللہ کی پیدائش، حلف الفضول، حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی اور دو تین مزید مختصر واقعات ہی ہیں۔ اس کے بعد کی تاریخ اصل میں فتوحات، جنگوں اور تنازعات کی تاریخ ہے۔

فتوحات کے نتیجہ میں جب اہل عرب کا تعلق قدیم متمدن دنیا سے قائم ہوا تو انہوں نے بھی اپنے ماضی اور آباؤ اجداد کی سرگرمیوں کا پتہ چلانے کا سوچا۔ علمی ضرورتوں نے بھی مسلمان عربوں کو اسلام کے بالکل ابتدائی عہد کے مطالعہ پر مجبور کیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں یہ کام اتنا وسیع نہیں ہوا جتنا کہ تابعین کے دور میں ہوا۔ پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں تدوین حدیث کا کام شروع ہوا۔ مستشرقین کے خیال میں فن حدیث ایک مستقل حیثیت رکھتا تھا اور سیرت و مغازی نے علیحدہ جنم لیا۔ عرب علماء میں عبداللہ بن عباس کا نام بہت ممتاز ہے۔ ان کی معلومات کا ذریعہ کعب الاحبار اور وہب بن منبہ تھے۔ وہب کی کتاب "سیرالانبیاء" کا ذکر ابن ندیم نے بھی کیا۔ تحریری شکل میں محمد بن اسحاق کی سیرت ابن ہشام کے ذریعہ ہم تک پہنچی۔ اس نے اپنی کتاب میں سیرالانبیاء کے حصے کو بالکل نظرانداز کردیا۔

متعدد قرائن و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں تاریخی نوعیت کے رسالے اور مسودے مرتب ہونا شروع ہوگئے تھے۔ ابن الکلبی کی "کتاب اخبار زیاد بن ابیہ" اب موجود نہیں۔ دوسرا نام غفل بن نسابتہ البکری (وفات 60 ھ) کا ہے۔ انساب پر اس کی گہری نظر تھی مگر وہ حدیث کو بالکل نظرانداز کرگیا۔ تیسرا نام عبداللہ بن عباس کا ہے۔ ان سے 1660 احادیث مروی ہیں۔ ان کی تفسیرالقرآن کا بڑا حصہ ابن جریرالطبری (وفات 922ء) نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ عبیدبن شریتہ الجرہمی نے محض پرانے قصے اور افسانے ہی پیش کئے۔

سیرت و مغازی پر پہلی کتاب حضرت عثمانؓ کے بیٹے نے مرتب کی جو ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ عروۃؓ بن الزبیر کو عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے اور رسولؐ اللہ کی قربت کا اعزاز حاصل تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی کتابیں "یوم حرۃ" میں جلا ڈالیں اور عمر بھر اس پر افسوس کرتے

Marfat.com

رہے۔ عروہ کی ناپید کتاب کے کچھ ٹکڑے سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ محمد بن اسحاق' واقدی' طبری اور ابن سیدالناس نے انہیں نقل کیا۔ عہد بنو امیہ میں زہری کا نام نمایاں ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کے ذریعہ زہری کی بہت سی روایات ہم تک پہنچائیں۔ طبری نے زہری کی روایات کو کثرت سے نقل کیا۔ زہری کے بعد موسیٰ بن عقبہ کا رتبہ معازی میں سب سے بلند ہے۔ ابن سعد نے اپنے استاد واقدی کے ذریعہ موسیٰ کی روایات کو نقل کیا۔ اصفہانی کی "کتاب الاغانی" کے کئی واقعات بھی موسیٰ کی مغازی سے لئے گئے۔ سیرت و مغازی کے میدان میں مذکورہ ادبی سرگرمیاں ارتقاء کے منازل طے کرتی ہوئیں زیادہ پختگی' فنی کمال اور باضابطگی کی منزل تک پہنچ گئیں تو محمد بن اسحاق جیسا مورخ سامنے آیا جسے اہل علم "علم کا دریا" مانتے ہیں۔

یہ تو تھا تاریخ نگاری کے ارتقاء کا مختصر جائزہ جو محمودالحسن نے اپنی کتاب "عربوں میں تاریخ نگاری" میں پیش کیا۔ اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ اس علم کے دریا کو کس حد تک مستند مانا جاسکتا ہے؟ طبری نے ابن اسحاق کو بہت جگہوں پر سند بنایا۔ ابن کثیر کا تو بنیادی ماخذ ہی ابن اسحاق لگتا ہے۔ جبکہ ابن خلدون نے بھی ابن طبری اور ابن کثیر سے ہی زیادہ استفادہ کیا۔ لہٰذا ابن اسحاق کا مستند ہونا یا نہ ہونا ہی زیر نظر کتاب کے حوالے سے اہم ہے۔

محمد بن اسحاق کی ثقاہت کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک گروہ اسے ضعیف سمجھتا ہے۔ خاص طور پر محدثین اس کے خلاف ہیں۔ ابن اسحاق محدثین کے ان اصولوں پر پورے نہ اترتے تھے جنہیں وہ احادیث کی جانچ پرکھ کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ امام بخاریؒ نے ابن اسحاق کی سند سے کوئی حدیث اپنی کتاب میں درج نہ کی۔ مسلم میں ایک دو احادیث ہی ملتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابن اسحاق پر کوڑے برسائے گئے اور یہ کام ابراہیم بن ہشام نے سرانجام دیا۔ ابن اسحاق پر قدریہ فرقے کا حامی ہونے کا الزام تھا۔ ہمارے مورخ کے بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ وہ لوگوں کی بیویوں کے متعلق غیرذمہ دارانہ غزلیں لکھتا تھا۔ اسی جرم میں مدینہ کے حاکم نے اس کے بال کٹوائے اور کوڑے بھی لگوائے۔ (ابن ندیم' کتاب الفہرست) ابن ندیم کے برخلاف یحییٰ بن معین' احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید القطان ابن اسحاق کو مستند مانتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ محمد بن اسحٰق کی مغازی کا اصل نسخہ ناپید ہے۔ اس کی کتاب کو پھیلانے اور قبولیت دلانے میں 15 شاگردوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ابن سعد اور ابن اثیر جیسے مورخین نے مختلف شاگردوں کے نسخے پر

اعتبار کیا۔

اب ہم اپنے اصل سوال کی طرف واپس آتے ہیں کہ ہم تاریخی واقعات کی صداقت کیسے جانچ سکتے ہیں؟ اس کے لئے اہم ترین بات یہی ہے کہ ہم اپنے اندر تنقیدی اور تقابلی نکتہ نظر پیدا کریں۔ جن حضرات سے ہمیں عقیدت ہے لازمی نہیں کہ ان کی محبت میں تاریخ کو مسخ کردیں۔ اسی طرح جن حضرات سے ہماری مخالفت ہے ان کی ہربات کو غلط قرار دیا جائے مثلاً چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں سابق حاکموں کو معزول کرکے نئے حاکم تعینات کیئے۔ پھر یہ بھی ہوا کہ ایک حاکم کو معزول کرکے دوبارہ تعینات کردیا گیا ہو۔ تاریخ کا کام اس قسم کے اقدامات پر بحث کرنے کی بجائے ان سیاسی و سماجی عوامل کی پیش کرنا ہے جو ان فیصلوں پر منتج ہوئے۔ دوسرے کچھ باتوں کا تاریخ کی بجائے صرف ایمان سے تعلق ہے' لہٰذا تاریخ کے ذریعہ ایمان کو مسخ کرنا درست نہیں۔ مثلاً شق صدر کے واقعہ کا تعلق ایمان سے ہے جس میں دو فرشتوں نے رسولؐ پاک کا سینہ چیر کر دل میں سے دو داغ دور کئے تھے۔ یہ تاریخ کے زمرے میں نہیں بلکہ ایمان کے زمرے میں آتا ہے اور قابل بحث و تنازع نہیں۔ آجکل کے تمام حضرات اس واقعہ کی جو "تاریخ" بیان کرتے ہیں وہ صرف عقیدت کی بنیاد پر ہے۔

دوسری بات یہ کہ صداقت کوئی طے شدہ یا قطعی چیز نہیں بلکہ نسبتی یا اضافیاتی (Relative) ہے۔ خدا تعالیٰ صداقت کا سرچشمہ ہے' لیکن اس صداقت کو محسوس کرنے کے ہزاروں طریقے اور متعدد مذاہب موجود ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم تاریخ اسلام کے واقعات کو بھی قطعی کی بجائے نسبتی حوالوں سے دیکھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاریخ صرف غلط یا صرف درست کی بجائے دونوں ہو سکتی ہے۔ ایک فریق اگر کسی واقعہ میں اپنی پسندیدہ شخصیت کو درست قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے اس کی نظر میں مخالف شخصیت غلط ہوتی ہے۔ کوئی اور فریق اس کے الٹ فیصلہ کرے گا۔ مثلاً واقعہ جمل کو ہی لیں جو تاریخ اسلام میں بہت متنازعہ روایات کا حامل ہے۔ ایک طرف رسولؐ اللہ کی سب سے پیاری زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں تو دوسری طرف حضرت علیؓ جن کے بارے میں رسولؐ اللہ کا یہ ارشاد تھا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی میں سے۔ واقعہ جمل کی تاریخ میں ہماری درست دلچسپی صرف اور صرف ان عوامل کا مطالعہ کرنا ہونی چاہیے جو اس جنگ پر منتج ہوئے' وہ سیاسی' معاشرتی اور حکومتی حالات جنہوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لا کھڑا کیا۔

Marfat.com

ہم نے انہی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر تینوں اہم تاریخی کتب میں سے جامع بیانات لے کر انہیں ایڈٹ کیا ہے۔ لازماً" کچھ واقعات ایسے بھی ہوں گے جو کچھ لوگوں کی نظر میں اہم ہیں مگر ہم نے شامل نہیں کئے۔ اس میں صرف اور صرف اپنی اپنی ترجیحات کا فرق ہی اصل وجہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ کہ ہم نے اپنی طرف سے وہی کچھ لکھا جو کچھ واقعات کا آپس میں تسلسل برقرار رکھنے کی خاطر ضروری تھا' اور ایسا بھی چند جگہوں پر ہی کیا۔ اس کتاب کا تمام مواد پہلے چھپ چکا ہے' ہم بس اسے نئی اور جامع صورت میں پیش کرنے کے ہی لائق ہو سکے۔ اس سلسلے میں پڑھنے والوں کی آراء قابل قدر ہوں گی۔

یاسر جواد

نومبر 1999ء - لاہور

Marfat.com

پہلا باب

بعثتؐ (611ء)

25 رمضان کو غار حرا میں آنحضرتؐ پر پہلی وحی کا نزول ہوا۔ یہ تاریخ سن عیسوی کے مطابق 6 اگست 610ء بنتی ہے۔ اس وقت حضور اکرمؐ کی عمر 40 سال چھ ماہ سولہ دن تھی اور شمسی حساب سے 39 سال 3 ماہ اور 16 دن۔ یہی تاریخ جاہلیت اور اسلام کی حد فاصل ہے، کیونکہ اسی دن خاتم النبینؐ کی نبوت کا آغاز ہوگیا۔

امام بخاری نے راویوں کا حوالہ دے کر حضرت عائشہؓ کی زبانی آغاز وحی کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا: "رسولؐ اللہ کے لئے آغاز وحی کا سلسلہ، جیسا کہ آپؐ نے مجھ سے بیان فرمایا، رویائے صادقہ کی شکل میں ہوا، لیکن اس کی صورت یہ تھی جیسے بحالت خواب طلوع سحر کا منظر سامنے آکر نگاہوں سے اوجھل ہوجائے۔ اس کے بعد آپؐ کی خلوت پسندی کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؐ غار حرا میں تنہا رہ کر شب و روز عبادت میں گزارنے لگے اور حضرت خدیجہؓ اور اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ کے وہاں سے کئی کئی دن تشریف نہیں لاتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس قول کی تصدیق کہ رسولؐ اللہ پر نزول وحی کا سلسلہ رویائے صادقہ سے شروع ہوا تھا اور وہ بھی اس طرح جیسے سحر کا منظر سامنے آکر فوراً نگاہوں سے اوجھل ہوجائے، محمد بن اسحٰق بن یسار کی، عبید بن عمر اللیثی کے حوالے سے بیان کردہ روایات سے بھی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں محمد بن اسحٰق یسار نے عبید بن عمر اللیثی کے حوالے سے جو حدیث بیان کی ہے وہ یہ ہے "رسولؐ نے ارشاد فرمایا: "میں نے بحالت خواب حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا جن کے ہاتھ میں ایک نورانی کتاب تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا: "پڑھو" میں نے کہا: "مجھے پڑھنا نہیں آتا۔" تو انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر اتنا دبایا کہ میں نے محسوس کیا کہ میرا دم نکل جائے گا۔ اس کے بعد انہوں نے دوبارہ پڑھو کہہ

کر مجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔" حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ یہ حدیث متعدد علی التواتر روایات کے ذریعہ بہت سی دوسری کتابوں میں تحریر کی گئی ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ کو پہلے پہل بحالت خواب دیکھا تھا اور اس کے بعد ہی وہ بحالت بیداری آپؐ کے روبرو آئے تھے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں لکھتے ہیں: "ہم سے ابراہیم کی روایت علقمہ بن قیس کے حوالے سے یوں بیان کی کہ (رسولؐ اللہ) کی طرح) جملہ انبیاء کرام پر نزول وحی کا سلسلہ یوں ہی شروع ہوا تھا اور اس طرح ہدایت کے بعد ہی ان پر باقاعدہ وحی نازل ہونا شروع ہوئی تھی۔" علقمہ بن قیس کا یہ قول اپنی جگہ بہترین ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے علی الترتیب حوالے سے بیان کیا کہ رسولؐ اللہ کی بعثت نبوت کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ لیکن پہلے تین سال تک آپؐ کو صرف بالصوت و بصارت نظری ہدایت غیبی ملتی رہیں جو بلاواسطہ تھیں جب کہ اس وقت تک نزول قرآن کی ابتداء بھی نہیں ہوئی تھی' لیکن اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ آپؐ پر باقاعدہ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور نزول وحی کا یہ سلسلہ مکے اور مدینے میں بیس سال تک جاری رہا یعنی دس سال مکے میں اور دس سال مدینے میں آپ کی وفات تک جب کہ وفات کے وقت حضورؐ کی عمر شریف 63 سال تھی۔

شیخ شہاب الدین ابو شامہ فرماتے ہیں کہ داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے حوالے سے محمد بن عدی کی بیان کردہ حدیث جو امام احمد کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہے اور حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے' ماسوائے اس کے کہ انہوں نے صوتی و بصری بلاواسطہ ہدایات کو جو انہوں نے آپؐ کی زبانی سنی ہوں گی بنظر اختصار حذف کردیا ہے۔ باقی باتیں جو آپؐ کے روبرو حضرت جبرئیلؑ کے آنے اور آپؐ کو یکے دیگرے تین بار "اقراء" پڑھنے کے لئے کہنے نیز وہیں سے نزول وحی کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہونے اور آپؐ کے حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے جانے تک حرف بحرف وہی ہیں جو حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

امام احمد ہی نے یحییٰ بن ہشام اور عکرمہ و ابن عباس کے حوالے سے یہ فرمایا کہ وقت بعثت رسولؐ اللہ کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور آپؐ پر نزول وحی کی مجموعی مدت مکہ اور مدینہ دونوں جگہ دس دس سال کے حساب سے بیس سال ہوتی ہے۔

رسولؐ اللہ کی قبل بعثت خلوت پسندی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپؐ اپنی قوم قریش کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھتے تھے اور اکثر ان سے علیحدہ رہنے لگے تھے۔ ویسے غار حرا میں آپؐ کی خلوت گزینی سے قبل بھی کچھ اہل قریش غار حرا میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے اور وہاں سے فارغ ہوکر زائرین کعبہ کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ آپؐ نے بھی (ایک عرصے تک) غار حرا میں خلوت گزینی کے زمانے میں قریش کی اس روایت پر عمل کیا۔ لیکن آپؐ زائرین کو اور دوسرے مساکین کو کھانا کھلانے کے بعد طواف کعبہ سے پہلے اپنے گھر نہیں جاتے تھے۔ غار حرا میں آپؐ قربت الٰہی سے مشرف ہوکر بہت سی غیبی چیزیں دیکھتے اور آوازیں سنتے تھے۔

محمد بن اسحٰق عبدالمالک بن عبداللہ بن ابی سفیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخرالذکر نے بعض اہل علم سے سن کر بیان کیا کہ رسولؐ اللہ سال کے اکثر مہینوں میں اہل قریش کی طرح غار حرا تشریف لے جاتے تھے اور وہاں سے واپسی پر زائرین کعبہ کو قریش کی طرح کھانا کھلاتے اور کعبہ کا طواف فرماتے تھے۔ یہی روایت وہب بن کیسان کے حوالے سے ملتی ہے۔ اسی طرح آپؐ کے لباس کے بارے میں بھی ابو طالب کی طرح سہیلی، ابوشامہ اور حافظ ابوالحاج المزری کے حوالے سے بہت سی روایات ملتی ہیں۔ اور غارحرا میں آپؐ پر نزول نور اور سماعت اصوات پر بھی متعدد روایات پائی جاتی ہیں لیکن وہ رکیک اور ایک دوسرے کی متضاد ہیں۔

غار حرا کہیں چھوٹا، کہیں قابل گزر اور کہیں کہیں ناقابل گزر ہے، مکے سے اس کا فاصلہ بلندی پر منیٰ کی جانب دائیں طرف سے تین میل ہے۔ اس کی ایک پتلی چوٹی سکڑ کر خانہ کعبہ پر جھک آئی ہے اور غار حرا اسی میں واقع ہے، جیساکہ روبہ بن حجاج نے کہا ہے:

حرا منیٰ سے بلندی کی طرف روئی کی طرح پھیلتا چلا گیا ہے
اوپر اس کی چوٹی پر ایک منحنی سا غار ہے، یہی غار حرا ہے

حدیث میں بھی غار حرا کے محل وقوع کا ذکر اسی طرح ہے جیسا روبہ بن حجاج کے مندرجہ بالا شعر میں ہے لیکن حدیث کی رو سے اس میں عبادت گزاری اور سونے کے لئے جگہ بھی ہے۔

علماء کے درمیان رسولؐ اللہ کی بعثت سے قبل آپؐ کی عبادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اسے حضرت نوحؑ کی شریعت کے مطابق بتاتا ہے کوئی حضرت ابراہیم کی شر-یعت

Marfat.com

کے مطابق۔ اس طرح کوئی کہتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے مطابق تھی، اور کسی نے اس میں حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے مطابق بیان کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادیان ماسبق کی شریعتوں سے کچھ کچھ باتیں اخذ کر کے آپؐ نے اپنے لئے ایک نئی شریعت ایجاد اور پسند فرمائی اور عبادات کے سلسلے میں اس کو طریق عمل بنایا۔ اصول فقہ میں انہی موخرالذکر علماء کے اقوال کی تقلید کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

جہاں تک آنحضرتؐ کے یوم ولادت و یوم بعثت کا تعلق ہے اسے ابن عباسؓ، عبید بن عُمیر اور ابو جعفر الباقر سبھی نے یوم دو شنبہ بیان کیا ہے اور یہی ان حضرات نے وحی کا دن بتایا ہے جس میں جملہ علمائے متقدمین و متاخرین متفق ہیں۔

اس سلسلے میں 12 ربیع الاول کا ذکر بھی آیا ہے جس میں جناب ابن عباس اور ان کے فرزند حضرت جابرؓ کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ اس میں ماہ ربیع الاول کے عشرہ ثانی اور روز دو شنبہ کی روایت ملتی ہے نیز اسی مہینے کے عشرہ ثانی اور روز دو شنبہ کے بارے میں آپؐ کے معراج کی روایت بھی ہے، تاہم یہ بھی مشہور ہے کہ آپؐ کی بعثت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی جس کے بارے میں عبید بن عُمیر اور محمد بن اسحٰق نے قرآن شریف کا حوالہ دیا ہے جو آیہ قرآنی پر مبنی ہے۔

امام احمد بیان فرماتے ہیں: "ہم سے بنی ہاشم کے غلام ابو سعید اور عمران ابوالعوام نے قتادہ، ابن ملیح اور واثلہ بن اسقع کے حوالے سے بیان کیا کہ رسولؐ اللہ نے خود ارشاد فرمایا کہ آپؐ پر مصحف ابراہیم کی طرح نزول قرآن کا آغاز (بحالت خواب) رمضان کی شب اول کو ہوا، جب کہ حضرت موسیٰؑ پر نزول توریت کا آغاز رمضان کی دو راتیں گزرنے سے کچھ قبل ہوا۔ اور حضرت عیسیٰؑ پر نزول انجیل رمضان کی 14 راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔"

ابو سلیمان خطابی نے بیان کیا کہ نزول وحی کے سلسلے میں آنحضرتؐ کے متعلق جو صحیح روایات آئی ہیں وہ صرف آپؐ کی روحانی و جسمانی تربیت کے لئے تھیں تاکہ نزول وحی کے لئے آپؐ بحیثیت نبی دونوں طرح مکمل ہوجائیں۔

ابو سلیمانی خطابی نے اس سلسلے میں قول باری تعالیٰ کو سند ٹھہرایا ہے اور نزول وحی کے وقت ہمیشہ آپؐ کے چہرہ مبارک کے تغیر اور گردن سے لے کر اوپر کے دھڑ تک جسم مبارک کی کپکپاہٹ کو اسی قول کی سند کے ساتھ آثار نزول وحی سے تعبیر کیا ہے۔

نزول وحی کے سلسلے میں زید بن عمرو بن نفیل رحمتہ اللہ کی روایات بھی قابل قبول

Marfat.com

ہیں۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی آپؐ کی امداد کی تھی اور پھر شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے انہوں نے اور زید بن عمرو اور عثمان بن حویرث نیز عبید بن جحش نے ان جملہ روایات کی تصدیق کی ہے اور قبل بعثت آپؐ کے اخلاق حسنہ اور سیرت کاملہ کے بارے میں وہی کچھ کہا ہے جو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت خدیجہؓ کی وہ روایت بھی بیان کی ہے جو ----- آغاز وحی کے بعد آپؐ کے گھر تشریف لانے پر بیان کی جاتی ہے اور یہ بھی کہ انہوں نے اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کو بلا کر انہیں آپؐ پر نزول وحی کا واقعہ سنا کر کہا تھا: "سنئے آپ کے عم زاد کیا کہتے ہیں۔" تو انہوں نے جواب دیا تھا: "یہ وہی ناموس ہے جس کا نزول پہلے حضرت موسیٰؑ اور پھر حضرت عیسیٰؑ پر ہوا تھا۔" انہوں نے آپؐ کی بعثت کی بشارت بھی دی تھی۔

ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہؓ سے یہ بھی کہا تھا کہ "کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب انؐ کی قوم ان پر ظلم کرے گی اور انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کرے گی۔" انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ اس وقت تک زندہ رہتے تو دوسرے اہل قریش کے خلاف آپؐ کی امداد و حمایت ضرور کرتے۔

ورقہ بن نوفل آنحضرتؐ کے اعلان نبوت سے قبل شام چلے گئے تھے اور اس لئے مکے یا مدینے میں مشرف بہ اسلام نہ ہوسکے بلکہ وہیں آپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ تاہم اگر رسولؐ اللہ کے سامنے اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ ورقہ تو یہودی تھے اور اپنی وفات تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تو آپؐ فرماتے: "ورقہ کو برا نہ کہو' میں نے ان کے لئے ایک جنت بلکہ دو جنتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "انہوں نے (قریش نے) انہیں (ورقہ بن نوفل کو) مکے سے نکالا تھا اور مجھے بھی اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔"

سہیلی نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں رسولؐ اللہ کی تہدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فراق وطن اور عالم غربت کی سختیاں ناقابل بیان ہوتی ہیں اور جن پر یہ سختیاں گزرتی ہیں انہیں وطن چھوڑنے والے ہی خوب جانتے اور محسوس کرسکتے ہیں۔ سہیلی نے آنحضرتؐ کی تہدید کی بنیاد انہیں احساسات کو بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ورقہ بن نوفل کے بارے میں آپؐ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ اس وجہ سے تھی کہ آپؐ نے مستقبل میں ان کی نیت کا اندازہ فرما لیا تھا یعنی اگر ورقہ بن نوفل آپؐ کے عہد رسالت تک زندہ رہتے تو وہ یقیناً نہ صرف قریش کے خلاف آپؐ کی حمایت و امداد کرتے بلکہ دائرہ اسلام میں ضرور

داخل ہوجاتے۔ سہیلی کا مقصد یہ تھا کہ صلاح و خیر کے سلسلے میں مستقبل میں بھی انسان کی نیک نیتی کا خیال رکھا جاتا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: ہم سے حسن نے بالترتیب ابن لہیعہ اور ابوالاسود اور عروہ کی زبانی حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ یہ روایت بھی سنائی کہ ایک دفعہ انہوں نے یعنی حضرت عائشہؓ نے رسولؐ اللہ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: "میں نے انہیں (مرنے کے بعد) سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا ہے' اس لئے میں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ (ورقہ بن نوفل) اہل نار میں سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے پس مرگ سفید کپڑوں میں ملبوس نظر نہ آتے۔"

حضرت علیؓ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ بولے: "وہ جہنم سے خارج ہوکر ایک خاص بہتر جگہ جا پہنچے ہیں۔"

حضرت علیؓ ہی سے جب حضرت خدیجہؓ کے بارے میں یہ کہہ کر پوچھا گیا کہ ان کا بھی تو دینی فرائض کی ادائیگی اور احکام قرآنی کی بجاآوری سے قبل ہی انتقال ہوگیا تھا تو آپ نے فرمایا: "میں نے انہیں جنت کے ایک خاصے اچھے مقام پر دیکھا ہے لیکن وہ جس مکان میں تھیں وہ پھونس سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس میں لکڑی وغیرہ استعمال نہیں ہوئی۔"

جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا آنحضرتؐ کی شان میں ورقہ بن نوفل کے متعدد قصائد پائے جاتے ہیں جنہیں یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ بیہقی کی بیان کردہ اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں اور بھی بہت سے دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں تاہم ہمارے نزدیک ورقہ کی حد تک محل نظر ہے۔ واللہ علم۔

آل زبیر کی روایت حضرت جبرئیلؑ کی شناخت کرنے کے متعلق ایک اور حوالے سے روشنی ڈالتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ بن خویلد نے کہا: "اے میرے عم زاد تم نے رسولؐ اللہ کے شرف نبوت سے سرفراز ہونے اور غار حرا سے لوٹ کر گھر آنے کے بعد کا جو حال مجھ سے پوچھا ہے تو میں شروع سے بتاتی ہوں۔ ہوا یہ کہ آپؐ نے وہاں سے لوٹ کر سب سے پہلے صرف مجھے بتایا کہ انہوں نے وہاں جبرئیلؑ کو دیکھا تھا۔" آل زبیرؓ نے کہا: کیا واقعی انہوں نے جبرئیلؑ کو دیکھا تھا؟" اس پر وہ بولیں: "ایک جب ہی کیا وہ جب بھی میرے حجرے میں تشریف فرما ہوتے تھے تو جبرئیلؑ اکثر ان کے پاس آتے تھے اور آپؐ انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ ویسے غار حرا کے واقعے کی آپؐ کے کردار و رفتار و گفتار

کے پیش نظر سب سے پہلے میں نے ہی تصدیق کی کیونکہ مجھے اس کا کامل یقین تھا۔ اور جیسا میں نے ابھی بیان کیا جب میں آپؐ سے پوچھتی تھی کہ کیا اس وقت آپؐ کے پاس جبرئیلؑ آئے ہیں؟ تو آپؐ مجھے اپنے دائیں پہلو کی طرف بیٹھنے کا اشارہ فرماتے' میں بیٹھ جاتی اور پوچھتی کیا آپؐ اس وقت جبرئیلؑ کو دیکھ رہے ہیں؟ تو آپؐ اثبات میں جواب دیتے' پھر کسی موقع پر آپؐ مجھے اپنی بائیں جانب بیٹھنے کا اشارہ فرماتے اور اس کے بعد جب میں یہ پوچھتی کہ آیا اس وقت آپؐ جبرئیلؑ کو دیکھ رہے ہیں؟ تب بھی اثبات میں جواب دیتے۔ پھر کبھی جب میں آپؐ سے یہ سوال کرتی تو آپؐ مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ فرماتے اور اس وقت بھی آپؐ کا جواب اثبات میں ہوتا۔ لیکن ان تمام مواقع پر جب کبھی میرا ڈوپٹہ سر ڈھلک جاتا تو اس وقت رویت جبرئیلؑ کے بارے میں آپؐ کا جواب نفی میں ہوتا۔ اس لئے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا اور مجھے بھی یقین ہے کے آپؐ کے پاس آنے والا جبرئیلؑ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا' کیونکہ اگر شیطان جبرئیلؑ کی شکل میں آپؐ کے پاس آیا کرتا تو اسے میرے کھلے یا ڈھکے سر سے کیا تعلق ہوتا یا اس کے لئے ان دونوں حالتوں میں کیا فرق ہوتا۔ لہٰذا میں نے آپؐ کے قول کی تصدیق کی اور آپؐ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لے آئی۔"

نزول وحی کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے جب آنحضرتؐ کو جبرئیلؑ کی زبانی کلام الٰہی سن کر اسے تلاوت میں شامل کرنے کا بے حد اشتیاق رہا کرتا تھا۔ اس لئے اللہ جل شانہ نے آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ پہلے استماع وحی پر اکتفا کریں اور اسے اس کی تلاوت و تبلیغ سے قبل صرف اپنے سینے میں محفوظ رکھیں۔ پھر اسے سمجھ کر دوسروں کے لئے اس کی وضاحت فرمائیں جو اس کا مقصد ہے۔ ان آیات ربانی میں اوقات و رموز کے تعلق سے آنحضرتؐ کو جو حکم دیا گیا اس کی حکمت خود ان آیات خصوصاً "رب زدنی علما" سے بخوبی واضح ہے۔ ویسے صحیحین (بخاری و مسلم) میں موسیٰ بن ابی عائشہؓ کی سعید بن جبیر اور ابن عباس کے حوالے سے روایت حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ استماع وحی کے دوران میں بوجہ اشتیاق بے حد اس کے اعادے کے لئے لب ہائے مبارک کھولا کرتے تھے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صبر کے ساتھ سماعت فرمانے' اسے اپنے سینے میں محفوظ رکھنے اور جبرئیلؑ کے چلے جانے کے بعد اس کی قرائت اور دوسروں کے سامنے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی وضاحت کا حکم دیا اور کلام الٰہی کے تحفظ کا بھی وعدہ فرمایا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد قرآن شریف رسولؐ اللہ پر نزول ہوتا رہا اور آپؐ

Marfat.com

اس کے مصدق و محمل ٹھہرے۔" تحمل وحی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف انبیاء علیہ السلام کو عطا ہوئی اور پھر اسی حکم سے اس کی" تلاوت و تشریح و توضیح ان پر فرض کی گئی جو کلام الٰہی کے نزول پر انبیاء کا مقصد تھا۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے بھی احکام خداوندی پر عمل فرمایا' یہ بات الگ ہے کہ جب آپؐ نے اپنی نبوت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان فرمایا' جو اس کے حکم کے عین مطابق تھا' تو لوگوں نے آپؐ کو طرح طرح سے اذیتیں دیں اور حد درجہ تکالیف پہنچائیں۔

ابن اسحٰق اپنے والد عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: " (درحقیقت) مجھے خدا کی طرف سے القا ہوا تھا کہ میں اپنی نبوت کی بشارت سب سے پہلے خدیجہؓ کو دوں جہاں کوئی حسب و نصب نہیں تھا۔" ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ رسولؐ اللہ پر ایمان لانے والی اور آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرنے والی نوع انسانی میں پہلی ہستی تھیں۔ جب جبریل نے آپؐ کے پاس آکر پہلی بار آپؐ کو خدا کی طرف سے نماز کی فرضیت کا حکم پہنچایا تو آپؐ نے وادی میں نماز پڑھی اور آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر جبرئیلؑ نے وضو کیا اور چار سجدوں کے ساتھ نماز کی دو رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر تشریف لائے جب کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی آنکھوں کو خنک اور اپنے فضل و کرم سے آپؐ کے نفس کو طیب و طاہر فرما چکا تھا اور آپؐ کو واجبات حیات کا حکم دے چکا تھا۔ گھر پہنچ کر آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں چشمہ زمزم پر لائے' پھر آپؐ نے اور آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے آب زمزم سے اسی طرح وضو کیا جس طرح جبرئیلؑ نے بتایا تھا اور اس کے بعد دونوں نے چار سجدوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ آپؐ اور حضرت خدیجہؓ آئندہ گھر کے اندر ہی راز داری کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں: "جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے جبرئیلؑ کے ساتھ آپؐ نے پہلی بار نماز پڑھی تھی۔ اس کے بعد شب اسراء میں پانچ وقت کی نماز فرض ہونے سے پہلے اول و آخر صرف دو بار گھر میں نماز ادا فرمائی تھی۔"

Marfat.com

دوسرا باب

غزوہ احد (3ھ)

آنحضورؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش کی دشمنی بڑھ گئی۔ نیز مدینہ کے آس پاس کے قبائل بھی ریشہ روانیاں کرنے لگے۔ قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ہر سال گرمیوں میں ان کا کاروان تجارت ملک شام کو جاتا۔ مسلمانوں نے قریش کی دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور اپنی اہمیت منوانے کی خاطر اس تجارت کو روکنے کا سوچا۔ ابوسفیان شام سے تجارتی قافلہ لے کر آرہا تھا کہ مسلمانوں نے حملہ کردیا۔ قافلے والوں نے بھی مکہ والوں کو خبر بھجوادی۔ 17 رمضان 2 ہجری کی صبح کو 313 مسلمانوں نے ایک ہزار کفار کے مقابلہ میں بدر کے میدان میں فتح حاصل کی۔ ستر قریش جنگ میں قتل ہوئے۔ دوسرے سال قریش نے مقتولین بدر اور اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے چڑھائی کا منصوبہ بنایا۔

جریر طبری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے بعد جب قریش کی ہزیمت یافتہ جماعت مکہ آئی اور ابوسفیان بن حرب اپنے قافلے کے ساتھ مکہ پہنچا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے ان دوسرے لوگوں کے ساتھ جن کے ماں باپ اور بیٹے اس جنگ میں مارے گئے تھے ابو سفیان بن حرب کے پاس آئے اور انہوں نے اس سے اور ان قریشیوں سے جن کا مال تجارت اس قافلے میں ابوسفیان کے ساتھ تھا کہا کہ اے گروہ قریش محمدؐ نے تم سے اپنا کینہ نکالا اور اس نے تمہارے منتخب اشخاص کو قتل کردیا۔ تم اس مال سے ہماری مدد کرو، شاید ہم اس سے اس اپنی مصیبت کا بدلہ لیں۔ ابو سفیان اور دوسرے مالکان قافلہ نے یہ بات مان لی اور اب پھر تمام قریش اپنے متعلقہ جیوش اور مطیع قبائل کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ رسولؐ اللہ سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ ان سب نے رسولؐ اللہ سے لڑنے کے لئے دوسروں کو ورغلایا۔ ابو عزہ عمر بن عبداللہ بدر میں قید ہوکر رسول اللہ کے سامنے پیش ہوا تھا وہ چونکہ محتاج تھا اور اس کی کئی لڑکیاں تھیں۔ اس نے آپؐ سے درخواست کی میں مفلس ہوں، عیال دار ہوں، محتاج ہوں، آپؐ خود میری

Marfat.com

حالت سے واقف ہیں آپؐ مجھ پر احسان کریں اور جان بخشی فرمائیں' اللہ کی رحمت آپؐ پر ہو۔ آپؐ نے اسے معاف کردیا۔ اب اس موقع پر صفوان بن امیہ نے اس سے کہا تم جوان مرد اور شاعر ہو اپنی زبان سے ہماری مدد کرو اور ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے کہا چونکہ محمدؐ نے مجھ پر احسان کیا ہے میں اس کے برخلاف کسی کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔ صفوان نے کہا نہیں تم ضرور ہماری مدد کرو' میں اللہ کے سامنے تم سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تم واپس آئے تو میں تم کو مالا مال کردوں گا اور اگر مارے گئے تو تمہاری بیٹیوں کی بالکل اپنی بیٹیوں کی طرح پرورش کروں گا۔ اس لالچ پر ابوعزہ نے تمام تہامہ کا دورہ کیا اور بنی کنانہ کو جنگ کی دعوت دینے لگا۔ اسی طرح مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حزافہ بن جمح بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر ان کو رسولؐ اللہ کے خلاف جنگ پر ابھارنے اور آمادہ کرنے لگا۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو' جو حبشیوں کی طرح بھالا اندازی میں ایسا باکمال تھا کہ شاذو نادر ہی کبھی اس کا نشانہ خطا کرتا تھا' بلایا اور کہا کہ تم بھی سب کے ساتھ جاؤ۔ اگر تم محمدؐ کے چچا کو میرے چچا طعیمہ کے عوض قتل کردو تو تم آزاد ہو۔

قریش پوری طرح تیار ہوکر کامل سازو سامان کے ساتھ جیوش' بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ جنگ کے لئے چلے انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی' اس خیال سے کہ ان کی موجودگی میں وہ زیادہ حمیت اور غیرت سے لڑیں گے اور نہیں بھاگیں گے' اپنے ساتھ لے لیا۔

ہند بنت عتبہ کا یہ حال تھا کہ جب وہ وحشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو کہتی اے ابو وسمہ! (یہ وحشی کی کنیت تھی) تو میرا دل ٹھنڈا کر اور اپنا دل بھی ٹھنڈا کر۔ قریش مکہ سے بڑھ کر وادی قناۃ کے مدینہ سے متصلہ کنارے پر بطن جنجہ کے پہاڑ میں مقام عنیین پر آکر فروکش ہوئے۔

رسولؐ اللہ اور مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ قریش فلاں مقام تک بڑھ آئے ہیں تو آپؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ "میں نے خواب میں گائے دیکھی ہے اس کی تعبیر اچھی ہے۔ میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے پڑے ہوئے دیکھے۔ میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں چھپا لیا ہے۔ اس سے میں نے تعبیر لی ہے کہ یہ زرہ مدینہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم مدینہ ہی میں ٹھہرے رہو اور قریش کو جہاں وہ آکر اترے ہیں پڑا رہنے دو۔ اگر وہ وہاں زیادہ قیام کریں گے تو وہ بری جگہ پر قیام کریں گے اور اگر وہ ہم پر

چڑھ کر مدینہ آئیں گے تو ہم ان سے لڑیں گے۔"

قریش جبل احد میں بدھ کے دن آکر اترے تھے۔ یہ اس دن جمعرات اور بدھ وہیں ٹھہرے رہے، نماز جمعہ پڑھ کر رسول اللہ ان کے مقابلہ پر بڑھے۔ صبح آپؐ نے احد کی گھاٹی میں کی اور سنیچر کے دن نصف شوال میں جنگ احد ہوئی۔ عبداللہ بن ابی سلول کی رائے اس معاملہ میں رسولؐ اللہ کے ساتھ تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جانا چاہیے مگر کئی مسلمانوں نے جن کو اللہ نے اس جنگ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا اور ان کے علاوہ ان لوگوں نے جو بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے رسولؐ اللہ سے کہا کہ آپؐ ہمیں لے کر ہمارے دشمنوں کے مقابلہ پر چلیں ورنہ وہ سمجھیں گے کہ ہم ان کے مقابلہ پر نکلتے اور کمزور ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا کہ رسولؐ اللہ آپؐ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں ہرگز خود یہاں سے ان کے مقابلہ پر نہ جائیں کیونکہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ جب کبھی مدینہ سے نکل کر کسی دشمن کا مقابلہ کیا ہمیں ضرر پہنچا۔ آپؐ ان کو جہاں ہیں وہیں رہنے دیں۔ وہ مقابلہ بہت برا ہے ان کو سخت تکلیف ہوگی۔ اگر وہ مدینہ آئیں گے تو یہاں ایک طرف مرد سامنے سے ان کا مقابلہ کریں گے اور عورتیں اور بچے اوپر سے ان پر سنگ باری کریں گے، اور وہ یہاں سے ذلیل بے نیل مرام پسپا ہو جائیں گے۔ مگر جو لوگ دل سے دشمن سے لڑنے کے آرزومند تھے وہ برابر رسول اللہ کے پیچھے پڑے رہے کہ آپؐ خود چلیں۔ آخرکار جمعہ سے فارغ ہوکر آپؐ نے زرہ زیب تن فرمائی۔ اسی روز بنی النجار کے مالک بن عمرو انصاری کا انتقال ہوا تھا آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر آپؐ سب کے سامنے برآمد ہوئے۔ یہ لوگ اب اپنے اصرار پر نادم تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے آپؐ کو اس بات کے لئے مجبور کیا حالانکہ یہ بات ہمارے لئے زیبا نہ تھی۔

اس سلسلہ میں سدی سے مروی ہے کہ جب رسولؐ اللہ کو معلوم ہوا کہ قریش اپنے اتباع کے ساتھ احد پر آکر فروکش ہوئے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ ہمیں ان کتوں کے مقابلہ پر لے چلیں۔ انصار نے کہا جناب والا خود ہمارے علاقہ میں جب کسی نے ہم پر یورش کی اسے کبھی غلبہ نہیں ہوا اور اب جب کہ خود آپؐ بھی ہم میں موجود ہیں تو بدرجہ اولیٰ کسی کو ہمارے یہاں ہمارے مقابلہ پر کامیابی نہیں ہوگی۔ رسولؐ اللہ نے صرف اب کے پہلی مرتبہ عبداللہ بن ابی سلول کو بلا کر مشورہ لیا۔ اس نے کہا اے رسولؐ اللہ آپؐ ہم کو ان کتوں کے مقابلہ پر لے کر نکلیں۔ خود رسولؐ

Marfat.com

اللہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ قریش مدینہ آکر آپؐ سے لڑیں تاکہ شہر کے گلیوں کوچوں میں لڑائی ہو۔ اتنے میں نعمان بن مالک الانصاری آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ مجھے جنت سے کیوں محروم کرتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو واقعی نبی مبعوث کیا ہے میں ضرور جنت میں جاؤں گا۔ آپؐ نے پوچھا کیسے؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے آپؐ اس کے رسولؐ اللہ ہیں اور میں جنگ سے ہرگز نہیں بھاگوں گا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ چنانچہ یہ اس روز لڑائی میں شہید ہوگئے۔

رسولؐ اللہ نے اپنی زرہ منگا کر اسے زیب تن کیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ مسلح ہوگئے وہ اپنے اصرار پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ رسولؐ اللہ پر تو خود وحی آتی ہے' اس لئے ہم نے بہت برا کیا کہ ان کے خلاف مرضی ان کو مشورہ دیا۔ اس خیال سے وہ سب آپؐ کے پاس معذرت کے لئے آئے اور کہا کہ جو آپؐ کی رائے ہو اس پر عمل فرمایئے' ہمارے مشورہ کا لحاظ کیجئے۔ رسولؐ اللہ نے کہا مگر کسی نبیؐ کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ جب وہ زرہ پہن لے تو بغیر لڑے ہوئے اتار دے۔

آپؐ ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ احد تشریف لے گئے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ اگر تم ثابت قدم رہو گے تو فتح یاب ہوگے۔ جب آپؐ مدینہ سے نکل گئے عبداللہ بن ابی سلول تین سو آدمیوں کے ساتھ آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر واپس آگیا۔ ابوجابر السلمی ان کو پھر بلا کر لانے کے لئے ان کے تعاقب میں گئے۔ عبداللہ کی جماعت نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ ہم کیوں لڑیں' ہماری بات مانو تو ہمارے ساتھ واپس چلو۔ اسی موقع پر اللہ عزوجل نے یہ ارشاد فرمایا ہے "جب تمہاری دو جماعتوں نے ہمت ہار کر جنگ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔" ان سے مراد بنو سلمہ اور بنو حارثہ ہیں۔ یہ دونوں قبیلے عبداللہ بن ابی کے ساتھ واپس جانا چاہتے تھے مگر اللہ نے ان کو بچا لیا اور وہ بقیہ سات سو رسولؐ اللہ کے ساتھ احد میں ٹھہرے رہے۔

ابن اسحٰق کے سابقہ بیان کے مطابق جب رسولؐ اللہ زرہ پہن کے اصحاب کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا' اے رسولؐ اللہ ہم نے آپؐ کی خلاف مرضی آپؐ پر جبر کیا حالانکہ یہ بات ہمارے لئے زیبا نہ تھی۔ اللہ کی رحمت آپؐ پر ہو اگر آپؐ پسند فرمائیں تو نہ جائیں یہیں تشریف رکھیں آپؐ نے فرمایا کسی نبی کے لئے یہ موزوں نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے تو اسے بغیر لڑے اتارے۔ آپؐ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے برآمد ہوئے۔

۲۸۱۲۷

Marfat.com

جب آپؐ شوط آئے' جو احد اور مدینہ کے درمیان واقع ہے' عبداللہ بن ابی سلول ایک تہائی جماعت کے ساتھ آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر چلتا بنا۔ اس نے یہ کہا کہ رسولؐ اللہ نے اوروں کی بات مانی میری نہ مانی۔ بخدا اے لوگو! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم یہاں کیوں جانیں لڑائیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہم قوم منافقوں اور بدباطنوں کے ساتھ واپس ہوگیا۔ بنوسلمہ کے عبد اللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے گئے اور کہنے لگے' اے میری قوم میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس دشمن کے مقابلہ میں تم اپنے نبیؐ اور اپنی قوم کا ساتھ نہ چھوڑو۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہمیں اس بات کا یقین ہوتا کہ تم واقعی دشمن سے لڑو گے تو ہم تمہار ساتھ نہ چھوڑتے مگر ہم تو جانتے ہیں کہ تم لڑو گے نہیں۔ جب انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور واپس جانے پر اصرار کیا تو اس نے مایوس ہو کر کہا اے دشمنان خدا' اللہ تم کو ہلاک کرے تمہارے مقابلہ میں اللہ میرے لئے کافی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مقام شیخین سے عبداللہ بن ابی سلول تین سو آدمیوں کے ساتھ رسولؐ اللہ کا ساتھ چھوڑ کر پلٹ گیا۔ اب رسولؐ اللہ کے ساتھ سات سو مسلمان رہ گئے۔ مشرکین تین ہزار تھے' ان میں دو سو سوار پندرہ عورتوں کے محمل تھے' ان میں سے سات سو زرہ پوش تھے۔ ان کے مقابلہ میں صرف سو مسلمان زرہ پوش تھے اور ان کے ساتھ صرف دو گھوڑے' ایک رسولؐ اللہ کا اور ایک ابوبردہ بن نیار الحارثی کا تھا۔

سرشام طلوع شفق کے ساتھ رسولؐ اللہ شیخین سے روانہ ہوئے۔ یہ مقام دو حجرے تھے جہاں دو اندھے یہودی مرد اور عورت کھڑے ہوکر لوگوں سے سلف کے واقعات بیان کرتے تھے' اسی وجہ سے اس کا نام شیخین ہوگیا۔ یہ جگہ مدینہ کے اطراف میں ہے۔ مغرب کے بعد آپؐ نے یہاں اپنی جماعت کا فوجی معائنہ کیا ان میں سے بعض کو جنگ میں شرکت کی اجازت دی اور بعض کو واپس کردیا۔ ان میں زید بن ثابت' ابن عمرؓ اسیدؓ بن ظہیر' براء بن عازب اور عرابہؓ بن اوس تھے۔ نیز آپؐ نے ابوسعید کو واپس کردیا اور سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کو جانے کی اجازت دی۔ پہلے تو آپؐ نے رافعؓ کو بھی کمسن سمجھ کر واپس کرنا چاہا مگر رافعؓ اپنا بلند دکھانے کے لئے پیوند زدہ جوتوں میں اپنی انگلیوں پر کھڑے ہوگئے۔ رسولؐ اللہ نے جب ان کا معائنہ کیا تو ان کو چلنے کی اجازت دے دی۔

محمد بن عمرؓ سے مروی ہے کہ سمرہؓ جندب کی ماں اب مری بن سنان ثعلبہ ابو سعید کے چچا کے زیر نکاح تھی۔ اس طرح سمرہؓ مریؓ کے ربیب تھے۔ جب رسولؐ اللہ احد کے لئے

تشریف لے گئے اور آپؐ نے اپنے ساتھیوں کا معائنہ کرکے ان میں سے کم عمر لوگوں کو واپس کردیا۔ ان میں آپؐ نے سمرہؓ کو واپس کیا اور رافعؓ بن خدیج کو لڑائی میں شرکت کی اجازت دی۔ سمرہؓ نے اپنے مربی مری بن سنان کو کہا کہ باوا جان رسولؐ اللہ نے رافعؓ بن خدیج کو اجازت دی اور مجھے واپس کردیا حالانکہ میں اسے کشتی میں پٹک دیتا ہوں۔ مری نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ آپؐ نے میرے بیٹے کو واپس کردیا اور رافعؓ بن خدیج کو اجازت دی ہے حالانکہ میرا بیٹا اسے پٹک دیتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے دونوں کی کشتی کرائی' سمرہؓ نے رافعؓ کو گرا دیا۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے۔

ابن اسحٰق کے سلسلہ بیان کے مطابق رسولؐ اللہ آگے بڑھ کر بنی حارثہ کی پتھریلی زمین پر آئے۔ گھوڑے نے اپنی دم ماری' وہ تلوار کے کتے کو لگی جس سے تلوار نیام سے باہر نکل گئی۔ رسولؐ اللہ نے جو فال لینے کے دلدادہ تھے' فرمایا آج تلوار والے کو بھی معافی نہیں' اپنی تلوار سنبھالو میں سمجھتا ہوں کہ آج تلواریں نکل کر رہیں گی۔ پھر آپؐ نے صحابہ سے کہا کون ہے جو ہمیں دشمن کے پاس ریت کے ٹیلوں میں سے ہو کر ایسے پہنچا دے کہ ہم ان کے سامنے برآمد نہ ہوں۔ بنو حارثہ کے ابو حثمہ نے کہا اے رسولؐ اللہ میں لے چلتا ہوں' آپؐ نے اسے آگے کیا۔ وہ رسولؐ اللہ کو بنوحارثہ کے پتھریلے میدان میں سے لے کر ان کھیتوں میں لے آیا اور انہیں میں وہ مربع بن قیتظی کے کھیت میں لایا۔ یہ ایک منافق تھا جسے کم نظر آتا تھا۔ وہ رسولؐ اللہ اور مسلمانوں کی آہٹ سن کر ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر تم اللہ کے رسولؐ اللہ ہو تو میں تمہارے لئے اس بات کو جائز قرار نہیں دیتا کہ تم میرے احاطہ میں گھسو۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر کہا: اے محمدؐ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ مٹی صرف تمہارے منہ پر پڑے گی تو میں اسے تمہارے منہ پر مار دوں (نعوذ باللہ)۔ اس کی اس گستاخی پر مسلمان اسے قتل کرنے کو لپکے مگر رسولؐ اللہ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ جس طرح یہ آنکھ کا اندھا ہے اسی طرح یہ دل کا بھی اندھا ہے۔ مگر اس ممانعت سے پہلے ہی بنوالاشہل کے سعد بن زید نے لپک کر اپنی کمان اس کے سر پر ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ رسولؐ اللہ اپنی سمت چلے گئے اور احد سے اس راستے پر آئے جو پہاڑ کی سمت والے وادی کے کنارے پر تھا۔ اس طرح آپؐ نے اپنی پشت اور چھاؤنی کو پہاڑ کی طرف کیا اور فرمایا کہ جب تک ہم لڑائی کا حکم نہ دیں

Marfat.com

کوئی نہ لڑے۔

قریش نے اپنی سواری کے جانور اور دوسرے مویشیوں کو چرنے کے لئے سمنہ کے مسلمانوں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا تھا۔ جب رسولؐ اللہ نے تاحکم لڑائی کی ممانعت کردی۔ رسولؐ اللہ نے جنگ کی تیاری شروع کی۔ آپؐ کے ساتھ صرف سات سو مسلمان تھے۔ قریش نے بھی جنگ کے لئے صف بندی کی' ان کی تعداد تین ہزار تھی' ان کے ساتھ دو سو سوار تھے جن کو انہوں نے اصل جماعت سے ہٹا کر خالدؓ بن ولید کی قیادت میں اپنے میمنہ پر متعین کیا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل ان کے میسرہ پر تھا' رسولؐ اللہ نے اپنے قدراندازوں پر بنی عمرو عوف کے عبداللہ بن جبیر کو جو اس روز اپنے سفید کپڑوں کی وجہ سے نمایاں تھے' مقرر فرمایا۔ ان کی تعداد پچاس تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ چاہے لڑائی کا رنگ ہمارے موافق ہو یا مخالف تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور ہمارے عقب سے یورش نہ ہونے دینا۔ اس موقع پر رسولؐ اللہ دو زریں پہن کر معرکہ میں برآمد ہوئے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے زبیرؓ کو رسالہ کا امیر مقرر کیا اس روز ان کے ساتھ مقداد بن الاسود بھی تھے۔ آپؐ نے اپنا علم قریش کے مصعب بن عمیر کو دیا۔ حمزہ بن عبدالمطلب کو آپؐ نے اپنے آگے بھیج دیا تھا۔ آئے' مشرکین کی سمت سے خالد بن ولید جس کے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل تھا لڑنے کے لئے سامنے آئے آپؐ نے زبیرؓ کو بھیجا اور کہا کہ خالدؓ بن ولید کے سامنے جاکر میرے حکم تک ٹھہرے رہو اور دوسرے سواروں کو آپؐ نے دوسری سمت جاکر ٹھہرنے کا حکم دیا۔ ابو سفیان لات اور عزیٰ کو ساتھ لئے ہوئے میدان میں آیا' آپؐ نے زبیرؓ کو حملہ کا حکم بھیجا۔ انہوں نے خالدؓ بن ولید پر حملہ کیا' اللہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ اس موقع پر رسولؐ اللہ نے کہا کہ اللہ عزوجل نے مومنوں سے اپنی نصرت کا وعدہ کیا ہے اور وہ ان کے ساتھ ہے۔ اب طلحہ بن عثمان مشرکوں کے علمبردار نے میدان میں نکل کر کہا اے محمدﷺ کے ساتھیوں تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد دوزخ میں لے جائے گا اور تم کو ہماری تلواروں کے ذریعہ فوراً جنت میں داخل کردے گا۔ لہٰذا کوئی مرد میدان ہے جسے میری تلوار سے فوراً جنت میں لے جائے یا اس کی تلوار سے مجھے دوزخ دکھائے۔ علی ابن ابی طالب کھڑے ہوئے اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں اس وقت تک تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک کہ اپنی تلوار سے تجھے جہنم واصل نہ کردوں یا تیری تلوار سے خود جنت میں نہ جاؤں

حضرت علیؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے انؓ کا پاؤں قطع کردیا وہ اس طرح گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی - کہنے لگا اے میرے بھائی میں تم کو اللہ اور اپنی قربت کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے نہ مارو' حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ رسولؐ اللہ نے تکبیر کہی' صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تم نے کیوں اس کا کام تمام نہ کردیا' کہنے لگے کہ میرے چچیرے بھائی کی جب شرمگاہ عریاں ہوگئی اور اس نے مجھے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا تو مجھے شرم آگئی۔ پھر زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود نے مشرکین پر حملہ کیا اور ان کو مار بھگایا۔ رسولؐ اللہ اور آپؐ کے صحابہؓ نے حملہ کیا اور ابوسفیان کو بھگا دیا۔

خالدؓ بن ولید مشرکین کے افسر رسالہ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر حملہ کردیا۔ قدراندازوں نے تیروں سے ان کی خبر لی جس سے خالد رک گیا' مگر اس کے بعد جب قدراندازوں نے رسولؐ اللہ اور صحابہؓ کو مشرکین کے پڑاؤ کے عین وسط میں مال غنیمت کی لوٹ میں مشغول دیکھا تو وہ بھی لوٹنے دوڑے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ رسولؐ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور یہیں ٹھہر جاتے ہیں۔ مگر ان کا بیشتر حصہ لوٹنے کے لئے اصل فوج سے جاملا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے جب دیکھا کہ اب کم قدرانداز رہ گئے ہیں تو اس نے پھر حملہ کرکے قدراندازوں کو قتل کردیا اور ان سے فارغ ہوکر نبی صلعم کے صحابہؓ پر حملہ کیا۔

جب حریفوں کا مقابلہ ہوا اور ایک دوسرے کے قریب آگئے تو ہند بن عتبہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ مردوں کے عقب میں کھڑی ہوگئی۔ وہ دف بجانے اور ان کے حوصلے بڑھانے لگیں' اس موقع پر ہندہ یہ شعر گا رہی تھی:۔

ترجمہ: "اگر آگے بڑھو گے ہم گلے لگائیں گی اور گدے بچھائیں گی' اگر منہ موڑو گے بغیر کسی خیال کے قطع تعلق کردیں گی۔"

اب عام جنگ شروع ہوگئی اور بہت گرما گرم جنگ ہوئی۔ ابودجانہ نے دشمن پر قاتلانہ حملہ کیا۔ وہ حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ دشمنوں میں گھس پڑے۔ اللہ عزوجل نے اپنی نصرت نازل کی اور جو وعدہ کیا تھا اسے ایفا کیا۔ انہوں نے تلواروں پر مشرکین کو رکھ لیا اور سامنے سے مار ہٹایا اور بلاشبہ ان کو شکست ہوگئی۔

زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے ہند بنت عتبہ کو خادموں اور ساتھیوں کو تیزی سے میدان سے بھاگتے ہوئے دیکھا ان کے پکڑ لینے میں کوئی شے مانع نہ تھی۔ اتنے میں جب کہ

Marfat.com

ہم نے دشمنوں کو مقابلہ سے مار بھگایا ہمارے تیر انداز لوٹنے کے لئے دشمن کی فرودگارہ چلے آئے اور انہوں نے دشمن کے رسالہ کے لئے ہمارے عقب کو غیر محفوظ چھوڑ دیا' چنانچہ دشمن کے رسالہ نے پیچھے سے ہمیں آلیا۔ اسی وقت کسی نے چلا کر کہا کہ محمدؐ مارے گئے' اس کے سنتے ہی ہمارے حوصلے پست ہوگئے اور دشمن کے حوصلے ہم پر اور بڑھ گئے' حالانکہ ہم دشمن کے علمبرداروں کو ختم کرچکے تھے اور ان میں سے اب کسی کو اپنے جھنڈے کے پاس آنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔

بعض علماء سے مروی ہے کہ مشرکین کا نشان گرا ہوا پڑا تھا۔ اسے عمرہ بنت علقمۃ الحارثہ نے قریش کے لئے اٹھا کر بلند کردیا۔ مسلمانوں نے اسے چاروں طرف سے آ گھیرا یہ نشان بنی ابی طلحہ کے حبشی غلام صواب کے ہاتھ میں تھا۔ ان کا یہ آخری شخص تھا جس نے نشان اٹھایا۔ وہ لڑا اس کے دونوں ہاتھ قطع کردیے گئے' تب اس نے اپنے سینے سے اسے چھپایا اور سینے اور گردن کے ذریعہ اسے تھاما۔ اسی حال میں وہ مارا گیا' وہ کہہ رہا تھا اے باراللہ کیا میں نے کوئی کوتاہی کی۔ جب فریقین میں اس معرکہ کے متعلق فخریہ اور طنزیہ اشعار بازی ہوئی تو حسان بن ثابت نے اس صواب علمبردار کے ہاتھ قطع کرنے کے واقعہ کو اپنے اشعار میں بیان کیا۔

ابو رافع سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؓ بن ابی طالب نے مشرکین کے علمبرداروں کو تہ تیغ کردیا رسولؐ اللہ کی نظر مشرکوں کی ایک اور جماعت پر پڑی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اس پر حملہ کرو۔ انہوں نے حملہ کرکے اس جماعت کو منتشر کردیا اور بنی عامر بن لوی کے شیبہ بن مالک کو قتل کردیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ یہ ہے ہمدردی۔ آپؐ نے فرمایا بے شک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا اور میں آپؐ دونوں کا تیسرا ہوں۔ نیز صحابہؓ نے یہ آواز سنی: "تلوار صرف ذوالفقار ہے اور جواں مرد صرف حضرت علیؓ ہیں۔"

ابو جعفر نے کہا کہ جب مسلمانوں کو ان کے عقب سے آلیا گیا تو وہ بھاگے۔ مشرکین نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ اس مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کے تین حصے ہوگئے تھے' ایک مارا گیا' ایک زخمی ہوا' اور ایک حصہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خود رسولؐ اللہ جنگ کی وجہ سے اس قدر تھک گئے تھے کہ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ خود آپؐ کے سامنے کے چوکے میں سے نیچے کے دانت ٹوٹ گئے۔ آپؐ کا منہ شق ہوگیا۔ رخسار اور بالوں

Marfat.com

کی جڑ کے پاس سے پیشانی زخمی ہوئی۔ ابن قمیہ نے آپؐ کے سر کے بائیں حصہ پر تلوار ماری۔ آپؐ کو عتبہ بن ابی وقاص نے زخمی کیا تھا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جس روز آپؐ کے سامنے کے دانت ٹوٹے اور آپؐ کے چہرہ مبارک پر زخم لگا' خون آپؐ کے چہرہ سے بہہ رہا تھا۔ آپؐ اسے پونچھتے جاتے اور فرماتے تھے کہ جس قوم نے اپنے نبی کا چہرہ اس کے خون سے رنگین کیا ہو وہ کیونکر فلاح پا سکتی ہے۔ مگر اس حال میں بھی آپؐ ان کو عزوجل کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

ابو جعفر نے کہا ہے جب دشمن نے آپؐ پر یورش کی' آپؐ نے فرمایا کون ہے جو ہمارے لئے اپنی جان بیچ ڈالے۔ عمارہ بن زیاد بن السکن اٹھے اور رسول کی مدافعت کے لئے ان سے آکر لڑنے لگے۔ ایک کے بعد ایک قتل ہوتے چلے گئے۔ آخری آدمی زیاد بن عمارہ السکن تھے وہ لڑتے رہے۔ آخرکار زخموں سے چکناچور ہو کر بے کار ہوگئے۔ اتنے میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت رسولؐ اللہ کے پاس پلٹ آئی اور اس نے دشمن کو آپؐ کے سامنے سے دھکیل دیا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ زیاد کو میرے قریب لاؤ۔ لوگ ان کو قریب لے آئے۔ انہوں نے رسولؐ اللہ کے قدم پر اپنا سر رکھ دیا اور اسی حالت میں کہ ان کا گال آپؐ کے قدم پر رکھا ہوا تھا' انہوں نے جان دے دی۔ ابودجانہؓ خود اپنے جسم کو دشمن کی جانب کر کے رسولؐ اللہ کو بچانے کے لئے بمنزلہ ڈھال بن گئے' تیر آکر ان کی پیٹھ میں لگ رہے تھے' مگر وہ آپؐ پر جھکے ہوئے آپؐ کو دشمن سے بچا رہے تھے' یہاں تک کہ بے شمار تیر ان کے آکے لگے۔ سعد بن ابی وقاص رسولؐ اللہ کو اپنی آڑ میں لے کر دشمن پر تیر چلانے لگے۔ خود سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ مجھے تیر اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم پر میرے ماں باپ نثار تیر چلاؤ۔ شدہ شدہ آپؐ نے ایسا تیر مجھے دیا کہ اس میں انی نہ تھی مگر آپؐ نے یہی فرمایا' اسے بھی چلاؤ۔

عاصم بن عمرو بن قتادہ سے مروی ہے کہ اس روز خود رسولؐ اللہ نے اپنی کمان سے تیر چلایا مگر اس کی تانت ٹوٹ گئی' اسے قتادہ بن النعمان نے اٹھالیا۔ یہ ان کے پاس تھی۔ اس روز ان کی ایک آنکھ اس طرح جاتی رہی کہ وہ ان کے گال پر آپڑی۔

ابو جعفر نے بیان کیا ہے کہ رسولؐ اللہ کے سامنے مصعب بن عمیر آپؐ کے علمبردار لڑے اور مارے گئے' ان کو قمیتہ اللیثی نے شہید کیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہی رسولؐ اللہ ہیں۔ چنانچہ اس وقت قریش کے پاس پلٹ کر چلا گیا اور اس نے کہا کہ میں نے

Marfat.com

محمدؐ کو قتل کردیا۔

مصعبؓ کی شہادت کے بعد آپؐ نے اپنا علم حضرت علیؓ ابن ابوطالب کو دے دیا۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب دشمن سے لڑے' انہوں نے الطاۃ بن عبد شرجیس بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی کو اس روز' جو قریش کے علمبرداروں میں تھا' قتل کردیا۔ پھر ابونیار سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی ان کے پاس سے گزرا' حمزہؓ بن عبدالمطلب نے اس سے کہا اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی کے بیٹے میری طرف آؤ۔ اس کی ماں ام انمار شریق بن عمرو وہب الثقفی کی باندی تھی اور مکہ میں ختنہ کیا کرتی تھی۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حمزہؓ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا۔

جبیر بن مطعم کا غلام وحشی کہتا ہے کہ اب تک حمزہؓ کی صورت میری نظروں میں ہے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی تلوار سے لوگوں کے پرزے پرزے کررہے تھے اور خاکی رنگ کی کے اونٹ کی طرح جو چیز سامنے آتی اسے گرا دیتے۔ میں نے اپنا بھالا نشانہ زنی کے لئے ہاتھ میں لے کر ہلایا اور جب میں بالکل قریب اور مطمئن ہوگیا تو اسے ان پر پھینک دیا۔ وہ ان کے پیڑو پر لگا اور دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے نکل گیا۔ وہ میری طرف بڑھے' پھر زمین پر گر پڑے۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا کہ دیکھوں ان کا کیا ہوتا ہے جب وہ مر گئے' میں نے جاکر ان کے جسم سے اپنا بھالا نکال لیا۔ میں لڑائی سے ہٹ کر فرودگاہ میں چلا گیا کیونکہ سوائے ان کے اور کوئی میرا مقصد نہ تھا۔

انس بن مالک کے چچا انس بن النضر عمر بن الخطاب اور طلحہ بن عبید اللہ کے پاس آئے جو چند مہاجرین کے ساتھ ہاتھ چھوڑے بیٹھے تھے۔ انس نے کہا کیوں اس طرح بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا محمدؐ مارے گئے۔ انس نے کہا تو پھر ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے' اٹھو اور اس دین پر جس پر خود رسولؐ اللہ کا وصال ہوا ہے اپنی جانیں دے دو۔ یہ کہہ کر وہ دشمن کے سامنے آئے' لڑے اور مارے گئے۔ انہیں کے نام پر انس بن مالک کا نام انس رکھا گیا۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ اس روز انس بن النضر پر ہم نے تلوار اور نیزے کے ستر زخم پائے۔ صرف ان کی بہن ان کی خوبصورت انگلیوں کی وجہ سے ان کو شناخت کرسکیں۔

ابن شہاب الزہری سے مروی ہے کہ شکست اور رسولؐ اللہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوجانے کے بعد سب سے پہلے بنوسلمہ کے کعب بن مالک نے آپؐ کو شناخت کیا۔ خود ان

Marfat.com

سے مروی ہے کہ میں نے آپؐ کی آنکھوں کو جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں پہچانا' پھر انتہائی بلند آواز سے میں نے اعلان کیا اے مسلمانو! بشارت ہو رسولؐ اللہ یہ موجود ہیں' اس پر آپؐ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب مسلمانوں نے رسولؐ اللہ کو پہچانا کہ آپؐ موجود ہیں' وہ آپؐ کے پاس آگئے۔ آپؐ درے کی طرف چلے' آپؐ کے ہمراہ حضرت علیؓ بن ابی طالب' حضرت ابوبکرؓ بن ابی قحافہ' حضرت عمرؓ بن الخطاب' طلحہ بن عبیداللہ' زبیرؓ بن العوام اور حارثؓ بن الصمہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ درے میں جاکر بیٹھ گئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا کہ محمدؐ کہاں ہیں میں ہلاک ہوجاؤں اگر وہ زندہ بچ جائیں' آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ صحابہؓ نے آپؐ سے کہا آپؐ فرمائیں تو آپؐ کو ہم میں سے کوئی آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کو اپنی آڑ میں لے لے۔ مگر آپؐ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں اسے آنے دو۔ جب وہ قریب آگیا' رسولؐ اللہ نے حارث بن الصمہ کا بھالا اٹھایا۔

راوی کہتا ہے کہ اس موقع پر بعض لوگوں سے یہ بات بھی نقل ہوئی ہے کہ جب رسولؐ اللہ نے بھالا اٹھایا ایک بجلی سی کوند گئی اور ہم پھر اس طرح جھرجھرائے جس طرح اونٹ جھرجھری لیتا ہے تو اس کے روئیں جھڑ جاتے ہیں۔ پھر آپؐ نے اس کے سامنے جاکر اس کی گردن میں نیزہ مارا جس سے وہ کئی مرتبہ اپنے گھوڑے پر چکر کھا گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ اس واقعہ سے پہلے یہ رسولؐ اللہ سے ملتا تو کہا کرتا کہ اے محمدؐ میں گھوڑے عود کو روزانہ دلے ہوئے جو کھلا رہا ہوں تاکہ اس پر سوار ہوکر تم کو قتل کروں۔ اس کے جواب میں رسولؐ اللہ فرماتے ہیں انشاء اللہ میں تجھے قتل کروں گا۔

زخم کھا کر یہ قریش کی طرف پلٹ گیا۔ رسولؐ اللہ نے اس کی گردن میں معمولی سی خراش کردی تھی۔ اس سے خون جاری ہوگیا۔ اس نے کہا بخدا محمدؐ نے مجھے مار ڈالا۔ قریش کہنے لگے خوف سے تیرا دم نکل گیا ہے حالانکہ بخدا تجھ کو مہلک زخم نہیں لگا ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مکہ میں تھے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا' اس لئے اگر وہ مجھ پر تھوک ہی دیتے تو مجھے ہلاک کردیتے۔ قریش اسے واپس مکہ لے جارہے تھے کہ اس دشمن خدا کا سرف میں کام تمام ہوگیا۔

جب رسولؐ اللہ درے کے منہ پر آگئے حضرت علیؓ بن ابی طالب وہاں سے نکلے انہوں نے اپنی چرمی ڈھال کو چونا پیسنے کے دنگ میں جو پانی بھرا ہوا تھا اس سے بھرا اور اسے رسولؐ

Marfat.com

اللہ کے پاس لئے تاکہ آپؐ اسے پئیں۔ مگر آپؐ کو اس میں سے بدبو معلوم ہوئی اس لئے آپؐ نے ناپسند کیا اور نہ پیا۔ البتہ خون اپنے منہ پر سے دھو ڈالا اور سر پر پانی بھی بہایا۔ اس موقع پر آپؐ کہہ رہے تھے اس شخص پر جس نے اپنی نبیؐ کے چہرہ کو خون آلودہ کیا ہے اللہ کا سخت غضب نازل ہوگا۔

رسولؐ اللہ اپنے صحابہ کو بلانے چلے' چلتے چلتے آپؐ چٹان والوں کے پاس پہنچے۔ آپؐ کو آتا دیکھ کر ان میں سے ایک نے تیرکمان میں لگایا اور اس سے رسولؐ اللہ کو نشانہ بنانا چاہا آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ جب انہوں نے رسولؐ اللہ کو زندہ پایا تو وہ بہت خوش ہوئے 'اور خود آپؐ بھی یہ دیکھ کر' کہ اب بھی آپؐ کے صحابہؓ میں ایسے لوگ ہیں جو آپؐ کی حفاظت کرنے کے لئے آمادہ ہیں' خوش ہوئے۔ بہت سے صحابہ یک جا ہوگئے اور ان میں خود رسولؐ اللہ بھی موجود تھے۔ ان کا رنج و غم جاتا رہا' اب وہ فتح کو یاد کرنے لگے اور موقع کے ہاتھ سے نکل جانے اور اپنے مقتول رفیقوں پر افسوس کرنے لگے۔ اسی موقع پر ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کہا تھا کہ چونکہ رسولؐ اللہ مارے گئے لہٰذا اپنے گھروں کو چلو' اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کیں: "اور نہیں ہیں محمدؐ مگر اللہ کے رسولؐ اللہ ہیں ان سے پہلے بہت رسولؐ گزر چکے اگر وہ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پلٹ جائے گا وہ ہرگز اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا اور بہت جلد اللہ فرماں برداروں کو جزائے خیر دے گا۔"

ابوسفیان اس جماعت کی طرف آیا۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھ آیا اور صحابہؓ نے اسے دیکھا خوشی کو بھول گئے اور اس کی پیش قدمی سے متاثر ہوگئے۔ رسولؐ اللہ فرمانے لگے وہ ہم پر کبھی غلبہ نہ پائیں گے' اے اللہ اگر یہ میری جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر تیرا کوئی پرستار نہ رہے گا۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ کو مدافعت کا حکم دیا' انہوں نے دشمن پر پتھر پھینکے اور ان کو پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ جنگ ختم ہونے بعد ہند بنت عتبہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ شہید صحابہؓ کے اعضائے جسم کو قطع و برید کرنے نکلی۔ انہوں نے مقتولین کے کان ناک کاٹے یہاں تک کہ ہند نے ان کے کٹے ہوئے ناک اور کانوں کے بازو بند اور ہنسلی بنائی اور خود اپنا بازو بند' ہنسلی اور کان کی بالیاں اس نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو دے ڈالیں۔ اس نے حمزہؓ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا ڈالا' مگر وہ پچا نہیں اس نے پھر اگل دیا۔ اس

Marfat.com

کے بعد اس نے ایک بلند چوٹی پر چڑھ کر نہایت بلند آواز میں اپنے وہ اشعار پڑھے جو اپنی جماعت کی فتح اور صحابہ رسولؐ اللہ کے قتل کی خوشی میں کہے تھے۔ یہ بات حضرت عمرؓ بن الخطاب سے بیان کی گئی انہوں نے حسانؓ سے کہا اے ابن الفریعہ کاش تم ہند کے قول کو سنتے۔ وہ چٹان پر کھڑی ہوئی ہمارے مقابلہ پر رجز پڑھ رہی ہے اور حمزہؓ کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا ہے اسے بیان کر رہی ہے۔ حسانؓ میں اس پہاڑ کی چوٹی اطم پر کھڑا ہوا تھا کہ میں نے بھالے کو گرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل کہا تھا کہ یہ عرب کا ہتھیار نہیں ہے اور وہ بھالا حمزہؓ پر تیر کی طرح جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ہند کے کچھ شعر مجھے سناؤ تو پھر میں اس کی خبر لوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کچھ شعر حسانؓ کو سنائے، انہوں نے ہند کی ہجو کی۔

براءؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان پہاڑ پر چڑھ کر ہمارے قریب آیا اس نے دو مرتبہ پوچھا کیا تم میں محمدؐ ہیں؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا کوئی اسے جواب نہ دو۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ رسولؐ اللہ نے جواب دیا، "کوئی جواب نہ دے۔" پھر اس نے تین مرتبہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو پوچھا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے۔ اس خاموشی پر ابو سفیان نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ سب ضرور مارے گئے ہیں، زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اب حضرت عمرؓ بن الخطاب سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے ان سب کو محفوظ رکھا ہے جو تیری ذلت کا باعث ہوں گے۔ ابوسفیان کہنے لگا ہبل کی جے، ہبل کی جے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ صحابہؓ نے فرمایا کیا جواب دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہو اللہ بہت بزرگ و برتر ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا عزیٰ ہمارا ہے تمہارا عزیٰ نہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہار کوئی والی و مالک نہیں۔ ابوسفیان نے کہا آج ہم نے بدلہ لے لیا اور لڑائی بڑا ڈھول ہے، کبھی بھرتا اور کبھی خالی ہوتا ہے۔ تم اپنے مقتولین میں مقطوع الاعضاء لاشیں پاؤ گے مگر میں نے نہ اس کا حکم دیا تھا اور نہ اس فعل کو بری نظر سے دیکھا۔

ابن اسحٰق اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو اس نے ان سے کہا کہ ذرا یہاں آؤ۔ رسولؐ اللہ نے ان سے کہا کہ جاؤ دیکھو کیا کہتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے۔ ابوسفیان نے ان سے کہا اے عمرؓ! میں تم کو خدا واسطہ دیتا

Marfat.com

ہوں تم سچ بتاؤ کہ کیا واقعی ہم نے محمدؐ کو قتل کردیا ہے۔ عمرؓ نے کہا بخدا ہرگز نہیں وہ اس وقت بھی تمہاری گفتگو سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ تم کو میں ابن قمیہ سے زیادہ صادق القول سمجھتا ہوں اور اس کے دعوے کے مقابلہ میں کہ اس نے محمدؐ کو قتل کردیا ہے تمہارا بیان زیادہ صحیح سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے بلند آواز میں کہا کہ تمہارے مقتولین میں مقطوع الاعضاء لوگ ہیں مگر میں نے نہ اس کی اجازت دی اور نہ ممانعت کی تھی۔ اسی لئے اس فعل کو نہ میں نے اچھا سمجھا اور نہ برا۔ حالانکہ بنوالحارث بن عبدمناۃ کے جلیس بن زیان نے جو اس جیوش کا افسر تھا خود ابوسفیان بن حرب کو حمزہؓ کے جبڑے میں نیزے کی انی بھونک کر یہ کہتے ہوئے سنا' لے اس کا مزہ چکھ اور پھر اس نے کہا اے بنوکنانہ دیکھتے ہو یہ قریش کا سردار اپنے عزیز قریب کے ساتھ وہ سلوک کررہا ہے جو ذبح کردہ جانور کے گوشت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا خاموش رہو' اس بات کو اب کسی سے بیان نہ کرنا' یہ مجھ سے لغزش ہوگئی۔

ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ سے پلٹ کر جانے لگا۔ اس نے بلند آواز میں مسلمانوں سے کہا اب آئندہ سال پھر بدر میں تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسولؐ اللہ نے اپنے کسی صحابیؓ سے کہا کہہ دو کہ ہاں ضرور۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو حکم دیا کہ تم مشرکین کے پیچھے جاکر دیکھو کہ وہ کیا کررہے ہیں اور آئندہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انہوں نے گھوڑوں کو کوتل ساتھ لیا ہو اور خود وہ اونٹوں پر سوار ہوں تو سمجھ لینا کہ اب وہ مکہ کو پلٹ رہے ہیں۔ اور اگر اس کے برعکس وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی ساتھ لے جارہے ہوں تو یہ سمجھنا کہ ان کا ارادہ مدینہ کا ہے۔ اس وقت قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مدینہ کا رخ کریں گے تو میں ضرور فوراً مدینہ پہنچ کر وہاں ان سے لڑوں گا۔

علی کہتے ہیں حسب الحکم میں ان کے پیچھے چلا کہ دیکھوں وہ اب کیا کرتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ انہوں نے گھوڑوں کو کوتل کردیا ہے اور اونٹوں پر سوار ہوگئے ہیں تو سمجھ لیا کہ یہ اب مکہ جارہے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے مجھے ہدایت کی تھی جو کچھ تم دیکھو جب تک میرے پاس نہ آجاؤ ہرگز کسی سے بیان نہ کرنا۔ مگر جب میں نے ان کو مکہ جاتے دیکھ لیا تو میں اس خبر کو رسولؐ اللہ کی ہدایت کے باوجود اس خوشی کی وجہ سے کہ میں نے ان کو بجائے مدینہ جانے کے مکہ جاتے ہوا دیکھا تھا چھپا نہ سکا اور چلاتا ہوا آپؐ کی طرف آیا۔

Marfat.com

اب لوگ اپنے مقتولین کی دیکھ بھال کے لئے فارغ ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کون ہے جو مجھے دیکھ کر بتائے کہ سعدؓ بن الربیع نے جنگ میں کیا کیا ہے (یہ سعدؓ بنو الحارث بن خزرج سے تھے)۔ آیا وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔ ایک انصاری نے کہا رسولؐ اللہ میں دیکھ کر آتا ہوں۔ وہ میدان کارزار میں گئے' ان کو تلاش کیا دیکھا کہ سخت مجروح ہیں اور صرف سانس باقی ہے۔ یہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے سعدؓ سے کہا کہ مجھے رسولؐ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو دیکھ کر آؤں زندہ ہو یا ختم ہوگئے۔ سعدؓ نے کہا میرا کام تمام ہوچکا ہے تم رسولؐ اللہ سے میرا سلام کہو اور عرض کرو کہ سعدؓ بن الربیع آپؐ سے عرض پرداز ہے کہ اللہ آپؐ کو بہترین جزا دے جو اس نے کسی نبی کو اپنی امت کی خدمت کے عوض میں دی ہو۔ تم اپنی قوم کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ سعدؓ بن الربیع نے کہا ہے کہ اگر تمہاری موجودگی میں دشمن کسی طرح بھی رسولؐ اللہ تک پہنچ گیا تو اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر قابل پزیرائی نہ ہوگا کیونکہ تمہارے پاس دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں۔ ان کے مرنے تک میں وہیں کھڑا رہا۔ پھر میں نے رسولؐ اللہ سے آکر ان کا واقعہ بیان کیا۔

محمد بن جعفرالزبیر سے مروی ہے کہ جب رسولؐ اللہ نے حمزہؓ کو اس حالت میں مقتول دیکھا فرمایا اگر صفیہ کو رنج نہ ہو یا میرے بعد یہ سنت نہ ہوجائے تو میں ان کو بغیر دفن کئے اس طرح یہاں چھوڑ دوں تاکہ درندے اور پرندے ان سے شکم پری کرلیں اور اگر اللہ تعالٰی نے کسی جگہ بھی مجھے قریش پر فتح عطا کی تو میں ان کے تیس مقتولوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ آپؐ کے چچا کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا اس پر اس قدر رنج اور غصہ ہے' انہوں نے عرض کیا اگر ہمیں کسی دن ان مشرکین پر فتح حاصل ہوئی تو ہم ان کے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے کہ آج تک کسی عرب نے کسی کے ساتھ نہ کیا ہو۔

صفیہ بن عبدالمطلب اپنے حقیقی بھائی حمزہؓ کو دیکھنے آئیں' رسولؐ اللہ نے ان کے بیٹے زبیرؓ بن العوام سے کہا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور لوٹا دو تاکہ جو کچھ ان کے بھائی کے ساتھ ہوا ہے وہ اسے دیکھنے نہ پائیں۔ زبیرؓ ان کے پاس چلے گئے اور کہا اماں جان رسولؐ اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کے اعضاء کو قطع کیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ محض اس وجہ سے اگر مجھے ممانعت کی گئی ہے تو میں اس سے خوش نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ میں

Marfat.com

صبر و تحمل سے کام لوں گی۔ زبیرؓ نے رسولؐ اللہ سے آکر ان کا قول بیان کیا' آپؐ نے کہا اچھا ان کو جانے دو۔ وہ حمزہؓ کے پاس آئیں' ان کو خوب دیکھا' ان پر رحمت بھیجی انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ان کے لئے طلب مغفرت کی۔ پھر رسولؐ اللہ کے حکم سے وہ دفن کردیئے گئے۔

عبداللہ بن حجش کی اولاد میں سے بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن حجش کے ساتھ بھی مشرکین نے وہی سلوک کیا جو حمزہؓ کے ساتھ کیا تھا' البتہ ان کا کلیجہ نہیں نکالا۔ یہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حمزہؓ ان کے ماموں تھے۔ رسولؐ اللہ نے ان کو بھی حمزہؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کردیا۔

ابن اسحٰق بن عمرو بن قتادہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں حاطب بن امیہ بن رافع ایک شخص تھا اور یزید بن حاطب اس کا بیٹا تھا۔ جنگ احد میں وہ زخمی ہوا حالت نزع میں اسے لوگ گھر لائے۔ تمام گھروالے جمع ہوگئے۔ تمام مسلمان مرد اور عورتیں کہنے لگیں اے ابن حاطب تم کو جنت کی بشارت ہو' اس پر اس کے باپ حاطب نے جس کی تمام عمر زمانہ جاہلیت میں بسر ہوچکی تھی اس وقت نفاق ظاہر کیا اور کہنے لگا کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ کیا جنگلی روسہ کی جنت کی بشارت دیتے ہو۔ بخدا تم نے اس لڑکے کو دھوکہ میں ڈالا اور مجھے اس کی موت کا صدمہ دیا۔ ہم میں ایک باہر والا بھی تھا۔ کسی کو معلوم نہ تھا وہ کس مقام کا باشندہ ہے۔ قزمان اس کا نام تھا۔ جب رسولؐ اللہ کے سامنے اس کا ذکر آتا تو آپؐ فرماتے وہ دوزخی ہے۔ جنگ احد میں وہ نہایت ہی شجاعت اور بسالت سے لڑا۔ اس نے آٹھ یا نو مشرکوں کو تہ تیغ کردیا یہ ایک زبردست بہادر آدمی تھا۔ جب زخموں نے اسے بے کار کردیا لوگ اسے بنی ظفر کے مکان پر اٹھا لائے۔ بعض مسلمان سے کہنے لگے قزمان آج تو تم نے خوب مردانگی دکھائی تم کو بشارت ہو۔ اس نے کہا کس بات کی بشارت بخدا میں تو اپنی قومی روایات شجاعت کو برقرار رکھنے کے لئے اس طرح لڑا' اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں جنگ میں شرکت ہی نہ کرتا۔ جب اس کے زخموں کی تکلیف زیادہ بڑھی اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی نبضیں قطع کردیں۔ اس سے بدن کا تمام خون بہہ گیا اور وہ مرگیا۔ رسولؐ اللہ کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں واقعی اللہ کا رسول ہوں۔

جنگ احد میں مخزیق الیہودی مارا گیا۔ احد کے دن اس نے یہودیوں سے کہا کہ محمدؐ کی

نصرت ہم پر فرض ہے۔ یہودی کہنے لگے مگر آج سنیچر ہے۔ اس نے کہا میں سنیچر کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اس نے تلوار سنبھالی اور دوسری ضروریات جنگ ساتھ لیں اور کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرا تمام مال محمدؐ کو دے دیا جائے وہ جس طرح چاہیں اسے استعمال میں لائیں۔ ان انتظامات سے فارغ ہوکر وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپؐ کے ساتھ قریش سے لڑا اور مارا گیا۔ رسولؐ اللہ نے جہاں تک معلوم ہوا ہے فرمایا کہ مخزیق یہود میں سب سے بہتر ہے۔

مسلمانوں نے اپنے بعض مقتولین کو مدینہ لاکر دفن کردیا مگر رسول نے اس کی ممانعت کردی اور کہا جہاں وہ گرے ہیں وہیں ان کو دفن کرو۔

آپؐ احد سے مدینہ واپس ہوئے۔ حمنہ حجش آپؐ کے پاس آئیں، ان سے کہا گیا تھا کہ تمہارے بھائی عبداللہ بن حجش مارے گئے۔ انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ان کے لئے دعا مغفرت کی۔ اس کے بعد ان سے ان کے ماموں حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قتل کی اطلاع دی گئی۔ اس پر بھی انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور مغفرت کی۔ اس کے بعد ان کے خاوند مصعب بن عمیر کے قتل کی اطلاع دی گئی یہ سنتے ہی وہ چیخ اٹھیں اور رونے لگیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا عورت کے قلب میں شوہر کی خاص جگہ ہوتی ہے۔ انہوں نے بھائی اور ماموں پر ضبط کیا مگر شوہر کی موت پر چیخ اٹھیں۔

رسولؐ اللہ بنی عبدالاشہل اور ظفر انصاریوں کے ایک گھر سے گزرے آپؐ نے وہاں نوحہ وبکا کا شور سنا جو وہ اپنے مقتولین پر کررہے تھے۔ خود آپؐ کی آنکھیں اشکوں سے ڈبڈبا گئیں اور گریہ طاری ہوگیا۔ پھر فرمایا لیکن حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں ہے۔ جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنو عبدالاشہل کے خاندانی گھر آئے تو انہوں نے عورتوں سے کہا کہ تم چادریں اوڑھ کر جاؤ اور رسول کے چچا پر نوحہ کرو۔

محمد سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس آئے جس کا شوہر، بھائی اور باپ جنگ احد میں مارے گئے تھے جب اس کو ان سب کی شہادت کی خبر دی گئی اس نے پوچھا یہ بتاؤ کہ رسولؐ اللہ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا اے ام فلاں وہ بالکل اچھے اور خیریت سے ہیں۔ اس نے کہا مجھے بتاؤ تاکہ میں بچشم خود ان کو دیکھ لوں۔ لوگوں نے اشارے سے آپؐ کو بتایا۔ اس نے آپؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کی موجودگی میں ہر مصیبت بے حقیقت ہے۔

Marfat.com

جب رسولؐ اللہ خود اپنے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنی تلوار اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو دی اور فرمایا بیٹی اس پر خون ہے اسے دھو ڈالو۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنی تلوار فاطمہؓ کو دی اور کہا اس کا خون دھو ڈالو' آج اس نے مجھے خوب کام دیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر تم نے آج جنگ میں پورا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابودجانہ اساک بن خرشہ نے بھی اپنا حق ادا کیا ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اپنی تلوار فاطمہؓ کو دی تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

ترجمہ: "اے فاطمہؓ یہ تلوار لو جس سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ میں بزدل اور نکما ہوں۔"

قسم ہے میری جان کی میں احمدؐ کی محبت اور اپنے رب کی اطاعت میں جو اپنے بندوں پر رحیم ہے لڑا۔

اس حال میں کہ تلوار میرے ہاتھ میں روشن ستارے کی طرح تھی جسے میں پھرا رہا تھا اور اس سے میں کندھوں اور پسلیوں کو قطع کررہا تھا۔

میں اسی طرح شمشیر زنی کرتا رہا یہاں تک کہ میرے رب نے ان کی جماعت کو پراگندہ کردیا اور ہم نے ہر حلیم شخص کے دل کو دشمن کے قتل سے ٹھنڈا کردیا۔

اگرچہ احد میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا جو ایک طرح سے آزمائش تھی۔ اور گو اس جنگ میں آپؐ کو صحابہؓ کی جراحتیں پہنچی تھیں' لیکن آپؐ نے شکست قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آپؐ نے اپنے اصحاب میں سے ان لوگوں کو جو کوچ کی استطاعت رکھتے تھے' حکم دیا کہ قریش کا تعاقب کریں اور وہ ان کے سر پر پہنچ گئے۔ وہ اپنی کم تعداد اور دشمن کی کثرت سے ذرا بھی ہراساں نہ ہوئے۔ ابتلاء کے بادل چھٹ گئے اور وہ کامیاب و کامران مدینہ واپس آئے۔ یہ جنگ مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہونے کی وجہ سے اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ احد کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی جلدبازی' اصول' جنگ سے روگردانی' مال کی حرص اور اپنے نبیؐ کی نافرمانی کا بیان فرمایا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو معاف

کردیا اور نبیؐ کو بھی انہیں معاف کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سورۃ آل عمران میں یہ ساری باتیں حسن و خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

Marfat.com

تیسرا باب

بیعت عقبہ

اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کرنے کے بعد رسولؐ اللہ پر مظالم شروع کردیئے گئے۔ پانچ سال تک ان تلخیوں اور تکلیفوں کو سہتے مجبوراً" رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو مکہ چھوڑ کر حبشہ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ 83 مرد اور 17 عورتیں مکہ سے حبشہ چلی گئیں۔

بنی ہاشم اور خاص کر حضرت ابو طالب سے بھی کافروں نے ہر قسم کے تعلقات توڑ ڈالے۔ بعثت کے دسویں سال حضرت ابوطالب انتقال کر گئے اور ان کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی وفات پائی۔ اب دشمنوں کو مزید دست درازی کا موقع ملا اور آنحضرتؐ کو زیادہ ستانے لگے۔ حتیٰ کے ایک دن کسی کافر نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی۔ اس لئے آنحضرتؐ کو اہل مکہ کے اسلام سے مایوسی ہوگئی اور اس تلاش میں ہوئے کہ کوئی ایسا کو قبیلہ ملے جو اسلام کی حمایت کے لئے تیار ہوجائے تو اس کے ساتھ مل کر تبلیغ رسالت کے فرائض ادا کروں۔ ایک روز آپؐ مکے سے نکل کر طائف کے سفر پر روانہ ہوئے۔ آپؐ کو قبیلہ ثقیف سے مدد ملنے کی امید تھی، لیکن یہاں بھی مایوسی ہوئی۔ انہوں نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ غنڈوں اور آوارہ چھوکروں کو بھی آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپؐ کو اتنا پریشان کیا کہ درماندگی کے عالم میں ایک باغ کے پاس پہنچے اور وہاں ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوگئے۔ دو قریش بھائی عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ اس باغ کے مالک تھے، جنہوں نے اپنے غلام عداس کو آپؐ کی خدمت کے لئے بھیجا۔

اس واقعہ کے بعد آپؐ مکہ واپس آگئے تو مطعم بن عدی نے آپؐ کو پناہ دی۔ اب نبی کریمؐ حج کا انتظار کرنے لگے کہ قبائل عرب کے سامنے اپنی دعوت پیش کریں اور دیکھیں کہ کون اسے گوش ہوش سے سنتا ہے کون رد کردیتا ہے؟ اتفاقاً" مدینے کے کچھ لوگ بھی مکہ میں آئے۔ انہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور متاثر ہوئے۔ علامہ جریر بن طبری اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اللہ نے ارادہ کرلیا کہ وہ اپنے دین کو غالب کرے

Marfat.com

اپنے نبیؐ کو معزز بنائے اور جو وعدہ اس نے رسولؐ اللہ سے کیا تھا' اسے ایفا کردے تو اس حج کا موقع آیا جس میں رسولؐ اللہ کی ملاقات انصار سے ہوئی۔ اس سال بھی حسب دستور آپؐ قبائل عرب سے ملے اور اپنے آپؐ کو ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ اسی حالت میں عقبہ کے قریب خزرج کی ایک جماعت سے جس کے ساتھ اللہ کو بھلائی مقصود تھی آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے ان سے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم خزرج کی ایک جماعت ہیں۔ رسولؐ اللہ نے پوچھا کیا تم یہودیوں کے موالی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ذرا بیٹھتے نہیں کہ تم سے کچھ باتیں کروں۔ انہوں نے کہا بہتر ہے ہم بیٹھ جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپؐ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان کو اللہ کی دعوت دی' اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا۔

اللہ نے ان کو پہلے ہی اسلام کے لئے اس طرح آمادہ کررکھا تھا کہ یہودی جو ان کے علاقوں میں آباد تھے چونکہ اہل کتاب اور عالم تھے اور یہ لوگ مشرک بت پرست تھے اور یہودیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ کررکھا تھا' جب کبھی ان میں کوئی تنازع ہوتا تو یہودی ان سے کہتے کہ ٹھہر جاؤ بہت جلد ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے' اس کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہارا اس طرح قلع قمع کریں گے جس طرح عاد اور ارم ملیا میٹ ہوئے۔ اسی لئے جب رسولؐ اللہ نے ان سے باتیں کیں اور ان کو اللہ کی دعوت دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "جانتے ہو بخدا ضرور یہ ہی وہ نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے سے یہودی تم کو ڈراتے تھے۔ اب یہ نہ ہو کہ وہ تم سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی دعوت قبول کرکے ان کی تصدیق کریں اور اسلام لے آئیں۔" اسی خیال سے انہوں نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ ہم نے اپنی قوم کو چھوڑا' اور واقعہ یہ ہے کہ باہمی عداوت و رقابت کی وجہ سے ہم میں کوئی قومیت ہی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ آپؐ کی وجہ سے پھر ان کی بات بنا دے' ہم ان کے پاس جاتے ہیں ان کو آپؐ کی دعوت پہنچاتے ہیں اور یہ دین جو ہم نے قبول کرلیا ہے پیش کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے ان سب کو اس بات پر متحد کردیا تو آپؐ سے زیادہ ہماری نظر میں اور کوئی معزز نہ ہوگا۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ ایمان لاکر آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرکے اپنے اپنے وطن چلے گئے' یہ قبیلہ خزرج کے چھ شخص تھے۔ مدینہ واپس آکر انہوں نے اپنی قوم سے رسولؐ اللہ کا ذکر کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی جو ان میں بہت مقبول ہوئی۔ انصار کا کوئی گھر

ایسا نہ رہا جہاں رسولؐ اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ دوسرے سال حج میں انصار کے بارہ آدمی مکہ آئے اور انہوں نے عقبہ میں رسولؐ اللہ سے ملاقات کی۔ یہ پہلا عقبہ ہے اور رسول اللہ کے ہاتھ پر التوائے جنگ کی شرط پر بیعت کی۔ یہ اس وجہ سے کہ اب تک مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ یہ بارہ اشخاص تھے۔

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ میں عقبہ اولیٰ میں موجود تھا' ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے رسولؐ اللہ کی بیعت کی۔ بیعت اس اقرار پر کی گئی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو ذرا سا بھی شریک نہ کریں گے' چوری نہ کریں گے' زنا نہ کریں گے' اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور اپنے دل سے گھڑ کر کوئی بہتان اور غلط بات کسی کے لئے نہیں کہیں گے اور کسی نیک بات میں رسولؐ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تم کو جنت ملے گی اور اگر اس میں سے کسی بات کی خلاف ورزی کرو گے اور اس کی پاداش میں دنیا ہی میں تم سے میرا مواخذہ ہوگیا تو وہ سزا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گی۔ اور اگر قیامت تک اس خطا پر پردہ پوشی کی گئی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' وہ چاہے معاف کردے۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب انصار کی یہ جماعت آپؐ سے رخصت ہوئی تو آپؐ نے مصعب بن عمیر بن ہاشمؓ کو ان کے ہمراہ کردیا اور ہدایت کی کہ وہ ان کو قرآن پڑھ کر سنایا کریں' اسلام کی دعوت دیں اور اس کے مسائل سمجھائیں۔ اس سلسلہ میں مروی ہے کہ اسد بن زرارہ ایک مرتبہ مصعب بن عمیر کو بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے گھروں میں لے گیا۔ سعد بن معاذ بن النعمان بن امری القیس اسعد بن زرارہ کی خالہ کا بیٹا تھا۔ اسعد' مصعبؓ کو لے کر بنی ظفر کے ایک احاطہ میں' جو ان کے کنوئیں (برعرق) پر بنا ہوا تھا' وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے۔ جو لوگ اسلام لے آئے تھے وہ ان کے پاس آ بیٹھے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اس وقت اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے سردار تھے اور اپنے ہم قوموں کی طرح مشرک تھے۔ جب ان کو مصعبؓ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا یہاں کیا کررہے ہو۔ یہ دو شخص آئے ہیں تاکہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنائیں۔ ان کے پاس جاؤ اور ان کو منع کردو تاکہ وہ ہماری بستی میں نہ آئیں۔ تم کو معلوم ہے کہ اسعد بن زرارہ میرا عزیز قریب ہے۔ اگر اس کا بیچ نہ ہوتا تو مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ میں خود ہی اس کا انتظام کردیتا۔ مگر میں مجبور ہوں۔ وہ میرا خالہ

Marfat.com

زاد بھائی ہے اس لئے میں خود اس کے خلاف قدم نہیں بڑھا سکتا۔ اسید بن حضیر نے اپنا بھالا لیا اور وہ ان دونوں کے پاس آیا۔ اسے آتا دیکھ کر اسعد بن زرارہ نے مصعبؓ سے کہا دیکھو یہ اپنی قوم کا سردار ہے تمہارے پاس آرہا ہے' اس کو مسلمان بنانے کی پوری کوشش کرنا۔ مصعبؓ نے کہا یہ بیٹھے تو میں اس سے کلام کروں۔ وہ ان کو کھڑا ہوا گالیاں دیتا رہا اور اس نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو' تم ہمارے کمزور لوگوں کو احمق بنانا چاہتے ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہاں اگر تم کو خود اپنے متعلق کوئی ضرورت لائی ہے تو بیان کرو۔ مصعبؓ نے کہا آپ ذرا بیٹھ جائیں تو کہوں۔ اگر آپ کو میری بات بھلی معلوم ہو تو قبول کیجئے گا۔ اسید نے کہا یہ بات معقول ہے۔ اب اس نے اپنا بھالا زمین پر گاڑ دیا اور ان دونوں کے قریب آ بیٹھا۔ مصعبؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان دونوں سے مروی ہے کہ اب بخدا ہم نے قبل اس کے کہ وہ کچھ کہے اس کے چہرے کی چمک اور طبیعت کی نرمی سے اسلام کے آثار نمایاں دیکھے۔ پھر اس نے کہا یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ اچھا آپ یہ بتایئے کے جب کوئی اس دین میں داخل ہونا چاہے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہا تم غسل کرو' اپنے کپڑے پاک کرو اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھو اور پھر دو رکعت نماز۔ اسید اٹھا' نہایا کپڑے پاک کئے' کلمہ شہادت پڑھا اور پھر بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ فارغ ہوکر اس نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ یہاں ایک اور شخص ہے اگر وہ اس دین میں تمہارے ساتھ ہوجائے تو پھر اس قوم والوں میں سے کوئی اس سے بچھڑ نہیں سکتا اور میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا بھالا سنبھالا اور سعد اور اس کی قوم کے پاس آیا۔ جب سعد بن معاذ نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو اپنی قوم سے کہا بخدا اسید کے چہرے کی اب وہ کیفیت نہیں ہے جو یہاں سے جاتے ہوئے تھی' وہ بالکل بدلا ہوا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ جب وہ چوپال کے نزدیک آکر کھڑے ہوا' اسعد نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے دونوں سے باتیں کیں مجھے تو وہ قابل اندیشہ نظر نہیں آتے۔ میں نے ان کی ممانعت کی' انہوں نے اقرار کیا کہ ہم تمہارے کہنے کے مطابق ہی عمل پیرا ہوں گے۔ مگر مجھ سے کہا گیا کہ بنی حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے چل نکلے ہیں اور چونکہ اسعد تمہارا خالہ زاد بھائی ہے' اسے قتل کرکے وہ تمہاری رسوائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور تحقیر مقصود ہے۔

یہ سنتے ہی سعد آگ بگولہ ہوکر تیزی سے اس پریشان کن اطلاع کی وجہ سے ان کی

طرف لپکا اور اس نے اسید کے ہاتھ بھالا چھین لیا اور کہا خدا کی قسم تم نکمے ہو تم کچھ نہ کرسکے' وہ دونوں کی طرف چلا اور جب اس نے ان دونوں کو اطمینان سے بیٹھا ہوا پایا تو وہ تاڑ گیا کہ اسید نے اس حیلہ سے ان کے پاس بھیجا ہے تاکہ یہ ان کی باتیں سنے۔ سعد کھڑا ہوا ان کو گالیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے اسعد بن زرارہ سے کہا اے ابو امامہ اگر تم میرے عزیز قریب نہ ہوتے تو تم کو کبھی اس بات کی جرات نہ ہوتی کہ ایسی بات ہماری بستی میں پیش کرتے جو ہم ناپسند کرتے ہیں۔

اسے آتا دیکھ کر اسعد نے مصعب سے کہا کہ دیکھو یہ تمام لوگوں کا جو یہاں جمع ہیں سردار ہے اگر اس نے تمہاری اقتدا کی تو پھر کوئی بھی تمہاری مخالفت نہ کرے گا مصعبؓ نے سعد بن معاذ سے کہا ذرا تشریف رکھیے اور سنئے اگر گوارا ہوا تو قبول کیجئے اور اگر ناگوار ہو تو ہم کوئی آئندہ بات ایسی نہ کریں گے جو آپ کو ناپسند ہو۔ سعد نے کہا یہ معقول بات ہے۔ اس نے اپنا بھالہ گاڑا اور پاس بیٹھ گیا۔ مصعب نے اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا۔ یہ دونوں کہتے ہیں بخدا قبل اس کے کہ وہ خود اس کے متعلق کچھ کہے ہم نے اس کے چہرے کی چمک اور تواضع سے اسلام کے آثار ہویدا دیکھے۔ پھر خود اس نے کہا جب کوئی اس دین میں داخل ہوتا ہے تو وہ کیا طریقہ اختیار کرتا ہے انہوں نے کہا غسل کرو اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو' کلمہ شہادت زبان سے ادا کہو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ سعد اٹھا' نہایا' اس نے دونوں کپڑے پاک کیے' کلمہ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا بھالا لیا اور اپنی قوم کی بیٹھک کی طرف پلٹا۔ اس کے ساتھ اسید بن حضیر بھی تھا' اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اس کی قوم والوں نے کہا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سعد کا اب وہ بشرہ نہیں ہے جو یہاں سے لے کر گیا تھا' اس کی صورت ہی پہلی سی نہیں رہی' ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔ سعد نے پاس آکر ان سے کہا اے بنی عبدالاشہل میری بات تمہارے نزدیک کیسی ہے۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں' اپنی رائے میں ہم سب سے افضل ہیں اور ہم سب میں مسعود و مبارک ہیں۔ سعد نے کہا جب تم لوگ مجھے ایسا سمجھتے ہو تو اب تاوقتیکہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آؤ میں تمہارے کسی مرد اور عورت سے کلام نہیں کروں گا۔

اس کی بات کا یہ اثر تھا کہ شام نہ ہونے پائی اور تمام بنی عبدالاشہل زن و مرد اسلام لے آئے' اسعد اور مصعبؓ وہاں سے پلٹ کر اسعد کے گھر آگئے۔ مصعبؓ برابر اس کے

Marfat.com

یہاں مقیم رہ کر اشاعت اسلام کرتے رہے یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں مرد و عورت مسلمان نہ ہوگئے ہوں۔ البتہ امیہ بن زید' خطمہ' وائل اور واقف کے گھر اس سے مستثنٰی تھے۔ یہ ہی گھرانے اوس اللہ بن حارثہ ہیں۔ ان کے اسلام نہ لانے کا سبب یہ ہے تھا کہ ابو قیس بن الاسلمت صیفی ان کا مشہور شاعر اور قائد تھا۔ یہ اس کی ہر بات کو مانتے اور تسلیم کرتے تھے۔ اس نے ان سب کو اسلام سے روک دیا۔ رسولؐ اللہ کے ہجرت کر کے مدینے آنے اور بدر' احد اور خندق کی لڑائیوں تک ان کی یہی حالت رہی۔

پھر مصعب بن عمیرؓ مکہ چلے آئے اور انصاری مسلمان اپنے دوسرے مشرک ہم قوموں کے ساتھ حج کرنے مکہ آئے اور جب اللہ نے ان کی عزت افزائی' اپنے نبی کی نصرت اور اسلام اور مسلمانوں کا اعزاز اور شرک اور مشرکین کی تذلیل کرنا چاہی تو ان لوگوں نے وسط ایام تشریق میں عقبہ میں آپؐ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

کعب بن مالک سے' جو عقبہ میں شریک اور موجود تھے اور جنہوں نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر اس وقت بیعت کی ہے' مروی ہے کہ ہم اپنی قوم کے حاجیوں کے ہمراہ مکہ چلے آئے اس سے پہلے ہم نماز اور مذہب اسلام سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ براء بن معرور ہمارے سردار اور بزرگ ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم اس حج کے ارادے سے مدینے سے روانہ ہوئے تو براء نے ہم سے کہا لوگو' میرے دل میں ایک بات آئی ہے مگر میں کہہ نہیں سکتا کہ تم بھی اسے مانو گے اور اس پر عمل کرو گے یا نہیں۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یہ بات میرے ذہن میں آئی ہے کہ میں اس عمارت یعنی کعبہ کی طرف نماز میں اپنی پشت نہ کیا کروں بلکہ اس کی سمت منہ کر کے نماز پڑھوں۔ ہم نے کہا مگر ہمیں تو نبی صلعم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ شام کی طرف مواجہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ہم ان کی مخالفت کرنا نہیں چاہتے۔ براء نے کہا مگر اب تو میں کعبہ ہی کی سمت نماز پڑھوں گا۔ ہم نے کہا مگر ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو ہم شام کی طرف نماز پڑھتے اور براء کعبہ کی سمت پڑھتے۔ ہم مکہ آئے براء کی اس بات کو معیوب سمجھتے تھے کہ کیوں انہوں نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ مکہ آکر انہوں نے مجھ سے کہا اے میرے برادر زادے تم مجھے رسولؐ اللہ کی خدمت میں لے چلو تاکہ میں یہ دریافت کروں کہ اثنائے سفر میں جو کچھ میں نے کیا وہ درست ہے یا نہیں؟ بخدا میرے دل میں تم لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اس بات کے متعلق ایک کھٹک پیدا ہوگئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صاف ہو جائے۔ ہم رسولؐ

Marfat.com

اللہ کو دریافت کرتے ہوئے چلے۔ ہم آپؐ کو پہچانتے نہ تھے اور اب تک آپؐ کو نہیں دیکھا تھا۔

ایک مکہ والے سے ملاقات ہوئی ہم نے اس سے رسولؐ اللہ کو دریافت کیا۔ اس نے پوچھا کیا تم دونوں ان کو پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں' اس نے کہا کیا عباس کو پہچانتے ہو' ہم نے کہا ہاں ہم عباس کو اس لئے پہچانتے تھے کہ وہ ہمیشہ تجارت کے لئے ہمارے یہاں آیا کرتے تھے۔ اس نے کہا جب تم مسجد میں داخل ہوگے تو جو شخص عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا ہوا ہے وہی رسولؐ ہیں۔ ہم مسجد میں آئے' عباس اور ان کے پاس رسولؐ اللہ بیٹھے تھے۔ ہم سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ رسولؐ اللہ نے عباس سے پوچھا' ابوالفضل آپؐ کو جانتے ہیں' انہوں نے کہا ہاں' یہ براء بن معرور اپنی قوم کا سردار ہے اور یہ دوسرا کعب بن مالک ہے۔ میں رسولؐ اللہ کے اس قول کو نہیں بھولوں گا کہ آپؐ نے فرمایا شاعر! عباس نے کہا جی ہاں وہی۔ اب براء نے عرض کیا اے نبی اللہ اسی سفر میں اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت کی اور یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ میں اس عمارت کی طرف اپنی پشت نہ کروں اس لئے میں نے اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔ میرے دوستوں اور رفیقوں نے اس بات کی مخالفت کی۔ اس وجہ سے اس کے متعلق میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ آپؐ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر قائم تھے تم کو اسی پر صبر کرنا چاہیے تھے۔ آپؐ کے ارشاد سے براء پھر رسول اللہ کے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے لگے اور انہوں نے ہمارے ہمراہ شام کی نماز پڑھی۔ اگرچہ ان کے گھر والے اس بات کے مدعی ہیں کہ براء نے مرتے دم تک کعبہ کی طرف ہوکر نماز پڑھی۔ مگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ ہم اس بات کو ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ اب ہم حج کے لئے چلے اور وسط ایام تشریق میں ہم نے عقبہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔

حج سے فارغ ہو کر جب وہ رات آگئی جس میں ہم نے آپؐ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا چونکہ ہمارے ساتھ عبداللہ بن حرام ابو جابر بھی تھا' ہم نے اسے اس بات سے آگاہ کردیا۔ اب تک ہم اپنی اس بات کو اپنے ساتھی ہم قوم مشرکین سے چھپاتے تھے۔ ہم نے اس سے گفتگو کی اور کہا ابو جابر تم ہمارے سرداروں میں ہو اور ہمارے اشراف ہو۔ اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ تم کو مشرک کی ذلالت سے بچائیں جس میں تم مبتلا ہو تاکہ کل قیامت میں

Marfat.com

دوزخ کے کندے نہ بنو۔ پھر ہم نے اسے اسلام کی دعوت دی اور بتایا کہ آج عقبہ میں ہمارا رسولؐ اللہ سے ملنے کا وعدہ ہے۔ ابو جابر اسلام لے آئے اور ہمارے ساتھ عقبہ گئے۔ وہ رات ہم نے اپنی قوم کے ساتھ قیام گاہ میں بسر کی۔ جب ایک ثلث رات گزر گئی تو ہم حسب قرار اور رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اپنی فرودگاہوں سے خفیہ طور پر دبے قدم نہایت خاموشی کے ساتھ ایک ایک کرکے نکلے اور گھاٹی کے پاس والے درے میں جمع ہوئے۔ ہم ستر آدمی تھے ان میں دو عورتیں انہیں کی بیویاں تھیں۔ ہم سب درے میں جمع ہوکر رسولؐ اللہ کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے۔ اگرچہ یہ اب تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے مگر چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے کام میں مصروف ہوں اور ان کے لئے پوری طرح اطمینان و اعتماد حاصل کرلیں۔

سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی اور کہا اے گروہ خزرج عرب انصار کے اس قبیلے کو چاہے خزرج ہوں یا اوس ایک ہی نام خزرج سے موسوم کرتے تھے۔ محمدؐ ہمارے ہیں' تم بھی واقف ہو۔ ہم نے ان کو اپنے ان قوم والوں سے جو میرے مسلک پر ہیں بچایا ہے' اپنی قوم کی وجہ سے ان کی خاص عزت و وقعت ہے وہ اپنے وطن میں امن و حفاظت کے ساتھ ہیں مگر اب وہ اس بات پر بالکل تل گئے ہیں کہ تمہارے یہاں جا رہیں اور وہیں سکونت اختیار کرلیں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ جس غرض سے تم نے ان کو دعوت دی ہے اسے پورا کرو گے اور مخالفین سے ان کی حفاظت کروگے تو بے شک تم اس بار کو اٹھالو' ورنہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے یہاں چلے جانے کے بعد تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے اور ان کی حمایت سے دست کش ہوجاؤ گے تو بہتر یہ ہے کہ اسی وقت ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ یہاں بھی اپنی قوم کی وجہ سے وہ معزز ہیں اور اپنے وطن میں بحفاظت اطمینان سے رہ رہے ہیں۔ جو کچھ تم نے کہا ہم نے سنا۔ اب آپ رسولؐ اللہ فرمائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ بخدا آپ جو چاہیں اپنے لئے عہد و پیمان لے سکتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے گفتگو شروع کی پھر قرآن پڑھ کر سنایا' اللہ کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس پر براء نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس لے آپؐ کو بجا طور پر نبی مبعوث فرمایا' ہم آپؐ کی حفاظت کریں گے جس

Marfat.com

طرح کہ ہم اپنی ازاروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس شرط پر ہم نے رسولؐ اللہ کی بیعت کی۔ بخدا ہم اہل حرب اور اہل جماعت ہیں اور یہ فخر ہم کو ورا شتا" اپنے بزرگوں سے ملتا رہا ہے۔

براء ابھی گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ان کی بات کاٹ کر ابوا لہیثم بن تیہان بنی عبدالاشہل کے حلیف نے کہا اے رسولؐ اللہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے ہم اسے قطع کر دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کر دیا اور اللہ نے آپؐ کو غلبہ عطا فرمایا تو کیا آپؐ ہمیں چھوڑ کر پھر اپنی قوم کے پاس چلے جائیں گے۔ رسولؐ اللہ نے تبسم فرمایا پھر کہا خون، خون۔ بربادی، بربادی۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو۔ جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا۔ جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ نقیب مجھے دو کہ میں ان کو ان کی قوم کی نگرانی اور سیاست کے لئے مقرر کروں۔ چنانچہ انہوں نے بارہ نقیب جس میں نو خزرج اور تین اوس کے تھے انتخاب کر دیئے۔

رسولؐ اللہ نے ان نقیبوں سے فرمایا تم اپنی قوم کے وعدوں کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حواری عیسیٰؑ کے کفیل تھے اور اپنی قوم کا میں کفیل ہوں۔ انہوں نے کہا اچھی بات ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں۔

عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ سب جماعت رسولؐ اللہ کی بیعت کے لئے آمادہ ہوئی عباس بن عبادہ نضلۃ الانصاری نے جو بنی سالم بن عوف کا رشتہ دار تھا نے سب کو مخاطب کر کے کہا تم ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے تم پر عائد ہوں گی۔ انہوں کہ کہا ہاں سمجھ گئے۔ اس نے کہا اس بیعت کے معنی ہیں کہ تم کو تمام دنیا سے لڑنا پڑے گا۔ سب تمہارے دشمن ہو جائیں گے تو اگر ان کی حمایت میں کسی مصیبت کی وجہ سے تمہاری تمام دولت برباد ہو جائے اور تمہارے تمام اشراف مارے جائیں اور پھر تم ان کا ساتھ چھوڑ دو تو اس وقت ایسا کرنے سے بہتر ہے کہ اب ہی انکار کر دو کیونکہ اقرار کے بعد عدم ایفاء کی صورت میں دین و دنیا میں رسوائی ہے۔ اور اگر تم ان تمام مصائب کے پیش آنے کے بعد بھی ایفائے عہد کے لئے آمادہ ہو تو بے شک ان کو اپنے ساتھ لو۔ اس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ اس پر سب حاضرین نے کہا ہم جان و مال کی مصیبت کو برداشت کر کے آپؐ کو لیتے ہیں۔ رسولؐ اللہ آپ فرمائیں اگر ہم نے آپؐ کے ساتھ وفا کی تو ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنت۔

Marfat.com

سب نے کہا ہاتھ پھیلائیے۔ آپؐ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

راوی کا خیال ہے کہ عباس نے یہ تقریر صرف اس لئے کی تھی کہ رسولؐ اللہ کی حمایت اور مدافعت کا عہد زیادہ پختگی سے ان کی ذمے عائد ہو' مگر عبداللہ بن ابی بکر کا خیال ہے کہ عباس نے یہ تقریر اس لئے کی تھی کہ اس رات کو وہ لوگ آپؐ کی بیعت نہ کریں' وہ چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابوسلول بھی اس عہد میں شریک ہو تو اس جماعت کی بات زیادہ قوی ہوجائے گی۔ بنی النجار مدعی ہیں کہ سب سے پہلے ابو امامہ اسعد بن زرارہ نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے ہاتھ رکھا اور بنی عبدالاشہل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو الہیثم بن تیہان نے بیعت کی۔

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اس موقع پر براء بن معرور نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھا اور بیعت کی' اس تمام جماعت نے متواتر بیعت کی۔ جب ہم بیعت کرچکے تو میں نے ایسی بلند اور صاف آواز میں جو میں نے کبھی نہ سنی تھی' گھاٹی کی چوٹی پر سے شیطان یہ کہتے سنا' اے اہل جبل تم کو اس شخص کے ساتھ معاہدہ کرنے اور تبدیلی مذہب سے کیا فائدہ ہوگا۔ ہوشیار ہوجاؤ۔ قریش نے تم سے لڑنے کے لئے تصفیہ کرلیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ دشمن خدا کیا بک رہا ہے' یہ گھاٹی کا بھوت ہے' یہ شیطان ہے۔ اے خدا کے دشمن سن لے میں بہت جلد اس کام سے فارغ ہو کر تیری خبر لیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے انصار سے کہا اب تم لوگ اپنی قیام گاہوں کو جاؤ۔ اس موقع پر عباس بن نفلہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو واقعی نبی مبعوث فرمایا ہے۔ حکم ہو تو ہم کل صبح ان لوگوں پر جو منیٰ میں ہیں تلواروں سے حملہ کئے دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کا ابھی حکم نہیں دیا گیا ہے' اس وقت تم تو اپنی قیام گاہوں کو چلے جاؤ۔

ہم اپنی خواب گاہوں کو واپس آکر سو گئے صبح کو قریش کے بیشتر اصحاب ہمارے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے گروہ خزرج ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اس شخص کے پاس گئے تھے اور تم اسے ہمارے خلاف مرضی یہاں سے لے جانا چاہتے ہو اور تم نے ہم سے لڑنے کے لئے اس کی بیعت کی ہے۔ حالانکہ بخدا تمام قبائل عرب میں اس بات کے لئے اتفاق ہے کہ وہ مجھ میں اور تم میں جنگ کرا دے۔ تم سے زیادہ کوئی ہمارے نزدیک مبغوض نہیں۔ اس پر ہماری قوم کے جو مشرک ہمارے ساتھ آئے تھے چونک پڑے اور انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے اور ہم اس بات سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور ان

Marfat.com

کی بات ٹھیک بھی تھی کیونکہ واقعی ان کو کچھ معلوم نہ تھا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا' اتنے میں قریش اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں حارث بن ہشام بن المغیرہ المخزومی بھی تھا وہ نئے جوتے پہنے تھا۔ میں نے شرکت کے لئے یہ بات کہی کہ اے ابو جابر تم بھی ہمارے سردار ہو کیا تم اس قریشی کے ایسے جوتے نہیں خرید سکتے۔ حارث نے یہ بات سن پائی۔ اس نے وہ جوتے پاؤں سے نکال کر میری طرف پھینکے اور کہا بخدا اب تم کو یہ پہننا پڑیں گے۔ ابو جابر نے مجھ سے کہا ذرا خاموش رہو تم نے اسے ناراض کردیا۔ اس کے جوتے واپس دے دو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں یہ تو ہمارے لئے اچھی فال ہے۔ اگر یہ پوری ہوئی تو دیکھنا کہ قتل ہونے کے بعد میں اس کا لباس اور اسلحہ اتاروں گا۔

عقبہ کے متعلق یہ مذکورہ بالا بیان بن مالک کا ہے۔ ابو جعفر کہتے ہیں اور ابن اسحاق کے علاوہ دوسروں نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ انصار ذی الحجہ میں بیعت کے لئے رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے ان کے جانے کے بعد اس سال کے ذی الحجہ کا بقیہ زمانہ محرم اور صفر رسولؐ اللہ مکہ میں رہے۔ ربیع الاول میں آپؐ ہجرت کر کے مدینے روانہ ہوئے اور دو شنبہ کے دن 12 ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔

Marfat.com

چوتھا باب

ہجرت مدینہ

رسولؐ اللہ کی ہجرت مدینہ سے پہلے جب مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ مکہ آگئے اور یہاں بھی مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور مدینہ میں بہت سے انصار اسلام لے آئے اور وہاں اسلام اچھی طرح پھیل گیا اور مدینہ والے مکہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں آنے لگے، قریش نے آپس میں یہ طے کیا کہ ان کو ستائیں اور حملہ کردیں۔ چنانچہ انہوں نے انصار کو پکڑ لیا اور دق کرنے لگے۔ اس سے انصار کو بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی۔ یہ آخری مصیبت تھی جو مسلمانوں کو اٹھانی پڑی۔ دو وقت بڑی مصیبت کے آئے۔ ایک وقت جب کہ انہوں نے حبشہ سے واپس آکر اہل مدینہ کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں آتا دیکھا اور اس کی وجہ سے ان کو ستایا گیا۔ اس کے بعد مدینے کے ستر نقیب جو وہاں کے مسلمانوں کے سردار تھے حج کے زمانہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عقبہ میں آپؐ کی بیعت کی، اور اس شرط پر کہ ہم اور آپؐ ایک ہیں۔ اگر آپؐ یا آپؐ کے صحابہ میں سے جو ہمارے یہاں چلا آئے گا ہم اس کی اپنی جانوں کی طرح حفاظت اور مدافعت کریں گے۔ انہوں نے آپؐ سے عہد و پیمان کئے۔ اس وقت پھر قریش نے مسلمانوں پر سختیاں شروع کیں اور رسولؐ اللہ نے اپنے صحابہ کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا یہ دوسرا فتنہ ہے جس میں آپؐ نے اپنے صحابہ کو مدینہ بھیجا اور خود بھی مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

جب اللہ عزو جل نے اپنے رسولؐ کو لڑائی کی اجازت ان آیات سے دی اور کفار نے آپؐ کی بیعت کرلی تو، آپؐ نے ان مسلمان صحابہ کو جو آپؐ کے ساتھ مکہ میں تھے اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ ہجرت کرکے اپنے انصار بھائیوں کے پاس مدینہ چلے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو تمہارا بھائی بنایا ہے اور مدینہ تمہارے لئے مامن ہے۔ اس اجازت کے بعد مسلمان رفتہ رفتہ مدینہ جانے لگے۔ مگر خود رسولؐ اللہ مکہ میں رہے اور انتظار کرنے لگے کہ جب ان کے رب کے پاس سے ان کو ہجرت کر کے مدینہ جانے کی اجازت ملے تو وہ

Marfat.com

خود بھی جائیں۔ صحابہ میں سے قبیلہ قریش کے خاندان بنی مخزوم میں سے سب سے پہلے ابو سلمہ نے مدینہ ہجرت کی۔ یہ اصحاب عقبہ کی بیعت سے ایک سال قبل مدینہ ہجرت کر گئے تھے۔ یہ حبشہ سے رسولؐ اللہ کے پاس مکہ آئے' جب قریش نے ان کو ستایا اور ان کو انصار کے اسلام لے آنے کی خبر ہوئی تو ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ ان کے بعد مہاجرین میں سے سے پہلے عامر بن ربیعہ جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابن حثمہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ پھر عبداللہ بن حجش اور ابو احمد بن حجش مدینہ آئے۔ آخرالذکر نابینا تھے مگر اس کے باوجود مکہ کے اعلیٰ اور اسفل میں بغیر رہبر کے پھرا کرتے تھے۔ ان کے بعد پھر تو رفتہ رفتہ مسلسل اصحاب رسولؐ مدینہ جانے لگے مگر خود آپؐ مہاجرین صحابہ کے چلے جانے کے بعد بھی اللہ کی اجازت کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت ابوبکرؓ بن قحافہ کے علاوہ جو مہاجرین میں سے مکہ میں رہ گئے تھے ان کو قریش نے یا تو گرفتار کر کے قید کردیا تھا یا سخت مصیبت میں مبتلا کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بارہا رسولؐ اللہ سے ہجرت کی اجازت مانگی مگر آپؐ نے فرمایا جلدی نہ کرو' شاید اللہ تمہارا کوئی اور ساتھی بھی کردے۔ اس بات سے حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید خود رسولؐ اللہ ہی ساتھی ہوں۔

قریش نے جب دیکھا کہ ان کے ملک کے علاوہ دوسرے ملک میں رسولؐ اللہ کے بہت سے پیرو اور ساتھی پیدا ہو گئے ہیں اور مہاجرین ان کے پاس چلے جارہے ہیں تو ان کو محسوس ہوا کہ مسلمانوں کو اچھی پناہ گاہ مل گئی ہے جہاں ان کا قابو نہیں چل سکتا۔ اب ان کو خود رسولؐ اللہ کا مکہ سے چلے جانے کا خوف دامن گیر ہوا اور یہ بات بھی ان کو معلوم ہوگئی کہ آپؐ نے مدینہ جاکر قریش سے لڑائی کا تہیہ کر لیا ہے۔ قریش اس صورت حال پر غور کرنے کے لئے اپنی مجلس میں جو قصیٰ بن کلاب کے گھر تھا اور جہاں مشورہ کے بغیر وہ کوئی معاملہ طے نہیں کرتے تھے جمع ہوئے تاکہ رسولؐ اللہ کے معاملہ پر مشورہ کریں۔ اس کے متعلق ابن عباس سے مروی ہے کہ جب قریش نے رسولؐ اللہ کے معاملہ پر اپنی مجلس میں جمع ہوکر مشورہ اور تصفیہ کرنے کا فیصلہ کرلیا' وہ مقررہ دن میں صبح کو وہاں جمع ہوئے۔ ابلیس ایک بڑے بزرگ شیخ کی شکل میں سر پر ایک پرانا کپڑا ڈالے سامنے آیا اور مجلس کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ قریش نے اسے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں نجد کا شیخ ہوں' جس کام کے لئے تم جمع ہوئے ہو اس کی اطلاع ہوئی تو میں آگیا ہوں کہ

Marfat.com

تمہاری گفتگو سنوں شاید میں بھی کوئی عمدہ مشورہ اور نصیحت کی صلاح دے سکوں۔ قریش نے کہا بہتر ہے آیئے۔ وہ بھی ان کے ساتھ مجلس میں آیا۔ وہاں قریش کے تمام اشراف بلا استثنا جمع تھے' ان کے ہر قبیلہ کے عمائد موجود تھے۔

بنی عبد شمس میں سے ربیعہ کے بیٹے شیبہ اور عتبہ تھے اور ابوسفیان بن حرب تھا۔ بنی نوفل بن عبد مناف میں سے طعیمہ بن عدی جبیر بن مطعم اور حارث بن عامر بن نوفل تھے۔ بنی عبدالدار بن قصی میں سے النضر بن حارث بن کلدہ تھا۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے ابوالبختری بن ہشام' زمعہ بن الاسود بن المطلب اور حکیم بن حزام تھے۔ بنی مخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام۔ بنی سہم میں سے حجاج کے بیٹے نبیہ اور بنی جمح میں سے امیہ بن خلف تھا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے قریش اور دوسرے لوگ جمع تھے۔ اب گفتگو شروع ہوئی' کسی نے کہا اس شخص کی حالت سے تم سب واقف ہو۔ ہمیں اس بات کا بھی خطرہ ہوگیا ہے کہ کہیں یہ اچانک ہمارے اغیار کو لے کر جو اس کے پیرو ہیں ہم پر حملہ نہ کردے۔ لہٰذا اب کیا ہونا چاہیے' اس کا تصفیہ کریں۔ اس پر مشورہ ہونے لگا۔ کسی نے کہا اسے بیڑیاں پہنا کر قید کردو اور اوپر سے دروازہ کو تیغا کردو اور اسی حالت میں اس کے لئے موت کا انتظار کرو۔ آخر اس جیسے دوسرے شعراء زہیر اور نابغہ وغیرہ کو موت آئی' اسے بھی آئے گی۔ (نعوذ باللہ) شیخ نجدی نے کہا بخدا میری رائے یہ نہیں' اگر اس طرح تم اس کو قید کردو گے تو اس کی اطلاع ضرور اس کے دوستوں اور ساتھیوں کو ہوجائے گی کہ تمہارے یہ تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے' یہ رائے مناسب نہیں۔ کوئی اور بات سوچو۔

ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ ایک بات ایسی میری سمجھ میں آئی ہے جس پر اب تک تم میں سے کسی کا خیال نہیں گیا۔ حاضرین مجلس نے کہا ابوالحکم بیان کرو کیا بات ہے۔ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک نہایت دلیر نجیب اور شریف جوانمرد کا انتخاب کرلو پھر ان جواں مردوں میں سے ہر ایک کو ہم ایک شمشیر دیں۔ یہ جماعت اس کے پاس جائے اور سب مل کر ایک وار میں اس کا کام تمام کردیں۔ اس طرح ہم کو ہمیشہ کے لئے اس کی طرف سے چین نصیب ہوجائے گا اور چونکہ ایک جماعت بیک وقت اسے قتل کرے گی اس لئے اس کا قصاص تمام قبائل کے ذمے ہوگا' کسی ایک کے ذمے نہ رہے گا۔ بنو عبد مناف میں پھر یہ قدرت نہ ہوگی کہ اس کے لئے سب قبیلوں سے لڑیں۔ لامحالہ دیت

قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم خوشی سے ان کا خوں بہاء سب کی طرف سے ادا کردیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا بیشک یہ شخص صائب الرائے ہے' اس کی رائے قابل عمل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات تمہارے لئے مفید نہیں۔ اس تصفیہ پر مجلس برخواست اور منتشر ہوگئی۔

حضرت جبرئیلؑ نے رسولؐ اللہ سے آکر کہا کہ آپؐ آج رات اپنے اس بستر پر جس پر آپؐ معمولاً استراحت فرماتے ہیں نہ سوئیں۔ چنانچہ حسب قرارداد عشاء کے بعد کفار آپؐ کے دروازہ پر جمع ہوئے اور تاک میں لگے کہ جب آپؐ سوجائیں وہ حملہ کرکے آپؐ کو ختم کردیں۔ رسولؐ اللہ نے جب دیکھا کہ کفار آگئے ہیں تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے کہا تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری سبز اونی چادر اوڑھ لو۔ تم کو ان کی طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ رسولؐ اللہ جب سوتے تھے تو ہمیشہ اسی چادر کو اوڑھتے تھے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اس قصہ میں اس مقام پر بعض راویوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے یہ بھی کہا کہ اگر ابن ابی قحافہ تمہارے پاس آئے تو اس سے کہہ دینا کہ میں جبل ثور جاتا ہوں تم میرے پاس آجاؤ۔ تم مجھے کھانا بھی بھیجنا' کرایہ کا ایک رہنما بھیجنا جو مجھے مدینہ کے راستے لے جائے اور ایک اونٹنی بھی میرے لئے خرید لینا۔ یہ ہدایات دے کر رسول اللہ چلے گئے جو لوگ آپؐ کے انتظار میں چھپے بیٹھے تھے ان کی آنکھیں بپٹ کردی گئی تھیں۔ ان کو کچھ نظر نہ آیا اور آپؐ ان کے سامنے سے نکل گئے۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اس غرض سے جو لوگ جمع ہوئے تھے ان میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ یہ سب رسولؐ اللہ کے دروازے پر جمع تھے' ابوجہل نے اس وقت ان سے کہا کہ محمدؐ مدعی ہے۔ اگر تم اس کی بات مان کر اس کے پیرو ہوجاؤ تو عرب و عجم کے مالک ہوجاؤ گے اور مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ اور تم کو اردن کے ایسے باغ دئے جائیں گے' اور اگر تم میری بات نہ مانو گے تو ذبح کردئے جاؤ گے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور پھر تم کو آگ میں جلایا جائے گا۔ اتنے میں رسولؐ اللہ برآمد ہوئے۔ آپؐ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور پھر کہا ہاں میں یہ کہتا ہوں اور جو آگ میں جلائے جائیں گے ان میں ایک تو ہے۔

اللہ نے ان کو اندھا کردیا آپؐ ان کو نظر نہیں آئے' آپؐ اس مٹی کو ان کے سروں پر ڈالتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ "قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے معمور

Marfat.com

ہے۔ بلاشبہ تم مرسل ہو اور سیدھے راستے پر ہو۔" اللہ کے قول "اور ہم نے ان کے سامنے اور عقب سے ایک دیوار حائل کردی اور پھر ان کو بند کردیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ پاتے تھے۔" جب آپؐ ان آیتوں کی تلاوت سے فارغ ہوئے ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ آپؐ نے اس کے سر پر مٹی نہ ڈال دی ہو' پھر آپؐ جہاں جانا چاہتے تھے چلے گئے۔ کسی دوسرے ایسے شخص نے جو ان لوگوں کے ساتھ نہ تھا آکر ان سے کہا تم یہاں کس کا انتظار کررہے ہو' انہوں نہ کہا محمدؐ کا۔ اس نے کہا اللہ نے تمہارے منصوبے خاک میں ملا دیئے محمدؐ تمہارے سامنے چلے گئے اور انہوں نے تم میں سے ہر شخص کے سر پر مٹی ڈال دی۔ وہ اپنی راہ پر چلے گئے۔ تمہیں کچھ خبر ہے کہ تمہارے سروں پر کیا ہے۔ ہر ایک نے ہاتھ لگا کر دیکھا اس پر مٹی ملی۔ اب انہوں تانک جھانک شروع کی۔ اندر دیکھا کہ حضرت علیؓ رسولؐ اللہ کی چادر تانے بستر پر سو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ ضرور یہ محمدؐ ہے جو اپنی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ صبح تک وہیں کھڑے انتظار کرتے رہے۔ صبح کو حضرت علیؓ بستر پر سے اٹھے' اب ان کو معلوم ہوا کہ جو بات ان سے کہی گئی تھی وہ سچ تھی۔

اس دن جو قرآن نازل ہوا ان میں یہ تھا "اور جب کفار نے تمہارے ساتھ یہ چال کی کہ وہ تم کو روک لیں یا قتل کردیں یا خارج البلد کردیں' وہ چالیں چلتے ہیں اور اللہ بھی چال کرتا ہے اور اللہ بہتر چال چلنے والا ہے۔" اور اللہ کا یہ قول نازل ہوا "کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے جس کی موت کا ہمیں انتظار ہے کہہ دو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔"

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے نبی صلعم کو دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ غار ثور چلے گئے ہیں تم چاہو تو وہاں ان کے پاس چلے جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے رسولؐ اللہ کے پیچھے چلے اور اثناء راہ ہی میں آپؐ کے ساتھ آملے۔ رسولؐ اللہ نے رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکرؓ کی چاپ سنی آپؐ نے سمجھا کہ کوئی مشرک آرہا ہے۔ اس خیال سے آپؐ قدم بڑھا کر بڑی سرعت سے چلنے لگے جس سے آپؐ کے جوتے کا اگلا حصہ پھٹ گیا اور ایک پتھر کی ٹھوکر سے پاؤں انگوٹھا زخمی ہوا جس سے بہت زیادہ خون بہنے لگا۔ اب آپؐ نے رفتار میں اور تیزی کردی۔ ابوبکرؓ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس طرح میرے تعاقب سے آپؐ کو تکلیف ہوگی' انہوں نے بلند آواز سے کلام کیا۔ رسولؐ اللہ نے ان کو پہچان لیا اور کھڑے

ہوگئے جب وہ آپؐ کے پاس آگئے تو پھر دونوں چلے۔ رسولؐ اللہ کا تمام پاؤں خون سے بھر گیا تھا۔ اس طرح صبح ہوتے ہوتے آپؐ غار ثور پہنچے اور اس کے اندر چلے گئے۔

دوسری طرف صبح کے وقت وہ مشرک جو آپؐ کی تاک میں تھے آپؐ کے گھر میں گھسے۔ حضرت علیؓ بستر پر سے اٹھ کھڑے ہوئے' قریب جا کر انہوں نے پہچانا کہ یہ تو حضرت علیؓ ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔ کیا میں ان کا پاسبان تھا کہ ان کی نگرانی کرتا۔ تم نے ان سے کہا تھا کہ یہاں سے چلے جاؤ وہ چلے گئے۔ مشرکین نے ان کو خوب ڈانٹا مارا اور مسجد لے جا کر تھوڑی دیر قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان کی سازشوں سے بچا لیا۔

اس کے بعد ان دونوں حضرات بنی عبد بن عدی کے قبیلہ سہم کے خاندان عاص بن وائل کے ایک شخص کو' جو قریش کا حلیف اور اب تک مشرک تھا مگر جسے انہوں نے راستے سے واقفیت کی وجہ سے اس کام کے لئے اجرت پر مقرر کر لیا تھا' اپنی سواریوں پر روانہ کر دیا۔ جن راتوں یہ دونو حضرات غار ثور میں مقیم رہے عبداللہ بن ابی بکرؓ رات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مکہ کی تمام خبریں ان سے بیان کرتے اور پھر صبح کو مکہ میں آجاتے۔ عامر روزانہ سر شام بکریوں کا گلہ ان دونوں حضرات کے پاس لے جاتا۔ وہ اس کا دودھ دوہ لیتے اور عامر تڑکے گلہ کو لے کر وہاں سے نکل کھڑا ہوتا اور صبح ہوتے دوسرے لوگوں کے گلوں میں آملتا۔ اس کی ترکیب سے کسی کو شبہ ہی پیدا نہ ہوا۔

جب سب ان کی جانب سے خاموش ہو رہے اور ان حضرات کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ان کا اونٹ والا اونٹ لے کر ان کے پاس آیا اور اب یہ یہاں سے مدینہ روانہ ہوئے۔ عامر بن فہیرہ کو بھی حضرت ابوبکرؓ نے راستے میں خدمت گزاری اور مدد دینے کے لئے اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ابوبکرؓ اس کو اپنے ساتھ اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ اس طرح دونوں کے ساتھ اس سفر میں سوائے عامر بن فہیرہ اور بنی عدی کے اس رہنما کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ مکہ کے زیریں سے ان کو نکال لے گیا۔ پھر وہ ان کو غسفان کے اُسفل میں ساحل سمندر کے مقابل لے آیا یہاں سے بڑھ بڑھ کر قدید گزر جانے کے بعد اب وہ پھر ان صاحبوں کو عام راستے کے قریب لے آیا۔ پھر خرازؔ ہوتا ہوا مرہ کے درے پر سے گزرا یہاں سے اس نے عمق اور روحاء کے راستوں کے درمیان والا راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد اس نے عروج کا راستہ پکڑا اور دوپہر سے قبل مدینہ میں بنی عمرو بن عوف کے مکانات کو آگیا۔ صرف دو روز

Marfat.com

رسولؐ اللہ نے ان کے ہاں قیام کیا مگر خود یہ لوگ مدعی ہیں کہ آپؐ نے اس سے زیادہ ان کے پاس قیام فرمایا ہے۔ اس کے بعد پھر ان نے آپؐ کی سواری کی مہار ہاتھ میں لی اور خود اس کے آگے ہوا' اونٹ اس کے پیچھے ہولیا۔ اسی طرح اب وہ بنی النجار کے محلہ میں آیا۔ یہاں ان کو رسولؐ اللہ نے اونٹ کا ایک اصطبل' جو ان کے گھروں کے درمیان تھا' بتایا۔

اسماء بنت ابوبکرؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کے جانے کے بعد قریش کے کچھ لوگ جن میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا ہمارے یہاں آئے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ میں اندر سے نکل کر ان کے پاس آئی' انہوں نے پوچھا تمہارا باپ ابوبکرؓ کہاں ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میرے باپ کہاں ہیں۔ اس پر ابوجہل نے جو بہت ہی خبیث اور درشت خو تھا میرے گال پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ میرے کان کی بالی گر پڑی۔ اس کے بعد وہ سب چلے گئے' تین دن تک ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ رسولؐ اللہ کہاں گئے ہیں' پھر اسفل مکہ سے ایک جن عرب کی لے میں چند شعر گاتا ہوا سنائی دیا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے اس کی آواز سنتے تھے مگر اسے نہ دیکھتے تھے۔ اسی طرح وہ ان اشعار کو گاتا ہوا مکہ اعلیٰ سے گزر گیا۔

(ترجمہ) اللہ ان دونوں ساتھیوں کو بہترین جزاء دے جنہوں نے کہا
ام معبد کے خیموں کو چلو
"وہ دونوں ہدایت لے کر وہاں اتر پڑے اور جارہے ہیں اور جس
شخص نے محمدؐ کی رفاقت اختیار کی تھی وہ کامیاب ہوگیا۔"
"بنی کعب کو مبارک ہو کہ ان کے جواں مرد مومنین کی حفاظت کے
لئے گھات میں بیٹھے۔"

ان اشعار سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ رسولؐ اللہ مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ اس سفر میں یہ چار صاحب تھے۔ رسولؐ اللہ' ابوبکرؓ عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقد ان کا رہبر تھا۔

صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے سنا کہ رسولؐ اللہ مکہ سے روانہ ہوگئے ہیں تو ہم آپؐ کے قدوم کے منتظر تھے۔ صبح کی نماز پڑھ کر بہت دن چڑھے تک ہم آپؐ کے استقبال کے لئے باہر جاتے تھے اور جب تک زوال شروع نہیں ہوجاتا وہاں سے ہٹتے نہ تھے۔ چونکہ یہ زمانہ شدید گرمی کا تھا اس وجہ سے جب ہمیں سایہ نہ ملتا مجبوراً" گھروں کے اندر چلے

Marfat.com

آتے۔ جس روز آپؐ مدینہ آئے ہم حسب عادت آپؐ کے انتظار میں آبادی سے باہر بیٹھے تھے' مگر جب کہیں سایہ نہ رہا تو اپنے گھروں کو چلے آئے تھے۔ ہمارے آتے ہی رسولؐ اللہ مدینہ تشریف لائے۔ سب سے پہلے ایک یہودی نے جو روزانہ ہمیں آپؐ کے انتظار میں جاتا دیکھا کرتا تھا' آپؐ کو دیکھا۔ اس نے فوراً" بلند آواز سے کہا اے بنی قبیلہ لو یہ تمہارے نبیؐ آگئے۔ ہم فوراً" آپؐ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ ایک کھجور کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے ہم سفر حضرت ابوبکرؓ تھے۔ ہم میں زیادہ تر ایسے اصحاب تھے جنہوں نے اس سے پہلے رسولؐ اللہ کو دیکھا ہی نہ تھا' لوگوں کا اژدہام ہوگیا۔ پہلے ان میں اور ابوبکرؓ میں تمیز ہی نہ کرسکے۔ البتہ جب آپؐ پر سے درخت کا سایہ جاتا رہا تو حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر چادر آپؐ پر تان دی۔ اب ہم نے آپؐ کو شناخت کرلیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ بنی عمرو بن عوف کے عزیز کلثوم بن ہدم کے پاس جو ان کے خاندان بنی عبید سے تھے' فروکش ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ سعد بن خیثمہ کے پاس فروکش ہوئے۔

حضرت علیؓ ابن طالب تین شبانہ روز مکہ میں ٹھہرے رہے اور جب انہوں نے لوگوں کی تمام امانتیں جو رسولؐ اللہ کے پاس رکھوائی گئی تھیں' ان کے مالکوں کو واپس کردیں رسولؐ اللہ کے پاس چلے آئے اور آپؐ ہی کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے یہاں ٹھہرے۔ خود حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات یا دو رات قبا میں ایک مسلمان عورت کے یہاں جس کا شوہر نہ تھا مقیم ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آدھی رات میں آکر اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے' وہ عورت باہر جاتی ہے اور وہ شخص اس عورت کو کوئی چیز جو وہ ساتھ لاتا ہے دے دیتا ہے۔ میرے دل میں اس کی طرف سے شبہہ ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا اے اللہ کی بندی یہ کون شخص ہے جو روزانہ رات کو تمہار دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور تم باہر جاتی ہو اور وہ کچھ تم کو دے دیتا ہے' میں واقف نہیں ہوں کہ وہ کون ہے' تم مسلمان ہو اور تمہارا شوہر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا یہ سہیل بن حنیف بن واہب ہے' اسے معلوم ہے کہ میرا کوئی ہے نہیں۔ یہ رات میں اپنی قوم کے بتوں کے پاس جاتا ہے ان کو توڑ کر مجھے لادیتا ہے تاکہ ایندھن کی طرح ان کو جلاؤں۔ جب سہیل بن حنیف کا عراق میں حضرت علیؓ کے پاس انتقال ہوگیا تو وہ اس بات کو تذکرہ" بیان کرتے تھے۔

رسولؐ اللہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں دو شنبہ' منگل' بدھ اور جمعرات کو مقیم

رہے۔ یہاں آپؐ نے ان کی مسجد کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن اللہ کے حکم سے آپؐ ان کے یہاں سے چل دیئے۔ خود یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے اس سے زیادہ ان کے یہاں قیام کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے بعض صاحبوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسولؐ اللہ نے سترہ دن قبا میں قیام فرمایا۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ علماء سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبی ہونے کے بعد آپؐ نے کتنے زمانے تک مکہ میں قیام فرمایا۔ بعض نے اس مدت کو دس سال بیان کیا اور بعض نے تیرہ سال۔ ابو جعفر کے مطابق شاید جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نزول وحی کے بعد رسولؐ اللہ نے دس سال تک مکہ میں قیام کیا ہے' انہوں نے اس مدت کو اس وقت سے شمار کیا جب جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے وحی لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے اللہ کی توحید کی علانیہ دعوت دی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے تیرہ سال مکہ میں قیام کیا انہوں نے اس مدت کو ابتدائے نبوت سے شمار کیا ہے' جب کہ تین سال تک سرافیل آپؐ کے ساتھ رہے' مگر اس زمانے میں آپؐ کو دعوت کا حکم نہ ہوا تھا۔

مدینہ آکر رسول اللہ نے تاریخ مقرر کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ ربیع الاول میں مدینہ آئے تھے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ تاریخ آپؐ کے قدوم سے ایک ماہ دو ماہ ختم سال تک جاری ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے عمرؓ بن الخطاب نے تاریخ کا حکم دیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے' دو شنبہ کے دن آپؐ کو نبوت ملی' دو شنبہ کے دن آپؐ نے حجر اسود اٹھایا اور دو شنبہ کے دن ہجرت کی۔

Marfat.com

پانچواں باب

صلح حدیبیہ (6ھ)

مسلمانوں نے جنگ احد میں شکست سے زبردست سبق حاصل کیا۔ قریش فتح کے بعد فوجی مہمات لے کر نکلنے لگے اور ان کے ساتھ نجد کے قبائل بھی تھے' اور یہود کی دوستی بھی ان کے لئے امیدافزاء تھی۔ نتیجتاً 5ھ میں غزوہ خندق ہوا۔ عین جنگ کے وقت یہود نے مسلمانوں سے دغا کیا۔ مگر زور دار طوفان نے مشرکین کی صفیں الٹ دیں اور قریش مکہ واپس آگئے اور ان کے حلیف دشت و صحرا میں۔

اس زبردست ناکامی کے بعد قریش نے براہ راست تو کوئی حملہ مدینہ پر نہ کیا' لیکن جزیرہ عرب میں آپؐ کے خلاف پراپیگنڈہ جاری رکھا۔ رسولؐ اللہ کے پاس وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی قبیلے کی تاخت و تاراج کی خبر آتی رہتی۔ یہاں تک کہ ہجرت کا چھٹا سال شروع ہوا۔ آپؐ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ آپؐ کا مقصد جنگ و جدل نہ تھا' صرف عمرہ کرنا مقصود تھا عرب لوگ عام طور پر حج اور عمرے کے لئے جایا کرتے تھے۔

جریر طبری اس بارے میں ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ ذی القعدہ میں نبیؐ عمرے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے تمام عربوں اور اپنے آس پاس کے بدوی عربوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ آپؐ کو سابقہ تجربوں کی بناء پر قریش کی جانب سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ آپؐ سے جنگ کریں گے یا آپؐ کو بیت اللہ تک نہ جانے دیں گے۔ عربوں میں سے اکثر نے آپؐ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور وہ آپؐ کے پاس نہ آئے۔ اس لئے آپؐ مہاجرین' انصار اور تھوڑے سے عرب آگئے تھے۔ آپؐ نے عمرے کا احرام باندھ لیا تاکہ لوگ آپؐ کی طرف سے بے خطر رہیں اور ان کو معلوم ہو کر آپؐ صرف بیت اللہ کی تعظیم کے لئے اس کی زیارت کو آئے ہیں۔

رسولؐ اللہ جب مدینہ سے چل کر عسفان آئے۔ بشر بن سفیان الکعبی آپؐ سے آملا اور اس نے بیان کیا کہ قریش کو آپؐ کی روانگی کی اطلاع ہوچکی ہے' وہ مقابلے پر برآمد ہوئے

Marfat.com

ہیں، ان کے ہمراہ اراول کا جم غفیر ہے جنہوں نے چیتے کی پوستین پہن رکھی ہے۔ وہ اب ذی طویٰ میں مقیم ہیں اور اللہ کی قسمیں کھا رہے ہیں کہ ان کی موجودگی میں آپؐ کعبہ میں داخل نہیں ہوسکتے اور یہ دیکھیے خالدؓ بن ولید ان کے رسالے کے ساتھ ہیں جس کو انہوں نے اپنے آگے بڑھا دیا ہے۔

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس دن خالدؓ بن ولید مسلمان ہوکر رسولؐ اللہ کے ہمراہ تھے۔ اس سلسلے میں ابن ابزیٰ سے مروی ہے کہ جب نبی کریمؐ ہدی لے کر ذی الحلیفہ پہنچے حضرت عمرؓ نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ دشمن کے علاقے میں بغیر اسلحہ اور دوسری ضروریات جنگ کے جارہے ہیں، یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ رسولؐ اللہ نے کسی کو مدینہ بھیجا وہ وہاں سے جس قدر اسلحہ اور جانور تھے سب کو ساتھ لے آیا۔ رسولؐ اللہ جب مکہ کے قریب آئے مشرکین نے آپؐ کو اندر نہیں آنے دیا۔ آپؐ نے منیٰ جاکر قیام فرمایا۔ وہاں آپؐ کے جاسوس نے آپؐ کو اطلاع دی کہ عکرمہ بن ابی جہل پانچ سو آدمیوں کے ساتھ آپؐ پر بڑھ رہا ہے۔

رسولؐ اللہ نے خالدؓ بن ولید سے کہا خالدؓ یہ تمہارا عزیز قریب رسالے کے ساتھ تم پر بڑھا چلا آرہا ہے۔ خالدؓ نے کہا میں اللہ اور رسول کی تلوار ہوں۔ اسی دن سے ان کا لقب سیف اللہ ہوا۔ آپؐ جہاں مجھے چاہیں بھیج دیں۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے ان کو عکرمہ کی مقاومت پر بھیجا۔ درے میں خالدؓ نے اسے جالیا، شکست دے کر اسے مکہ کی آبادی میں گھسنے پر مجبور کردیا۔ عکرمہ پھر مقابلے کے لئے پلٹ آیا۔ خالدؓ نے پھر اسے پسپا کرکے مکہ کی آبادی میں دھکیل دیا۔ عکرمہ تیسری مرتبہ مقابلے پر پلٹ کر آیا۔ خالدؓ نے پھر اسے شکست دے کر مکہ میں دھکیل دیا۔

ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق رسولؐ اللہ نے فرمایا قریش کو کیا ہوگیا ہے، جنگ نے ان کو کھا لیا ہے ان کا کیا بگڑ جائے گا اگر یہ میرے اور بقیہ تمام عربوں کے درمیان علیحدہ ہوجائیں۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کردیا تو قریش کی آرزو بر آئے گی اور اگر اللہ نے مجھے ان پر غلبہ دیا تو وہ اسلام میں داخل ہوجائیں جس سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا اور اگر اس وقت بھی وہ اسے نہ مانیں تو ان کو اختیار ہے۔ اگر وہ ہم سے لڑیں گے تو ان میں طاقت تو ہوگی۔ آخر قریش کیا سوچتے ہیں۔ بخدا میں اپنے اس دین جس کے لئے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے ان سے لڑوں گا۔ پھر چاہے اللہ مجھے ان پر غلبہ دے دے یا میری جان جاتی

Marfat.com

رہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں اس راستے کو چھوڑ کر جس پر قریش فروکش ہیں کسی دوسرے راستے سے لے چلے۔ بنی اسلم کے ایک شخص نے کہا۔ میں آپؐ کو لے چلتا ہوں چنانچہ وہ آپؐ کو پہاڑوں کے درمیان سے نہایت سخت اور دشوار گزار راستے سے لے چلا جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ بہرحال جب وہ اس مشکل راستے سے نکل کر وادی کے اختتام پر ہموار اور نرم زمین پر آئے تو آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہو کہ ہم اللہ سے معافی کے خواستگار ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سب نے آپؐ کے ارشاد کی بجاآوری کی۔ آپؐ نے فرمایا یہی وہ بات ہے جو بنی اسرائیل سے کہی گئی تھی مگر انہوں نے نہ مانا اور اپنی زبان سے اس کا اقرار نہیں کیا۔

ابن شہاب الزہری کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ وادی کی داہنی جانب حمض کے دونوں سطح مرتفع کے درمیان ہوکر اس راہ پر بڑھیں جو مکہ کے زیریں میں حدیبیہ کے اتار پر ثنیتہ المرار پر نکلتا ہے' تمام فوج اسی راہ چلی۔ جب قریش کے رسالے کی نظر اس فوج کے غبار پر پڑی اور ان کو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے ان کی راہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے تو وہ اپنے مقام سے اٹھ کر تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے قریش کے پاس پلٹ گئے۔ جب وادی سے نکل کر آنحضرتؐ ثنیتہ المرار سے گزرنے لگے آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ اڑ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہ یہ اڑی ہے اور نہ اس کی یہ عادت ہے بلکہ اسے بھی اس نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو مکہ تک بڑھنے سے روکا تھا۔ آج قریش صلہ رحم کی جو خواہش بھی مجھ سے کریں گے میں اسے قبول کرلوں گا۔ پھر آپؐ نے سب لوگوں کو قیام کرنے کا حکم دیا۔

مسورہ بن مخرمہ اور مروان بن الحکم سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ حدیبیہ کے انتہائی سرے پر اس کے ایک ایسے سوتے پر جہاں بہت کم پانی تھا فروکش ہوگئے۔ لوگوں نے اپنے چلوؤں سے اس میں سے پانی لینا شروع کیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ جگہ بالکل خشک ہوگئی۔ انہوں نے آپؐ سے پانی کی سخت ضرورت بیان کی۔ آپؐ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اسے اس گڑھے میں گاڑ دو۔ اس کے گاڑتے ہی نہایت افراط سے پانی ابلنے لگا' لوگ اس سے اچھی طرح سیراب ہوگئے۔ عین اس وقت بدیل بن ورقاء الخزاعی اپنے چند اور ہم قوموں کے ساتھ جو تہامہ والوں میں سے اندرونی طور پر آپؐ کے دوست اور بہی خواہ تھے رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے کہا کہ میں خود دیکھ کر آرہا

ہوں کہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی اسی حدیبیہ کے پانیوں پر فروکش ہیں۔ ان کے ہمراہ ایک کثیر جماعت آوارہ بدمعاشوں کی ہے۔ وہ آپؐ سے لڑیں گے اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکیں گے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا مگر ہم تو کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں اور لڑائی نے پہلے ہی قریش کے کس بل نکال کر ان کو کمزور کردیا ہے۔ اگر پسند کریں تو ہم ایک مدت تک کے لئے ان سے سمجھوتہ کرلیتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں میری مزاحمت سے باز آجائیں اور مجھے اوروں سے نپٹ لینے دیں۔ اگر مجھے کامیابی ہو تو پھر ان کا جی چاہے وہ بھی اوروں کی طرح ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں اور اگر نہ چاہیں تو اس اثناء میں ان کو ذرا پنپنے کا موقع مل جائے گا اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا۔ اور اگر وہ ان باتوں کو نہ مانیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے اسی مقصد کے لئے ان سے آخری دم تک لڑوں گا' یہاں تک کہ میری جان چلی جائے یا اللہ اپنے کام کو نافذ کردے۔ بدیل نے کہا جو آپؐ کہتے ہیں میں قریش کو یہ بات پہنچا دیتا ہوں۔ وہ آپؐ کے پاس سے چل کر قریش کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں اس شخص سے مل کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے ان کو جو کچھ کہتے سنا ہے کہو تو تم سے کہہ دوں۔ قریش کے نادان کہنے لگے کہ ہمیں اس کی کسی بات کے سننے کی ضرورت نہیں۔ مگر جو ان کے دوراندیش اور اہل الرائے تھے انہوں نے کہا اچھا تم بیان کرو کیا تم نے سنا ہے۔ بدیل نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے اور اب اس نے رسولؐ اللہ کا سارا قول نقل کیا۔

عروہ بن مسعود الثقفی نے کھڑے ہوکر کہا اے میری قوم کیا تم میرے باپ کی جگہ نہیں ہو' انہوں نے کہا ہاں ہیں۔ اس نے کہا کیا میں تمہاری اولاد کی جگہ نہیں ہوں انہوں نے کہا ہو۔ عروہ نے کہا کیا تم کو میری نیت پر شبہہ ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم اس سے بھی واقف ہو کہ میں نے اہل عکاظ کو اپنا مخالف بنالیا اور جب انہوں نے مجھ پر ظلم و زیادتی کی میں اپنے سب اہل و عیال اور متبعین کے ساتھ تمہارے پاس چلا آیا۔ انہوں نے کہا ہاں' یہ عروہ سیعہ بنت عبد شمس کا بیٹا تھا۔ عروہ نے کہا اس شخص نے ایک نیک بات پیش کی ہے۔ اسے قبول کرلو اور مجھے اس کے پاس جانے دو۔ سب نے کہا اچھا تم جاؤ۔

عروہ رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور آپؐ سے باتیں کرنے لگا۔ آپؐ نے اس سے وہی بات کہی جو بدیل سے کہہ چکے تھے۔ اس پر عروہ نے آپؐ سے کہا کیا تم پہلے اپنی ہی قوم کا استیصال کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم سے پہلے کسی عرب نے ایسا کیا ہے کہ اپنی جڑ کاٹی ہو اور

Marfat.com

دوسری شکل جو تم ہم پر پیش کررہے ہو کہ ہم تمہارے اور دوسروں کے درمیان مزاحم نہ ہوں تو اس کے متعلق یہ ہے کہ جو مختلف صورتیں تمہارے ساتھ نظر آرہی ہیں ان میں ایسے ہی لوگ ہیں جن کی فطرت یہ ہے کہ وہ بھاگ جائیں اور تم کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ دیں۔ اس بات کو سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا تو لات کی شرمگاہ کو چوس (یہ لات ثقیف کی ایک فاحشہ تھی جس کی یہ پرستش کرتے تھے) کیا ہم بھاگ جائیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ صحابہ نے کہا یہ ابوبکرؓ ہیں۔ اس نے کہا اگر تمہارا ایک ایسا احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا میں تم کو معاوضہ نہیں دے سکا تو اس گالی کا جوب دیتا۔ یہ کہہ کر وہ پھر نبیؐ کریم سے باتیں کرنے لگا اور جب بات کرتا آپؐ کی داڑھی پکڑ لیتا۔ مغیرہ بن شعبہ تلوار لئے خود آپؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔ عروہ جب رسولؐ اللہ کی داڑھی پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا مغیرہ تلوار کی کوتھی اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ آپؐ کی داڑھی سے ہاتھ علیحدہ رکھ۔ عروہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا یہ کون ہے' صحابہ نے کہا یہ مغیرہ ہیں۔ اس نے کہا او غدار میری یہ تگ و دو تیری ہی غداری کی وجہ سے ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حالت کفر میں یہ بعض لوگوں کے ساتھ تھے موقع پا کر انہوں نے ان سب کو قتل کردیا اور ان کے تمام مال پر قبضہ کرلیا اور پھر رسول کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے اسلام کو ہم قبول کرتے ہیں۔ مگر اس حرام مال کی ہمیں ضرورت نہیں۔

ابن خلدون کے مطابق اب آنحضرت اور کفار قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا حضرت عثمانؓ بن عفان ان دونوں میں نامہ بری اور سفارت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اتفاقاً" مکہ سے واپسی میں ان کو کچھ تاخیر ہوئی اور یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مشرکین نے ان کو شہید کر ڈالا۔ آنحضرتؐ یہ سن کر بہت برہم ہوئے' اسی وقت مسلمانوں کو طلب کرکے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مرنے اور لڑائی سے نہ بھاگنے کی بیعت لی اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے۔

نامہ و پیام کے بعد سب سے پہلے سہیل بن عمرو قریش کی جانب سے آنحضرتؐ کے پاس آیا اور یہ بات اقرار پائی کہ اس سال قربانی کرکے واپس چلے جائیں۔ سال آئندہ مکہ میں آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ بلا ہتھیار سوائے تلوار کے داخل ہوں' تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ یہ صلح دس برس تک برابر قائم رہے' ایک دوسرے کو کسی قسم کی ایذاء نہ پہنچائیں'

نیز یہ کہ جو شخص کفار میں سے مسلمانوں سے جا ملے وہ اپنی قوم کو واپس کردیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے ان میں مل جائے وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط مسلمانوں کو شاق گزری بعض نے اس میں بحث بھی کی کہ آنحضرتؐ بالہام الٰہی سمجھتے تھے کہ یہ صلح لوگوں کے امن اور ظہور اسلام کی باعث ہوگی اور اللّٰہ جل شانہ اس میں سے مسلمانوں کے لئے بہبودی اور بہتری کی صورت پیدا کرے گا۔

حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے صحیفہ (عہد نامہ) لکھا اور اس کے عنوان میں یہ عبارت تحریر کی " ھذا ماتاضی علیہ محمد رسولؐ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم" یعنی (یہ وہ ہے جس پر محمدؐ رسولؐ اللّٰہ نے صلح قبول فرمائی ہے)۔ سہیل نے یہ عبارت دیکھ کر کہا اگر ہم محمد کو رسولؐ اللّٰہ سمجھتے ہوتے تو ان سے کیوں لڑتے؟ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو اس کے محو (کاٹ دینے یا چھیلنے) کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے انکار کیا۔ آپؐ نے خود اس عہد نامہ کو لے کر لفظ رسولؐ اللّٰہ کو محو کر کے محمد بن عبداللّٰہ لکھ دیا۔

ناظرین کے ذہنوں میں آنحضرتؐ کی اس کتابت سے یہ شبہ نہ پیدا ہو کہ اس محو اثبات سے آپؐ کی امیت میں کچھ فرق آ گیا۔ اس وجہ سے کہ یہ کتابت بلا علم اشکال حروف دسواں خط و نشست و برخاست الفاظ ہوئی تھی پس یہ کتابت بھی آپؐ کے منجملہ معجزات کے ہے اور قادح معجزہ نہیں ہے۔ واللّٰہ علم۔

عہد نامہ تحریر کئے جانے کے دوران ابوجندل بن سہیل آ گئے۔ یہ اس واقعہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ سہیل اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی چلا اٹھا' یہ پہلا وہ شخص ہے جس پر ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہونا ہے آنحضرتؐ نے یہ سنتے ہی ابوجندلؓ کو سہیل کے سپرد کردیا اور یہ تسکین دے دی کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نجات کی صورت نکالے گا مگر عام مسلمانوں کو یہ امر شاق گزرا اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی سواران اسلام گرفتار کر لائے جو مسلمانوں پر شبخون مارنے کے غرض سے آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو بھی آزاد کردیا ان واپس ہونے والوں میں عتیقی بھی شامل تھے۔ الغرض جب صلح نامہ لکھا گیا اور دستخط ہو کر مکمل ہو گیا تب آپؐ نے قربانی کرنے اور سرمنڈانے کا حکم دیا۔ صحابہ کو چونکہ شرائط صلح شاق گزریں تھیں' لہٰذا انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔ آپؐ کو اس سے رنج ہوا۔ آپؐ نے بی بی ام سلمہؓ سے اس کی شکایت کی۔ ام سلمہؓ نے یہ رائے دی کہ آپؐ باہر تشریف لے جائیے قربانی کیجئے' بال منڈائیے' پھر صحابہؓ بھی آپؐ کی اتباع کریں

گے۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی لیا۔ مسلمانوں نے آپؐ کی اتباع کی۔ اس دن آنحضرتؐ کا سرمبارک خراش بن امیہ خزاعی نے مونڈا تھا۔

زہری روایت کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں اور کفار قریش میں نزاع قائم تھی اس وقت تک کوئی کسی سے مل جل نہ سکتا تھا اور پھر جب مصالحت ہو کر لڑائی ختم ہوگئی اور لوگون کو امن مل گیا تو ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ نہ کوئی کسی کے مذہب پر معترض ہوتا تھا اور نہ اسلام کی کوئی برائی کرتا تھا۔

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط مختصراً" یوں پیش کی جاسکتی ہیں۔

(1) فریقین میں دس سال تک صلح رہے گی۔

(2) اہل عرب میں سے جو چاہے قریش سے معاہدہ دوستی کرلے اور جو چاہے نبی صلعم سے۔

(3) اصحاب نبیؐ میں سے جو شخص بھاگ کر قریش کے پاس چلا جائے گا وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(4) اور قریش مکہ کے مسلمانوں میں سے جو راہ فرار اختیار کرکے نبیؐ کے پاس آجائے گا وہ قریش کو واپس کردیا جائے گا۔

(5) آئندہ برس نبیؐ و اصحاب نبیؐ جب عمرہ کرنے مکہ آئیں گے تو قریش مکہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مسلمان اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے' ماسوائے نیام کی تلواروں کے۔

(6) مسلمان تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

چھٹا باب

غزوہ خیبر (7ھ)

مکہ میں نبی کریمؐ کو اگر قریش کی عداوت کا سامنا تھا تو مدینہ میں یہود موجود تھے۔ ان کا کفر بہت شدید تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ بنو نضیر نے آپؐ کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا، مگر اللہ نے آپؐ کو مطلع کردیا۔ پھر آپؐ نے انہیں جلاوطن کرکے مدینہ سے باہر نکال دیا۔ ایک دوسرے گروہ بنوقینقاع نے بھی بدعہدی کا مظاہرہ کیا۔ یہ بھی مدینہ سے جلاوطن کردیئے گئے اور اسلحہ کے سوا ان کی تمام دوسری غیرمنقولہ چیزیں ضبط کرلیں گئیں۔ یہودیوں کے ایک اور گروہ نے جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ خیبر اور وادی القریٰ میں آباد یہودی زیادہ طاقتور اور مالدار تھے۔ لہٰذا آپؐ نے یہودیوں کا فتنہ ختم کرنے کی غرض سے خیبر کا رخ کیا۔

ماہ محرم میں رسولؐ اللہ خیبر روانہ ہوئے۔ اس موقع پر آپؐ نے نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ آپؐ اپنی فوج کے ساتھ رجیع نام وادی میں خیبر اور غطفان کے درمیان فروکش ہوئے تاکہ وہ اہل خیبر کی مدد نہ کرسکیں کیونکہ وہ آپؐ کے مقابلے میں اہل خیبر کے یاور تھے غطفان کو جب معلوم ہوا کہ رسولؐ اللہ نے خیبر پر چڑھائی کی ہے تو وہ جمع ہوکر آپؐ کے برخلاف یہودیوں کی مدد کے لئے چلے۔ ابھی ایک ہی منزل گئے تھے کہ انہوں نے اپنے پیچھے املاک اور اہل و عیال میں بے چینی سی محسوس کی۔ ان کو خیال ہوا کہ دشمن ادھر بڑھ گیا ہے، وہ الٹے پاؤں پلٹ گئے اور اپنے اہل و عیال اور املاک میں مقیم ہوگئے۔ اس طرح انہوں نے رسولؐ اللہ اور خیبر کے درمیان میدان صاف کردیا۔ آپؐ نے ان کی املاک پر قبضہ کرنے کی ابتداء کی۔ ایک ایک جائیداد کو اپنے قبضے میں لینا اور گڑھیوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے حصن ناعم فتح ہوا۔ اسی کے پاس محمودؓ بن مسلمہ ایک چکی سے جو قلعے سے ان پر پھینکی گئی تھی شہید ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے قموص اور ابن ابی الحقیق کے گڑھ فتح کئے۔ ان میں آپؐ کو بہت سے لونڈی غلام ملے جن میں

صفیہ بنت حیی اخطب' کنانہ بن الربیع بن ابی حقیق کی بیوی بھی اپنے دو چچازاد بہنوں کے ساتھ ہاتھ آئی۔ آپؐ نے اسے اپنے لئے مخصوص فرمالیا۔ دحیتہ الکلبیؓ نے ان کو مانگا تھا مگر جب آپؐ نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمایا تو ان کی دونوں چچیری بہنیں دحیتہؓ کو عطا کردیں۔ خیبر کے بقیہ تمام لونڈی اور غلام مسلمانوں میں تقسیم کردیئے گئے۔

اس قبیلے کے بنی اسہم آپؐ کی خدمت میں آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ ہماری معاشی حالت مکلف ہے ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ مگر اس وقت آپؐ کے پاس کچھ نہ رہا تھا کہ آپؐ ان کو عطا کرتے۔ آپؐ نے ان کے لئے دعا کی' اے بار اللہ تو ان کی حالت سے واقف ہے ان میں کچھ نہیں رہا اور میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے کہ میں ان کو دوں۔ تو ان کے ہاتھ پر یہودیوں کے سب سے بڑے اور مال دار قلعے کو مسخر کرا دے۔ دوسرے دن علی الصبح پھر حملہ ہوا' اللہ نے صعب بن معاذ کا قلعہ جس سے زیادہ ذخائر خوراک کسی اور قلعے میں نہ تھے ان کے ہاتھ پر فتح کرادیا۔ جب اور تمام قلعے رسولؐ اللہ نے سر کر لئے یہودی سمٹ کر اپنے قلعے وطیخ اور سلالم میں جمع ہوگئے۔ سب سے آخر میں یہی قلعہ فتح ہوا۔ رسولؐ اللہ نے بارہ تیرہ راتیں یہاں ان کو محصور رکھا۔

بریدہ الاسلمی سے مروی ہے کہ اہل خیبر کے قلعے کے مقابل فروکش ہوکر رسول نے اپنا علم حضرت عمرؓ بن الخطاب کو دیا۔ کچھ لوگ ان کے ساتھ ہوکر قلعے پر حملہ آور ہوئے۔ اہل خیبر نے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہی پسپا ہوکر رسول کے پاس پلٹ آئے۔ حضرت عمرؓ کے ہمراہی ان کو اور حضرت عمرؓ کو بزدل ٹھہرانے لگے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا میں کل ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ اللہ کا محبوب ہے۔ دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جھنڈا کے لئے ہاتھ پھیلایا۔ آپؐ نے علیؓ کو بلایا۔ ان کو آشوب چشم تھا۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں پر اپنا تھوک لگادیا اور اپنا جھنڈا ان کو دیا' بہت سے لوگ ان کے ساتھ یورش کے لئے چلے' اہل خیبر مقابلہ پر آئے اس وقت مرحب یہ رجز پڑھ رہا تھا:

ترجمہ: خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں' دلاور ہوں' جنگ آزمودہ ہوں' کبھی نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی شمشیرزنی کرتا ہوں جب کہ مردان دلاور جوش میں بھرے ہوئے آتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے اور اس نے ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت علیؓ نے اس کے

Marfat.com

کا سر پر ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی داڑھوں تک اتر گئی اور ان کی ضرب کی آواز مسلمانوں کی فرودگاہ والوں نے سنی۔ ابھی تک تمام آدمی بھی ان کے پاس نہ پہنچنے پائے تھے کہ کہ اللہ نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو فتح عطا کی۔

کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کو رسولؐ اللہ کے پاس لایا گیا اس کے پاس بنی النضیر کا خزانہ تھا۔ آپؐ نے اس سے خزانہ دریافت کیا' اس نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ ایک اور یہودی آپؐ کے پاس پیش کیا گیا' اس نے بیان کیا کہ میں نے کنانہ کو اس ویرانہ میں روزانہ گھومتے دیکھا ہے۔ رسولؐ اللہ نے کنانہ سے کہا دیکھو اگر وہ خزانہ ہمیں تمہارے پاس سے مل گیا ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ رسولؐ اللہ نے اس ویرانہ میں کھودنے کا حکم دیا اور وہاں سے کچھ مال برآمد ہوا۔ آپؐ نے پھر اس سے کہا جو اور رہ گیا ہے وہ بتادو' مگر اس نے انکار کیا۔ آپؐ نے اسے زبیر بن العوام کے حوالے کردیا اور حکم دیا کہ اس پر سختی کرکے جو کچھ اس کے پاس ہے وصول کرلو۔ زبیر اپنی چقماق سے اس کے سینے کو چلانے لگے' یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہوا۔ آپؐ نے اسے محمد بن مسلمہ کے حوالے کردیا۔ انہوں نے اپنے مقتول بھائی محمودہ بن مسلمہ کے بدلے میں اس کی گردن ماردی۔

رسولؐ اللہ نے اہل خیبر کو ان کے قلعوں وطیخ اور سلاسلم میں محصور کرلیا۔ جب ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا انہوں نے رسولؐ اللہ سے درخواست کی کہ آپؐ ہماری جان بخشی کریں اور ہمیں یہاں سے جلاوطن کردیں۔ آپؐ نے اس پر عمل کیا۔ اس سے قبل آپؐ نے ان کے مواضعات شق' نطاۃ' کیتہ اور ان دو قلعوں کے علاوہ اور تمام قلعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ جب اہل فدک کو اہل خیبر کی اس درگت کی اطلاع ہوئی انہوں نے بھی رسولؐ اللہ سے یہی درخواست کی کہ آپؐ ان کی جان بخشی فرما کر ان کو جلاوطن کردیں اور وہ اپنی تمام جائیداد آپؐ کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپؐ نے اسے منظور کرکے مبنہ عمل کیا۔

اس مصالحت کے لئے بنی حارثہ کے محصہ بن مسعود فریقین میں وکیل بنے۔ جب اہل خیبر نے مذکورہ بالا شرائط پر اطاعت کرلی تو انہوں نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ آپؐ ان زمینوں کی نصف پیداوار کی ادائی پر ہم سے معاملہ کرلیں کیونکہ ہم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ان سے زیادہ واقف ہیں اور بہتر طریقے پر ان کو آباد رکھیں گے۔ آپؐ نے اسے منظور کرلیا۔ زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور شرط کرلی کہ جب ہم چاہیں گے تم کو ان سے بے دخل کردیں گے۔ اہل فدک نے بھی اس شرط پر صلح کرلی۔ اس طرح خیبر تمام مسلمانوں کی

Marfat.com

ملکیت عامہ ہوا اور فدک محض رسولؐ اللہ کا ہوا۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں نے فوج کشی ہی نہیں کی۔

رسولؐ اللہ کے ہمراہ خیبر سے واپسی میں ہم سر مغرب وادی القریٰ پہنچے۔ آپؐ کے ساتھ ایک غلام تھا جسے رفاعہ بن زید الجنامی الضیبی نے ہدیتہ" آپؐ کو بھیجا تھا۔ ہم ابھی آپؐ کا کجاوہ اتار رہے تھے کہ ایک اڑتے ہوئے تیر نے اس کا کام تمام کردیا۔ ہم سب کہنے لگے اسے جنت مبارک ہو' مگر رسول نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت اس کا شملہ دوزخ میں اس کے جسم پر جل رہا ہے۔ خیبر کا غلہ تمام مسلمانوں کے لئے تھا۔ اس بات کو کسیؓ صحابی نہ سنا اور وہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ وہاں سے اپنے جوتوں کے لئے دو تسمے میں نے لے لئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے مماثل تم کو آگ میں جلایا جائے گا۔ اسی سفر کے اثناء میں رسولؐ اللہ اور تمام صحابہؓ صبح کے وقت سوتے رہ گئے اور آفتاب نکل آیا۔ سعیدبن المسیب سے مروی ہے کہ خیبر سے واپسی میں کسی جگہ آخرشب میں رسولؐ اللہ نے صحابہؓ سے کہا شاید ہم سوتے رہیں کون ہمیں نماز صبح کے لئے بیدار کرے گا۔ بلالؓ نے کہا میں جگاؤں گا۔ اس اطمینان پر آپؐ اور تمام صحابہؓ نے منزل کی اور سو رہے۔ بلالؓ جاگنے کے لئے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے اور جب سب پڑھ چکے تو اپنے اونٹ کے سہارے بیٹھ گئے اور صبح ذرا ذرا نمودار ہوا چاہتی تھی کہ نیند کے غلبے سے بلالؓ بھی سو گئے۔ دھوپ کی تمازت نے سب کو بیدار کیا۔ سب سے پہلے خود رسولؐ اللہ بیدار ہوئے۔ آپؐ نے بلالؓ سے کہا یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ جو نیند آپؐ پر غالب آگئی اسی سے میں مغلوب ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ اب آپؐ سب کو لے کر اس جگہ سے تھوڑی دور گئے اور پھر اتر پڑے۔ آپؐ نے وضو کیا تمام لوگوں نے وضو کیا آپؐ نے بلالؓ کو حکم دیا' انہوں نے تکبیر اقامت کہی۔ آپؐ نے سب کو نماز پڑھائی اور سلام کے بعد صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے پڑھ لو کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم میری یاد کے لئے نماز پڑھو۔

اس غزوے میں رسولؐ اللہ کے ساتھ کچھ مسلمان عورتیں بھی تھیں۔ آپؐ نے اگرچہ مال غنیمت میں ان کا حصہ شریک نہیں کیا مگر مفتوحہ علاقے کی پیداوار میں ان کو شریک کیا۔

تیسرے دن عباسؓ نے اپنا حلہ پہنا اور خوشبو لگائی عصا لیا اور پھر گھر سے برآمد ہوکر کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر قریش نے ان سے کہا اے ابوالفضل کیا ایسی

Marfat.com

مصیبت پیش آئی کہ اس کے تحمل کے لئے تم طواف کررہے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں کوئی مصیبت نہیں۔ اس کعبہ کی قسم ہے محمدؐ نے خیبر فتح کرلیا' خیبر کی شہزادی ان کی قبضے میں ہے۔ انہوں نے خیبر کے تمام علاقے اور مال متاع پر قبضہ کرلیا ہے جو اب ان کی اور ان اصحاب کی ملک ہے۔ قریش نے پوچھا یہ خبر کون لایا ہے۔ عباسؓ نے کہا وہی شخص جس نے تم کو یہ خبر دی تھی وہ مسلمان ہوکر یہاں آیا تھا اور اپنا مال وصول کرکے چلتا بنا تاکہ رسولؐ اللہ اور ان کے صحابہؓ کے پاس پہنچ جائے۔ یہ سن کر قریش نے کہا اب کیا ہوسکتا ہے۔ بخدا اگر ہمیں پہلے معلوم ہوجاتا تو ہم اسے بتاتے۔ تھوڑے عرصے کے بعد دوسرے ذرائع سے ان کو اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔

عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ خیبر کے مواضعات میں سے شق اور لطاۃ عام مسلمانوں کے حصے میں آئے اور کتیبہ اللہ عزوجل کے خمس رسولؐ اللہ کے خمس نیز اقربا' یتیموں' غرباء' مسافر اور ازواج رسولؐ اللہ کی معاش اور ان لوگوں کے انعام میں جن کی سعی سے اہل فدک اور رسول کے درمیان صلح ہوئی تھی دیا گیا۔ ان ساعیوں میں محیصلہ بن مسعود بھی تھے۔ رسولؐ اللہ نے خیبر کے غلہ میں سے تیس گونے اونٹ کے جو کے اور تیس گونے کھجور ان کو دیئے۔ آپؐ نے خیبر کے شرکائے حدیبیہ میں' چاہے وہ خیبر کے واقعہ میں شریک ہوئے یا نہیں' تقسیم فرمایا مگر صرف ایک جابر بن عبداللہ بن خرام الانصاری ایسے تھے جو شریک نہ ہوسکے تھے مگر رسول نے اوروں کی طرح ان کا بھی حصہ لگایا۔

رسولؐ اللہ نے جب خیبر فتح کرلیا تو اللہ نے اہل فدک کے دل میں اہل خیبر کی ذلیل شکست سے ایسا رعب ڈالا کہ انہوں نے خود ہی نصف پیداوار کی ادائی پر رسولؐ سے مصالحت کی درخواست کی۔ ان کے وکلاء انعقاد صلح کے لئے خیبر' اثنائے راہ یا آپؐ کے مدینہ آجانے کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ اس طرح فدک پر چونکہ مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی تھی یہ علاقہ محض آپؐ کی ذات کے لئے خالصہ ہوا۔

اس فتح کے بعد عبداللہ بن رواحہ مقاسمہ پیداوار کے لئے خیبر جاتے اور وہ پیداوار کا اندازہ لگاتے تھے۔ جب اہل خیبر ان سے شکایت کرتے کہ آپؐ نے ظلم کیا' وہ کہتے کہ تم کو اختیار ہے چاہے اندازے کا نفع ہمیں دو یا تم لے لو' دونوں میں سے جو مقدار چاہو ہمیں دے دو۔ اس پر یہودی کہتے کہ اسی عدل پر آسمان اور زمین برقرار ہیں۔ اپنی مدت العمر عبد

Marfat.com

اللہ بن رواحہ مقاسمہ کرتے رہے، ان کے انتقال کے بعد بنی سلمہ کے جبار بن مخربن خنساء اس کام پر متعین ہوئے۔ عرصہ تک یہودی اس معاملہ پر قائم رہے۔ مسلمانوں کو ان سے شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ البتہ انہوں نے رسولؐ اللہ کے عہد ہی میں بنی حارثہ کے عبداللہ بن سہل کو شہید کرڈالا۔ رسولؐ اللہ اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ملزم ان کو ٹھہرایا۔

فتح خیبر کے بعد جب مدینے سے یہود نکل گئے اور خیبر ان سے پاک ہوگیا اور وادی القریٰ میں ان کا ٹھکانہ نہ رہا تو نبی کریمؐ اور یہودیوں کے درمیان جنگ و جدل کا سلسلہ بھی کم ہوگیا۔ اور قرآن میں بھی ان کا ذکر کچھ کم آنے لگا کیونکہ اب اس کی ضرورت بھی نہ رہی تھی۔

ساتواں باب

فتح مکہ (8ھ)

اس سے بیشتر ہم تحریر کرچکے ہیں کہ جس وقت مقام حدیبیہ میں آنحضرتؐ و قریش میں مصالحت ہوئی اور عہدنامہ لکھا گیا تھا اس وقت خزاعہ خواہ مومن ہوں یا کافر آنحضرتؐ کے گروہ میں داخل ہوگئے تھے اور قریش کے گروہ میں بنوبکر بن عبد مناۃ کنانہ شامل تھے اور زمانہ جاہلیت سے ان دونوں قبیلوں خزاعہ و بکر میں ان بن چلی آرہی تھی۔ اس وجہ سے کہ مالک بن عبادہ بنو حضرمی حلیف اسود بن زرن الدیلی البکری کچھ تجارت کا مال لے کر خزاعہ کے ملک گیا تھا' خزاعہ نے اس کو قتل کرکے اس کا مال اسباب لوٹ لیا تھا۔ بنوبکر نے اس کے معاوضہ میں موقع پاکر خزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا خزاعہ نے اس واقعہ سے برہم ہوکر سلمٰی و کلثوم و ذویب شرفاء بنوبکر قبل اسلام مقام عرفہ میں قتل کیا۔ خزاعہ و بنوبکر میں باہم یہ چوٹیں چل رہی تھیں کہ اسلام کا زمانہ آگیا اور ان دونوں قبیلوں نے اسلام کے معاملات میں پڑ کر اپنی قدیمی عداوت کو بھلا دیا تھا۔

مقام حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہوگئی اور مومنین و کافرین ایک دوسرے سے بے خوف ہوگئے۔ اس وقت بنوبکر سے نوفل بن معاویہ نے خزاعہ سے بدلہ لینے کا موقع مناسب سمجھ کر خزاعہ پر حملہ کردیا۔

نوفل بن معاویہ کے ساتھ اس واقعہ میں کل بنوبکر شامل نہ تھے بلکہ ستر فیصد ان کے ہمراہ نکلے اور باقی نے روانگی سے انکار کردیا۔ قریش میں سے صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابی جہل و سہل بن عمری وغیرہ نے پوشیدہ طور پر ان کی امداد کی۔ نوفل بن معاویہ مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر چڑھ گیا۔ خزاعہ مقابلہ سے مجبور ہوکر حرم میں آچھپے لیکن نوفل کے جوش انتقام نے ان کو حرم میں بھی پناہ نہ لینے دی۔ چنانچہ خزاعہ کے چند آدمی حرم میں مارے گئے۔ بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں گھس گئے اور اس کو لوٹ کر واپس چلے آئے۔ اس واقعہ نے صلح حدیبیہ کو فسخ کردیا اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد بدیل بن ورقا اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوبکر اور قریش کی عہد شکنی و ظلم کی شکایت کر کے امداد کے خواستگار ہوئے آپؐ نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا۔ جس وقت یہ لوگ واپس ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے آرہا ہے لیکن بے نیل و مرام واپس جائے گا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہوگا۔ قریش اپنے کئے پر پریشان ہوں گے۔ چنانچہ بدیل بن ورقا سے مقام عسفان میں ملاقات میں ابوسفیان نے کہا بدیل کہا تو کہاں سے آرہا ہے؟ بدیل نے جواب دیا اسی وادی سے۔ بدیل یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور ابوسفیان رفتہ رفتہ مدینہ پہنچ کر اپنی لڑکی ام المومنین ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ ام حبیبہؓ نے فرش کو لپیٹ لیا اور یہ کہا کہ یہ آنحضرتؐ کا بچھونا ہے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہوگی۔ ام حبیبہؓ نے جواب دیا نہیں! بلکہ میں نور اسلام سے منور ہوگئی۔ اس کے بعد ابوسفیان اٹھ کر مسجد میں آیا اور آنحضرتؐ سے کچھ باتیں کیں لیکن آپؐ نے جب کچھ جواب نہ دیا تو وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کرنے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا تب حضرت عمرؓ ابن الخطاب کے پاس گیا۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے اس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا واللہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ آنحضرتؐ کا کیا قصد ہے تو میں آج تم سے نپٹ لیتا۔

ابوسفیان اس بات کو سن کر چپکا حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کے پاس چلا آیا۔ حضرت علیؓ کے پاس اس وقت ان کی بیوی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اور حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے اپنی وہی التجا حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے بھی پیش کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میں اس سلسلے میں آنحضرتؐ سے کچھ گفتگو نہیں کرسکتا جس میں انہوں نے قصد کرلیا ہے۔" ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا "اے بنت محمدؐ کیا تم اپنے اس لڑکے (حسنؓ) کو یہ حکم نہیں دے سکتی ہو کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جاکر میری کچھ سفارش کرے؟" حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا "کوئی شخص آنحضرتؐ سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کسی کی سفارش کرسکتا ہے۔"

ابوسفیان اس جواب سے مایوسی کی حالت میں خاموش ہوکر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اتنے میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "اے ابوسفیان میں تم کو ایک نہایت عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں۔" ابوسفیان یہ سن کر خوش ہوگیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے فرمایا تم بنوکنانہ کے سردار ہو تم کو کسی کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے' اٹھو اور سیدھے مسجد میں چلے جاؤ اور بہ بلند آواز یہ کہہ کر کہ میں مدت صلح بڑھانے اور عہدنامہ کے اقرار کو مضبوط کرنے آیا ہوں' اپنے شہر واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ بات میرے نفع کی کہتے ہو۔ علیؓ نے فرمایا' میرا گمان یہی ہے لیکن وقت تو یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے۔ تم خود سوچ لو کہ اس میں تمہارا کہاں تک نفع اور کس حد تک نقصان ہے۔ ابوسفیان اس کلام کے ختم ہوتے ہی اٹھ کر مسجد میں آیا اور بلند آواز سے یہ کہہ کر "کہ میں مدت صلح بڑھائے جاتا ہوں اور از سر نو عہد و اقرار مضبوط کئے جاتا ہوں" واپس مکہ چل پڑا اور اہل مکہ نے یہ واقعہ سن کر ابوسفیان سے کہا تو نے کچھ نہ کیا۔ حضرت علیؓ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا۔

ابوسفیان کی روانگی کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ صحابہ رضوانہ اللہ علیہم' سامان سفر و آلات حرب درست کرنے لگے اس اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط میں ان حالات کو لکھ کر ایک عورت مزینہ کنود نامی کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بذریعہ وحی اس امر کی اطلاع ہوگئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ' زبیرؓ اور مقدادؓ کو اس عورت کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کو روضہ خاخ میں پہنچ کر گرفتار کرلیا' سارا اسباب اس کا ڈھونڈا لیکن خط کا پتہ نہ لگا۔ تب آپس میں کہنے لگے کہ رسولؐ اللہ نہایت سچے ہیں تعجب ہے کہ خط نہیں ملتا۔ علیؓ نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو اس خط کو دیدے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے۔ عورت اس دھمکی میں آگئی۔ اس نے اپنے جوڑے سے خط نکال کر دیدیا یہ لوگ اس عورت کو مع خط کے آنحضرتؐ کے پاس پکڑ لائے۔ آپؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے فرمایا یہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کی اے رسولؐ اللہ میں مسلمان ہوں' مجھے اسلام میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن میرے متعلقین قریش میں ہیں میں نے یہ چاہا تھا کہ وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا' اے رسولؐ اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا' کیا تمہیں عمرؓ معلوم نہیں ہے کہ اہل بدر کی شان میں اللہ جل شانہ ارشاد فرمایا "جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے"۔

دس رمضان 8 ہجری کو دس ہزار کی جمعیت سے رسولؐ اللہ مدینہ سے بہ قصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ ایک گروہ میں ایک ہزار مرد بنوسلیم کے اور ایک ہزار مزینہ کے اور غفار کے

چار سو اور اسلم کے چار سو اور باقی قریش و اسد و تمیم اور مہاجرین و انصارؓ کے ممالیک و کتاب (رضی اللہ عنہم) تھے۔ مدینہ میں کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری آپؐ کے قائم مقام ہوئے۔ جس وقت آپؐ ذی الحلیفہ اور بعض کہتے ہیں کہ جحفہ میں پہنچے عباسؓ ابن عبدالمطلب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے۔ آنحضرتؐ کے کہنے سے حضرت عباسؓ نے اپنا اسباب مدینہ بھیج دیا اور خود آپؐ کے ہمراہ .بقصد جہاد لشکر اسلام کے ہمراہ مکہ واپس ہوئے۔ منیق العقاب میں ابوسفیان بن عبداللہ بن ابی امیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ بھی ہجرت کیئے ہوئے آرہے تھے لیکن اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی' اجازت نہ ملی۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے ان کے بارے میں آنحضرتؐ سے کچھ گفتگو فرمائی تب ان کو حاضری کی اجازت ہوئی۔ ان لوگوں نے حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کرلیا اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت مراالظہران میں لشکر اسلام اترا۔ آپؐ نے ایک ہزار کی ایک ایک علیحدہ جماعت کرکے ہر ایک سے آگ روشن کرنے کے لئے فرمایا اور حضرت عمرؓ ابن الخطاب کو پیرول پر رکھا۔

حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کے دل میں دفعتاً" یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے اس مرتبہ آنحضرتؐ سے مخالفت کی اور آپؐ مکہ میں بجبر داخل ہوئے تو قریش کی خیریت نہیں ہے۔ یہ خیال رفتہ رفتہ اس قدر ترقی پزیر ہوا کہ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب آنحضرتؐ کے خچر پر سوار ہوکر اس ارادے سے لشکر سے باہر چلے کہ مبادا مکہ کے کسی جانے والے کے ذریعہ اہل مکہ کو سمجھا دیں۔ اتفاق سے ابوسفیان بن حرب و بدیل بن ورقاء و حکیم بن حرام مخبری کی غرض سے مکہ سے نکل کر وادی میں پھر رہے تھے۔ بدیل بن ورقا کہہ رہے تھے کہ یہ آگ بنوخزاعہ کی ہے۔ ابوسفیان نے جواب دیا "خزاعہ میں یہ قوت کہاں سے آئی' وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہیں ان کے پاس اتنا لشکر ہرگز نہیں جمع ہوسکتا۔" حضرت عباسؓ نے یہ کلام سن کر بلند آواز سے کہا یہ لشکر رسول کا ہے۔ واللہ ہم اگر تم پر فتح یاب ہوگئے تو تم کو مار ڈالیں گے۔ افسوس قریش کی حالت پر۔ بہتر ہوگا کہ امن کے خواستگار ہوجاؤ اور اطاعت قبول کرلو۔ ابوسفیان اس آواز کو سن کر ڈھونڈتا ہوا حضرت عباسؓ کے پاس آیا۔ حضرت عباسؓ اسے اپنے ہمراہ لئے لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے حضرت عمرؓ ابن الخطاب اپنے ساتھ ابوسفیان کو لاتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میں نے اس کو اپنے امن میں لے لیا ہے۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے کہا یہ دشمن خدا اور رسولؐ ہے یہ

Marfat.com

بغیر کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آگیا ہے میں۔ اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چونکہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب پیادہ تھے اور عباسؓ و ابوسفیان سوار تھے اس وجہ سے حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے نہایت تیزی سے آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے تلوار کھینچے ہوئے حضرت عمرؓ ابن الخطاب آ پہنچے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ دشمن خدا ابوسفیان بلا کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آگیا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی ابھی گردن ماردوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ میں نے اس کو امن میں لے لیا ہے۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب اس پر ملتفت نہ ہوئے' اس کے قتل پر اصرار کرتے رہے اور تلوار کھینچے ہوئے حکم و اشارے کے منتظر تھے کہ حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا اگر یہ بنوعدی سے ہوتا تو تو عمرؓ تم اتنا اس کے قتل پر اصرار نہ کرتے۔ لیکن چونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بنوعبدمناف سے ہے اس وجہ سے اس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا واللہ تمہارا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ اس وجہ سے میں جانتا تھا کہ رسولؐ اللہ کا بھی مبارک خیال یہی تھا۔ حضرت عباسؓ افسوس ہے کہ تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے' تم جو چاہو سمجھو مگر میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

عباسؓ اس کلام کا جواب بھی دینے پائے تھے کہ حضرت عمرؓ ابوسفیان کی طرف جھپٹے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا' میں نے اس کو شب بھر کی مہلت دی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر دم بخود ہوگئے۔ تلوار کو نیام میں کرلیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ کو یہ حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ' صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباسؓ ابن عبدالمطلب ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے ابوسفیان سے مخاطب ہوکر فرمایا "ابوسفیان کیا ابھی تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو لاالہ الااللہ پر ایمان لائے۔ ابوسفیان نے عرض کی میرے مادروپدر آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ نہایت حلیم و کریم ہیں بخدا کل سے مجھے یقین ہوگیا کہ اگر سوائے اللہ کے اور کوئی اللہ ہوتا تو مجھ کو ضرور آپؐ کی امداد سے مستغنی کردیتا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد کیا "شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو مجھے اللہ کا رسول جانے۔" ابوسفیان نے کہا میرے مادروپدر آپؐ پر فدا ہوں اس امر میں مجھے پس و پیش ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا تجھ پر تف ہو تو اپنی گردن زنی سے پہلے اسلام لا۔ ابوسفیان یہ سن کر عباسؓ کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا۔ عباسؓ نے کہا دیکھ وہ عمرؓ آرہے ہیں'

Marfat.com

پس محمد الرسولؐ اللہ کہہ دے ورنہ آتے ہی وہ تیری گردن اڑا دیں گے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر محمد الرسولؐ اللہ کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہوگیا۔

ابوسفیان کے ایمان لانے کے بعد حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں ہے۔ فخر کو زیادہ پسند کرتا ہے' آپؐ اس کے لئے کوئی ایسا امتیاز کردیجئے' جس سے یہ اوروں سے ممتاز سمجھا جائے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو شخص ابوسفیان کے مکان میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے' اور جو شخص اپنے گھر کے دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے' جو مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لے کر کنارہ وادی پر کھڑے ہوجاؤ تاکہ یہ اللہ کے لشکریوں کو دیکھے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ خود ابوسفیان کو لے کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوگئے قبیلہ قبیلہ کا گروہ جوق درجوق گزرنے لگا۔ ابوسفیان ہر ایک کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا تھا یہاں تک کہ نبی کریمؐ مہاجرینؓ و انصارؓ کے گروہ میں مسلح زرہیں اور سفید خود پہنے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا "من ھو لاء" (یہ کون لوگ ہیں)' حضرت عباسؓ نے کہا یہ مہاجرین و انصار میں اللہ کے رسولؐ ہیں)۔ ابوسفیان نے تعجب سے کہا تمہارے بھائی کے لڑکے کا ملک بہت بڑھ گیا اور اس کا لشکر بے حد زیادہ ہوگیا۔ عباسؓ نے کہا اے ابوسفیان یہ بادشاہی نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ پھر ابوسفیان نے پوچھا یہ سب کہاں جارہے ہیں اور کیا کریں گے۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا تیری قوم پر جاتے ہیں۔

ابوسفیان یہ سن کر خاموش ہوگیا اور ان سے رخصت ہوکر مکہ آیا اور اہل مکہ کو اس امر سے مطلع کیا جس نے ان کو گھیر لیا تھا اور یہ بتلایا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے جو شخص مسجد میں یا ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو یا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے۔ لشکر اسلام کا رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ جس وقت یہ ابوسفیان کے پاس سے ہو کر گزرے اس وقت جوش میں آکر کہہ اٹھے آج لڑائی کا دن ہے اور آج حرمت کعبہ حلال ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ سے لے کر حضرت علیؓ کو دیدیا۔ میمنہ میں خالدؓ بن الولید' اسلم و غفار و مزینہ و جہینہ کو لئے ہوئے اور میسرہ میں زبیرؓ اور مقدمتہ الجیش میں عبیدہ ابن الجراح اور قلب لشکر میں آنحضرتؐ مع ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے رونق افروز ہوئے۔ حضرت زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ سے اور خالدؓ کو اس کے اسفل سے داخل ہونے کو کہا اور یہ ارشاد فرمایا جو شخص چھیڑ کرے اس سے لڑنا۔ خود بہ نفس نفیس ذی طویٰ کی طرف

سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کے ارادہ سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا۔ چنانچہ ان کا سامنا خالدؓ بن ولید سے ہوگیا۔ مسلمانوں میں سے کرز بن جابر (بنو محارب سے) خنیس بن خالد (خزاعہ سے) سلمہ بن جہینہ شہید ہوئے۔ مشرکین کی طرف کے تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی آدمیوں کو آپؐ نے امن دے دیا۔ یہ فتح 20 رمضان 8 ہجری کو ہوئی

یوم فتح مکہ' چند آدمیوں کا خون آپؐ نے مباح کردیا تھا' منجملہ ان کے ایک عبدالعزیٰ بن خطل (بنو تیم الادرم ابن غالب سے) تھا' یہ پہلے مسلمان ہوگیا۔ تھا اس کو آپؐ نے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام رومی تھا۔ اثناء راہ میں غلام رومی کو اس نے قتل کر ڈالا اور مرتد ہوکر مکہ بھاگ گیا تھا۔ یوم فتح مکہ' کعبہ کا پردہ اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس کی حرمت اس نومید زندگی کو امن دے سکے۔ لیکن اس کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ سعد بن حریث مخزومیؓ اور ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا۔

دوسرا عبداللہ بن سعد ابی سرح آنحضرتؐ کا کاتب تھا' یہ مرتد ہوکر مکہ چلا گیا تھا۔ یوم فتح جان کے خوف سے چھپ گیا۔ فتح کے بعد حضرت عثمانؓ ابن عفان کے پاس آیا۔ یہ اس کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمانؓ اس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا میں نے اس کو امن دیا۔ تھوڑی دیر تک آپؐ سکوت میں رہے' ایک ساعت بعد آپؐ نے اس کو بھی امن دے دیا۔ پھر جب یہ باہر نکلا تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا' جب میں سکوت میں تھا تم نے اس کی گردن کیوں نہ ماری۔ انصار کے کسی نوجوان نے عرض کیا کاش آپؐ نے ہم کو اشارہ کردیا ہوتا۔ آنحضرتؐ نے کہا نبی اشارہ بازی نہیں کرتا۔ اس مرتبہ اسلام لانے کے بعد عبداللہ بن سعد نہایت سچائی اور صفائی سے رہے کوئی برائی ان سے نہیں ظاہر ہوئی۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے ان کو زمانہ خلافت میں مختلف بلاد کا حکمران مقرر کیا تھا۔

تیسرا قابل گردن زنی حویرث بن بنو عبد قصی سے تھا۔ یہ قبل ہجرت مکہ میں آنحضرتؐ کو بہت ایذائیں دیتا تھا۔ اس کو حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے یوم فتح قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ بھی انہیں قابل قتل لوگوں میں سے تھا۔ یہ غزوہ خندق میں آیا تھا اور ایک انصاری کو (جس نے اس سے بیشتر کسی کے دھوکہ میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا) قتل کرکے مرتد ہوکر مکہ بھاگ آیا تھا۔ یوم فتح اس کو نمیلہ بن عبداللہ لیثی (اس کے چچا کے لڑکے) نے مارا۔

Marfat.com

منجملہ ان کے ابن اخطل کی دو لونڈیاں تھیں جن کا شب و روز یہ کام تھا کہ وہ دونوں آنحضرتؐ کی ہجو گاتی تھیں۔ ایک تو ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی آپؐ نے اس کو امن دے دیا۔ ان کے علاوہ بنو عبدالمطلب کی ایک خادمہ سارہ نامی بھی اسی گروہ میں سے تھی لیکن امن کی درخواست نے اس کی بھی جان بخشی کرادی' نیز بنو مخزوم کے دو شخصوں حرث بن ہشام و زہیر بن ابی امیہ برادر ام سلمہؓ نے ام ہانیؓ بنت ابی طالبؓ سے پناہ طلب کی۔ ام ہانیؓ نے ان کو امن دیا اور آنحضرتؐ نے اس کو قائم رکھا۔

فتح کے بعد آنحضرتؐ مسجد حرام میں داخل ہوئے کعبہ کا طواف کیا۔ حضرت عثمانؓ بن طلحہ سے کلید لے کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ اس وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ و بلالؓ و عثمانؓ بن طلحہؓ تھے۔ مجاورت بیت اللہ انہیں کے قبضہ میں رکھی۔ اس وقت سے آج تک اولاد بیت شیبہ کے مجاور ہوتے چلے آتے ہیں۔ کعبہ کے اندر و باہر و اطراف میں جس قدر اصنام تھے' انہیں کو توڑ کر گرا دینے کا حکم دے دیا۔ خود بہ نفس نفیس دست مبارک میں ایک چھڑی لئے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے تھے: "آگیا حق اور بھاگ گیا باطل' بے شک باطل بھاگنے والا تھا" آپؐ کے ان کلمات فرمانے اور اشارہ کرنے سے کوئی بت ایسا نہ تھا جو اوندھا' منہ کے بل نہ گرا پڑا۔ ہو جب نماز کا وقت آیا تو بلالؓ نے آپؐ کے حکم سے کعبہ کی پشت پر اذان دی' صحابہ جمع ہوئے اور جماعت کے ساتھ بے خوف و خطر نماز ادا کی۔

اس کامیابی و فتح کے دوسرے دن آنحضرتؐ باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور رسوم جاہلیت' مجاورت بیت اللہ مراتبہ حجاج کو برقرار رکھا اور یہ فرمایا کہ "اس سے قبل اور نہ اس کے بعد مکہ کسی کے لئے حلال ہوا اور بے شک آج کے دن ایک ساعت کے لئے میرے واسطے حلال ہوگیا تھا۔ لیکن اب پھر اس کی حرمت حسب سابق بحال ہوگئی" اس کے بعد آپؐ نے خطبہ پڑھا۔

> حق دار عبادت اللہ ہی ہے جو تنہا ہے اور شریک سے بری ہے۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا لشکر کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو' ہر رسم یا خون یا مال جس کا جاہلیت میں دعویٰ کیا جاتا تھا' میرے پیروں کے نیچے ہے (میں نے ان سب کو مسل دیا) ہاں کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ حسب دستور

Marfat.com

باقی ہے۔ یاد رکھو قتل خطا عمد کی طرح ہے خواہ کوڑوں سے ہو یا لاٹھیوں سے۔ دونوں کی دیت سنگین ہے یعنی سو اونٹ جس میں چالیس حاملہ اونٹیاں ہوں۔ اے اہل قریش اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور کا اور باپ دادا کا فخر کرنا ختم کردیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے' اللہ نے فرمایا۔ لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو۔ پھر جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے اور اللہ بہت ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

اے اہل قریش تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا' بولے اچھائی کا خیال ہے کیونکہ آپؐ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

خطبہ سے فارغ ہوکر آپؐ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے مہماامکن اطاعت خدا و رسولؐ اللہ کی بیعت لینے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بنفس نفیس ان کے لئے استغفار کرتے رہے۔ جریر طبری کے مطابق رسولؐ اللہ نے خود ہی عورتوں سے بیعت لی اور کہا اس اقرار کے ساتھ میری بیعت کرو کہ اللہ واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی۔

ہند نے کہا ہم سے ایسی بات کا اقرار لے رہے ہیں کہ اس کا اقرار آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا مگر ہم اس کے لئے آمادہ ہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اور اس بات کا عہد کرو کہ چوری نہ کروگی۔ ہند نے کہا ابوسفیان کے مال سے البتہ تھوڑا بہت مجھے بھی مل جاتا تھا مگر میں نہ جانتی تھی کہ میرے لئے وہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس پر ابوسفیان نے جو وہاں موجود تھا کہا کہ اب سے پہلے جو کچھ تم کو اس میں سے پہنچا ہے وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ اب رسولؐ اللہ نے پوچھا کیا تم ہند بنت عتبہ ہو۔ اس نے کہا ہاں میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ آپؐ میری گزشتہ خطائیں معاف فرمائیں اللہ آپؐ کی خطائیں معاف کردے گا۔ رسولؐ اللہ نے

فرمایا اور یہ اقرار کرو کہ زنا نہ کروگی۔ ہند نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا شریف بی بی زنا کرتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا اور یہ اقرار کرو کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہند نے کہا ہم نے تو چھوٹوں کو پال کر بڑا کیا تھا' آپؐ ہی نے بدر میں ان کو قتل کردیا' یہ بات آپؐ اور وہ سمجھ لیں۔ اس جواب پر حضرت عمرؓ اس قدر ہنسے کہ بے قابو ہوگئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اور یہ اقرار کرو کہ کسی پر بہتان نہ لگاؤ گی۔ ہند نے کہا بخدا بہتان بہت ہی بری اور ذلیل بات ہے اور بعض لوگوں سے درگزر کردینا زیادہ کارگر ہوا کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور اقرار کرو کہ میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کروگی۔ ہند نے کہا ہم یہاں اس لئے نہیں آئے کہ کسی اچھی بات کے لئے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ اب رسولؐ اللہ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان کی بیعت لے لو' اور آپؐ نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت لے لی۔ خود رسولؐ اللہ سوائے ان عورتوں کے جن کو اللہ نے آپؐ کے لئے حلال کیا تھا یا جو آپؐ کی محرم تھیں اور کسی غیرعورت سے نہ مصافحہ کرتے تھے اور نہ اسے ہاتھ لگاتے تھے اور نہ کوئی غیرعورت آپؐ کو ہاتھ لگاتی تھی۔

ابان بن صالح سے مروی ہے کہ عورتوں کی بیعت کے دو طریقے تھے ایک یہ کہ پانی سے بھرا ہوا ایک برتن آپؐ کے سامنے رکھا رہتا تھا۔ جب آپؐ ان سے اقرار کرا لیتے تو آپؐ اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈالتے اور نکال لیتے۔ اس کے بعد عورتیں اس میں اپنا ہاتھ ڈالتیں۔ اس کے بعد صرف یہ رہ گیا کہ رسولؐ اللہ ان سے تمام باتوں کا اقرار کرا لیتے تو فرماتے کہ جاؤ بیعت ہوگئی۔

ان واقعات کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ کے اطراف و جوانب کی طرف سرایا روانہ فرمائے۔ لیکن ان کو قتال سے منع فرمایا۔ منجملہ ان کے خالدؓ بن الولید' بنوجزیمہ بن عامر بن عبدمناۃ بن کنانہ کی طرف روانہ کیئے گئے۔ انہوں نے بنوجزیمہ سے لڑائی کی اور مال اسباب پر قبضہ کرلیا۔ جب حضرت خالدؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اس مال و اسباب کو حضرت علیؓ کی معرفت بنوجذیمہ کو واپس کر دیا اور ان کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت خالدؓ کو عزیٰ کی جانب روانہ کیا۔ مضروکنانہ اس کی جاہلیت میں بے حد تعظیم کرتے تھے اور اس کی مجاورت بنوشیبان قبیلہ بنو سلیم حلفاء بنو ہاشم کے قبضہ میں تھی۔ خالدؓ بن الولید نے اس کو منہدم کردیا۔

انصارؓ کو فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کے بلاتعین قیام سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپؐ

Marfat.com

اب مکہ ہی میں قیام فرمائیں گے' مدینہ تشریف نہ لے جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کو ایک گونہ صدمہ ہوا۔ آپس میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سننے لگے۔ آنحضرتؐ کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو باہر تشریف لائے' انصارؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا "کہ ہماری زندگی و موت تمہاری زندگی و موت سے متعلق ہے۔"

ابن اسحٰق نے مختلف اسناد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ مکہ کی فتح کے بعد مکہ میں پندرہ راتیں مقیم رہے۔ اس اثنا میں برابر نماز قصر کرتے رہے۔ ان بتوں کو جو خانہ کعبہ میں تھے' خود اپنے دست مبارک سے منہدم کیا اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و مریم و عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر کو دفن کرا دیا۔ باقی رہے وہ بت جو اطراف و جوانب مکہ میں تھے ان کے منہدم کرنے کو صحابہؓ کو روانہ کیا۔

25 رمضان 8 ہجری کو عزیٰ کے منہدم کرنے کے لئے خالدؓ بن الولید کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ کو سواغ (ہذیل کے صنم) کی طرف روانہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ جس وقت سواغ کے قریب پہنچے مجاور نے کہا تم کس ارادے سے آئے ہو' عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ مجھ کو آنحضرتؐ نے اس بت کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مجاور نے حیرت کی نگاہ سے ان کی طرف دیکھ کر کہا تم اس امر پر قادر نہ ہوسکو گے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کیوں؟ مجاور نے جواب دیا کہ خداوند سواغ تم کو خود روک دے گا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا تجھ پر تف ہو اب تک اسی خیال باطل میں گرفتار ہے۔ عمرو بن العاصؓ یہ کہہ کر سواغ کی طرف بڑھے اور اس کو ایک ضرب سے پاش پاش کرڈالا۔ ان کے ہمراہیوں نے اس کے اردگرد کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ کر اس کے خزانہ کو توڑا لیکن اس میں سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پھر عمرو بن العاصؓ مجاور کی طرف متوجہ ہو کر بولے تو نے دیکھا میں نے کیسے اس کو توڑ ڈالا۔ دیکھ جب وہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکا تو مجھ کو کیا نفع و ضرر پہنچا سکتا ہے۔ مجاور یہ کلام سنتے ہی مسلمان ہوگیا۔ اس طرح سعید بن زید الاشہلیؓ، مناۃ کے توڑنے پر مبعوث ہوئے۔ یہ بت اوس و خزرج و غسان کا تھا۔ ان کے ہمراہ بیس سوار تھے۔ انہوں نے جاکر اس بت کو توڑ ڈالا اور اس کے خزانہ کو کھولا لیکن یہاں سے بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔

Marfat.com

آٹھواں باب

حجتہ الوادع اور وفات (10ھ)

ماہ زیعقد 10ھ کی جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپؐ بقصد حج مدینہ روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ مہاجرین وانصار اور رؤسائے عرب کا ایک گروہ اور سو اونٹ تھے' مکہ میں اتوار کے دن جب کہ چار روز ذی الحجہ کے گذر چکے تھے داخل ہوئے۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب بھی' جو نجران میں صدقات جمع کرنے گئے ہوئے تھے' مکہ میں آپؐ کے ساتھ گئے اور آپؐ کے ساتھ حج کیا۔ آپؐ نے اس مرتبہ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی' اس کے سنن بتلائے ان کے لیے رحمت کی دعا کی۔ اور عرفات میں ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثنا کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

> لوگو! میری باتیں سن لو۔ مجھے کچھ خبر نہیں شاید میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد کبھی ملاقات نہ کر سکوں' لوگو! دیکھو تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے جاملو گے اور وہ تم سے تمہارے عملوں کے بارے میں پوچھے گا۔ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔ اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا۔ ہے ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا' نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرمایا دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا۔ عباس کا تمام سود موقوف کر دیا گیا اور جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیے گئے۔ دیکھو سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔ ربیعہ بنولیث میں شیرخوار تھے اور انہیں بنوہزیل نے قتل کر دیا تھا۔ اس لیے میں ان کا

Marfat.com

خون باطل کر کے جاہلیت کے خونوں کے باطل کرنے کی ابتداء کرتا ہوں۔ لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے ناامید ہو گیا ہے لیکن دیگر معمولی گناہوں میں اپنی اطاعت کیے جانے پر خوش ہے۔ اس لیے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو۔ لوگو یہ ذمانا کفر میں زیادتی ہے۔ اس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی مہینہ کو ایک سال حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام تاکہ حرمت والے مہینوں کی تعداد روند ڈالے اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں۔ دیکھو زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی صورت پر آگیا ہے جس صورت پر اس دن تھا جب خدا نے زمین و آسمان پیدا کیے تھے اور اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے جس دن اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذی قعدہ' ذی الحجہ اور محرم) تو لگاتار ہیں اور تنہا رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (آپؐ نے حمد و صلوۃ کے بعد فرمایا) لوگو! عورتوں پر تمہارے بھی حقوق ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ سلائیں اور کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں اس طرح مارو کہ جسم پر نشان نہ پڑے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو انہیں غیر معروف نان ونفقہ دو اور عورتوں سے بھلائی سے پیش آو کیونکہ وہ تمہارے حصہ میں شریک ہیں اور ذاتی طور پر کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور انہیں اپنے لیے اللہ کی آیتوں سے حلال کر لیا ہے۔ لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو۔ میں نے تمہیں شرعی احکام سمجھا دیے ہیں اور تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے' یعنی اللہ کی کتاب کو اور اس کے نبی کی سنت کو' لوگو میری باتیں سنو۔ یقین مانو ہر مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان بھائی بھائی ہیں' اس لیے

Marfat.com

کسی شخص کو اپنے بھائی کے مال میں وہی حلال ہے جسے وہ خوشی سے دیدے۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ (پھر پوچھا) کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ نے جواب دیا بیشک آپؐ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔"

چونکہ کسریٰ کے گورنر باذان کے ایمان لانے سے اکثر باشندگان یمن بھی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ نے اسے بدستور یمن کی حکومت پر قائم رکھا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک اور حصہ دار نہیں فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی اطلاع آپؐ کو حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی۔ آپؐ ن اس کے ملک کو اپنے اصحاب میں اس طرح پر تقسیم فرمایا کہ صفا پر اس کے لڑکے شہر بن باذان کو اور مارب پر ابوموسیٰ اشعری کو اور جند پر یعلی بن امیہ کو اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور عک و اشعر بن پر طاہر بن ابی ہالہ کو اور مابین نجران دامع و زبید پر خالد بن سعید العاصی کواور خاص نجران پر عمرو بن حزم کو اور بلاد حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی کو اور سکاسک وسکون پر عکاشہ بن ثور بن اصفر غوثی کو اور معاویہ بن کندہ پر عبداللہ الماجرین ابی امیہ کو مقرر فرمایا۔ لیکن عبداللہ المہاجر نے اپنے نہ جانے کا ایک معقول عذر پیش کیا جس سے ان کے اعمال کا بھی زیاد بن لبید انتظام کرتے رہے اور معاذ بن جبل اہل یمن وبلاد حضرموت کی تعلیم کے لیے روانہ کیے گئے۔

اس واقعہ سے پیشتر عدی بن حاتم بنوطے کے صدقات وصول کرنے کو اور اسدو اور مالک بن نویرہ صدقات بنو حنظہ پر اور علاء بن حضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نجران کی جانب صدقات اور جزیہ (خراج) وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے۔ بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب نجران سے صدقات وصول کر کے حجتہ الوداع میں آ شریک ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ اس دور میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالخمار تھا۔ شیریں کلامی' شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس کی شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔ وہ مقام کہف حنار میں پیدا ہوا اور وہیں نشونما پا کر بڑا ہوا' ہوش سنبھالا' آنکھیں کھولیں تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ مذحج و نجران والوں نے اس کی تحریر کو عما وطاعۃ

قبول کر لیا، چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمرو بن حزم و خالد بن سعید بن العاصی کو نکال دیا اور قیس بن یغوث نے دفعتہ" حملہ کر کے فردہ بن مسیک کو جلا وطن کر دیا۔ فروہ اس وقت آنحضرتؐ کی طرف سے مراد پر حکمران تھے۔ اس کے بعد اسود عنسی سات سو سواروں کو لے کر صنعاء کی طرف بڑھا، شہر ابن باذان نے اس کا مقابلہ کیا، اسود عنسی نے شہر ابن باذان کو شکست دے کر مار ڈالا، اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ صنعاء و حضر موت کے درمیان اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے۔ عمرو بن معدیکرب، خالد بن سعید بن العاصی کے ہمراہ تھا۔ اس نے اسود عنسی کی طرف میلان ظاہر کیا۔ خالد بن سعید کو تاب نہ آئی تلوار کھینچ کر آگے بڑھے، دونوں آدمیوں میں دو دو ہاتھ چل گئے۔ خالد نے اس کی تلوار صمصامہ توڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لی، تب عمرو بن معدیکرب گھوڑے سے اتر کر اسود عنسی کی طرف بھاگ گیا۔ اسود نے اس کو مذحج کا سردار بنا دیا۔ اس کے لشکر کا سردار قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابنا پر اس کی طرف سے فیروز حکمرانی کر رہے تھے۔ اہل یمن کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر معاذ بن جبل نکل کر بھاگے اور مارب میں ابوموسیٰ کی طرف سے گذرے۔ ابو موسیٰ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ معاذ نے سکون میں قیام کیا لیکن ابو موسیٰ نے سکاسک میں جا کر دم لیا اور طاہر بن ہالہ بلاد عک (جبال صنعاء) میں جا چھپے۔ لیکن عمرو بن حزم و خالد بن سعید نے مدینہ پہنچ کر ان کل واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمایا۔

اس اثناء میں جب کہ اسود عنسی کو ملک یمن پر ایک مسلم حکومت حاصل ہو گئی اور اس نے شہر ابن باذان کے قتل کے بعد اس کی بیوی آزاد کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ فیروز کی چچازاد بہن تھی۔ فیروز کو اسود کی حرکتیں پسند نہ آئیں، اس لیے فیروز اسود سے کبیدہ خاطر ہوگیا۔ فیروز کے علاوہ قیس بن عبد لغوث بھی اسود کی نخوت سے دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہا تھا لیکن کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آنے سے خاموشی وسکوت کی حالت میں اسود کے ہر نرم وگرم احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اسود کی گوشمالی وسرکوبی کے لیے دیر بن نخنیس کی معرفت جس طرح ممکن ہو ایک خط لکھ کر ابو موسیٰ و معاذ و طاہر کی طرف روانہ کیا، لیکن ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قیس بن عبد یغوث اسود سے کبیدہ خاطر ہے تو انہوں نے اس کو بھی اپنا شریک و راز دار بنا لیا۔ پھر فیروز اپنی چچا زاد

Marfat.com

بمن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا۔ اس نے اسود کے قتل کرا دینے کا وعدہ کیا۔ ہنوز کوئی تدبیر مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اسود کو قیس وفیروز وغیرہ کی بددلی کی خبر ہو گئی۔ اس نے ان لوگوں کو عتاب آمیز نگاہوں سے دیکھا کہ ان کی چشم نمائی کرنی چاہیے۔ یہ لوگ بھاگ کر مضافات میں روپوش ہو گئے لیکن اس کی بیوی آزاد سے پوشیدہ خط وکتابت جاری رہی۔

ایک روز موقع پا کر فیروز اور قیس' اسود کے گھر میں نقب کے ذریعے سے گھس گئے' اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ یہاں قتل کہ فجر کی نماز کا وقت آگیا۔ اذان ہوئی' دبر بن یحنیس نے نماز پڑھائی' فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے متبعین نکل پڑے شہر میں ایک ہلچل مچ گئی' مسلمانوں اور اسود کے مقلدین میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخرکار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اس کو بھی وہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صنعاء و نجران مرتدین سے خالی ہو گیا۔ آنحضرتؐ کے عمال حسب سابق اپنے اپنے مضافات کی طرف چلے گئے' البتہ صنعاء کی امارت کے سلسلے میں کسی قدر مناقشہ شروع ہوا لیکن بہت جلد سب لوگوں نے معاذؓ ابن جبل کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس واقعہ سے فراغت پا کر ان لوگوں نے ایک قاصد آں حضرتؐ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے آپؐ کو بذریعہ الہام اس کی خبر ہو گئی۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ شب گذشتہ کو عنسی مارا گیا' اس کو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے۔ لیکن جب قاصد پہنچا تو آنحضرتؐ کا وصال ہو چکا تھا۔

آخر ذی الحجہ میں آنحضرتؐ حجتہ الوداع سے مدینہ واپس ہوئے۔ ماہ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپؐ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور ان مجاہدین پر اسامہ بن حارثؓ کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ "بلقاء وداروم کی طرف سے اردن تک ارض فلسطین میں شام کے بلاد میں مشرکین پر جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہوں۔" اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسامہؓ بن زید روانگی کی تیاری میں تھے کہ آنحضرتؐ علیل ہو گئے۔ یہ وہی علامت تھی جس میں آپؐ رحمت الٰہی سے جا ملے۔ اسی زمانہ میں اسود و مسلیمہ کے ارتداد کی خبر آئی۔ آپؐ درد سر کی تکلیف سے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے گذشتہ شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری کلائی میں دو کنگن سونے کے ہیں۔ میں نے ان کو ناپسندیدہ سمجھ کر پھینک دیا۔ اس خواب کی میں نے یہ تعبیر لی ہیں کہ یہ دونوں کنگن

Marfat.com

یہی دونوں کذاب یعنی صاحب یمامہ اور صاحب یمن ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے اسامہؓ کی امارت میں کچھ بحث وکلام کیا ہے اور اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی امارت میں بھی لوگوں نے کچھ کہا تھا۔ پس اگر اس کا باپ لائق امارت تھا تو یہ بھی امیر ہونے کے قابل ہے۔ اسامہ نے یہ سنتے ہی کوچ کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد آپؐ کی علالت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اسامہ کی روانگی سے قبل آپؐ کا وصال ہو گیا۔

اسود عنسی کے زمانہ خروج میں حجتہ الوداع کے بعد مسلیمہ یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں ظاہر ہوا۔ انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا آنحضرتؐ نے نامہ وپیام سے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے ان عمال کو اسلام پر ثابت قدمؒ رہنے' مسلیمہ و طلیحہ کے خلاف جہاد کرنے کو لکھا۔ اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے' وہ اس سے پیشتر لکھے جا چکے ہیں۔ باقی رہے مسلیمہ اور طلیحہ کی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسلیمہ کا خط آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا جس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا۔ اس کے بعد طلیحہ نے بھی صلح کا پیغام بھیجا۔

اگرچہ آنحضرتؐ پر سب سے پہلے اللہ جل شانہ کے قول "اذا جاء نصراللہ والفتح" والی پوری سورت میں اپنے وصال کی خبر منکشف ہو گئی تھی۔ اس کے بعد صفر 11ھ (مطابق 632ء) کی دوراتیں باقی تھیں کہ آپؐ کے درد ہوا۔ آپؐ اسی درد کی حالت میں ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ میمونہؓ کے مکان میں ٹھہرے۔ کل ازواج نے زمانہ علالت حجرہ عائشہؓ میں گزارنے کی اجازت دی۔ آپؐ وہاں سے عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں آ گئے' باہر نکل کر لوگوں کو سمجھایا بجھایا۔ شہدائے احد پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "بے شک ایک بندہ کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے دنیا اور اس چیز کا جو اس کے پاس ہے (یعنی آخرت کا) اختیار دیا' پس بندہ نے اس کو اختیار کیا جو اس کے پاس ہے۔" حضرت ابوبکرؓ اس جلسہ میں حاضر تھے وہ اس فقرہ کو سمجھ کر رو اٹھے اور عرض کیا یا حضرتؐ ہم آپؐ کا اپنی جانوں اور بچوں سے فدیہ دیتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "خاموش رہو۔" اس کے بعد آپؐ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا۔ ان کے حق میں دعا خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اس سلسلہ کلام میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "میں تمھیں تقویٰ کا حکم کرتا ہوں اور اللہ نے بھی تمھیں یہی حکم دیا ہے۔ میں تم پر اللہ کو خلیفہ بناتا ہوں اور تمھیں اس کے سپرد کرتا

ہوں۔ بلاشبہ میں تمھیں جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اور اللہ کے بندوں پر برتری حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آخرت کا گھر ان کے لیے بنایا ہے جو دنیا میں برتری کا اور فساد کا قصد نہیں کرتے اور حسن انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ اور فرمایا کہ "جہنم میں مغروروں کا ٹھکانا نہیں۔"

آپؐ نے مسجد کی طرف جتنے دروازے تھے سب کے بند کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ پر ارشاد فرمایا کہ میں کسی کو ابوبکرؓ سے اپنی صحبت میں افضل نہیں جانتا اور اگر کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا۔"

اس کے بعد پھر درد کی شدت میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ آپؐ غافل ہوگئے۔ امہات المومنینؓ اور فاطمہؓ و عباسؓ و علیؓ سب کے سب آپؐ گرد آکر جمع ہوگئے۔ اس عرصہ میں نماز کا وقت آگیا' درد میں کسی قدر کمی معلوم ہوئی' غفلت جاتی رہی لیکن ضعف کی وجہ سے اٹھ نہ سکے تھے' لیکن آپؐ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے نماز پڑھوانے کے لیے کہو۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک ضعیف و رقیق القلب آدمی ہیں' آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو اس امر پر مامور فرمایئے۔ آپؐ نے اس سے انکار کر کے حضرت ابوبکرؓ کو امامت پر مامور فرمایا۔

ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آنحضرتؐ درد کے خفیف ہو جانے سے باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا قصد کیا آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا مونڈھا پکڑ کر دبادیا اور ان کو جگہ سے ہٹنے نہ دیا۔ اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے' یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز تمام کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کی علالت کی حالت میں تیرہ نمازیں پڑھائیں' حالت نزع میں آپؐ کے پاس ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ بار بار آپؐ دست مبارک اس سے تر فرما کر چہرہ انور پر پھیرتے اور فرماتے "اے خدا میری مدد کر سکرات موت پر۔" پس جب پیر یعنی وفات کا دن آیا تو صبح کی نماز کے وقت آپؐ سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتبہ بھی نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا' "لوگو! آگ بھڑک اٹھی اور اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنہ آگیا۔ خبردار دین کے خلاف

کوئی بات پیدا نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال حرام کی ہے جو قرآن میں ہے۔" جب آپؐ نے اپنا سلسلہ کلام ختم کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ کی عنایت سے نہایت خوشی سے صبح کی جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔

ابوبکرؓ یہ کہہ کر اپنے اہل کے پاس سخ چلے گئے اور آنحضرتؐ اپنے مکان میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اس اثناء میں عبدالرحمن بن ابی بکر ایک تر مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سمجھ گئیں کہ آپؐ مسواک چاہتے ہیں۔ پس جنابہ موصوفہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب چبا کر کچلا' جب وہ نرم ہو گئی تو آنحضرتؐ کو دی آپؐ نے مسواک لے کر کی۔ پھر اس کو چھوڑ کر اپنے سر مبارک کو عائشہ کے سینہ پر رکھ کر پاوں پھیلا دیے۔ رہ رہ کر آپؐ کا چہرہ مبارک متغیر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب اس دارفانی سے آپؐ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ کا انتقال میرے سینہ و حلق کے درمیان ہوا ہے۔ اگلے دن منگل کو بعد دوپہر مدفون ہوئے۔

آنحضرتؐ کا وصال ہوتے ہی صحابہ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی۔ جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا' حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔ نہ تو ان کے ہوش وحواس باقی تھے جو اس وقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے اور نہ وہ حیرت وپریشانی سے بری تھے۔ لوگ یہ خبر سن کر جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ ابوبکرؓ اس وقت اپنے اہل کے پاس سخ گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب اور اکثر جلیل القدر صحابہ موجود تھے' حضرت عمرؓ ابن الخطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر سے ہو گئے' کچھ ہوش و حواس نہ رہا تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے' "کچھ منافقوں کا خیال ہے کہ اللہ کے رسولؐ اللہ فوت ہو گئے حالانکہ آپؐ فوت نہیں ہوئے بلکہ موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور واپس آکر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔" عمرؓ جوش وغضب میں یہ کہے جا رہے تھے' لیکن کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی شخص ان سے یہ کہتا تھا کہ تم تلوار نیام میں کر لو' آنحضرتؐ کا وصال ہو گیا۔

اس عرصہ میں یہ واقعہ جاں گداز سن کر حضرت ابوبکرؓ آپہنچے اور سیدھے حجرہ مبارک میں عائشہؓ کی گود سے سر مبارک لے کر بغور دیکھا' کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں

Marfat.com

بے شک آپؐ نے اس موت کا ذائقہ چکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے لکھا تھا اور اب ہرگز اس کے بعد آپؐ کو موت نہیں آئے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے باہر آئے حضرت عمرؓ ابن الخطاب لوگوں سے وہی باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا چپ رہو۔ حضرت عمرؓ نے کچھ بھی خیال نہ کیا' حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ کہنا نامناسب سمجھ کر علیحدہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ جس قدر آدمی عمرؓ کے پاس جمع تھے وہ سب حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلے آئے۔

اس وقت انہوں نے حمدوثنا کے بعد خطبہ پڑھا: "جو محمدؐ کا پجاری تھا تو محمدؐ تو فوت ہو گئے اور جو اللہ کا پجاری تھا' تو اللہ زندہ ہے اور اسے فنا نہیں۔ محمدؐ ایک رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی رسول گذر گئے پھر اگر آپؐ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر گذاروں کو جزا دینے والا ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ان آیات کا نکلنا تھا کہ دفعتہ" لوگوں کے خیالات بدل گئے اور حیرت کا عالم ایسا دور ہو گیا کہ گویا اس سے پہلے وہ تھا ہی نہیں۔ اس فوری تغیر و تبدل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس آیت کے نزول کا حال ہی نہ جانتے تھے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابوبکرؓ کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا لیکن جس وقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے۔ مارے خوف کے میرے پاوں تھرا گئے اور اس قدر کانپے کہ میں زمیں پر گر پڑا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپؐ کا وصال ہو گیا۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر یہ خبر دی کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں اکثر یہ بھی کہتے ہیں "ایک ہمارا امیر ہو اور ایک اہل قریش کا۔" حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مع ایک گروہ مہاجرین صحابہ کے اس شور و غل کی روک تھام کے لئے سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور حضرت علیؓ و عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے فضلؓ و قثمؓ و اسامہؓ بن زید آنحضرتؐ کی تجہیزو تکفین پر متعین ہوئے۔

حضرت علیؓ آپؐ کی پشت مبارک کو ٹیک لگائے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ دلاتے جاتے اور اسامہؓ و سقرانؓ پانی ڈالتے تھے۔ ان لوگوں نے قبل غسل دینے کے اس امر میں اختلاف کیا تھا کہ آپؐ کو برہنہ کر کے نہلائیں یا کہ مع کپڑوں کے۔ ناگاہ مکان کے باہر سے یہ آواز آئی "کپڑے نہ اتارے جائیں آپؐ کو

Marfat.com

مع کپڑوں کے نہلاؤ۔" پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، غسل دینے کے بعد تین کپڑوں میں کفنایا۔ دو تو سفید تھے اور ایک بردیمانیہ تھی۔ پھر قبر کھودنے والوں کو بلایا۔ ایک ان میں لحد بناتا تھا اور دوسرا بغلی کھودتا تھا۔ صحابہ کا اس میں بھی باہم اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ لحد (صندوقی) قبر کھودی جائے اور کسی کی رائے بغلی قبر بنانے کی تھی۔ حضرت عباسؓ نے دو شخصوں کو ان دونوں آدمیوں کے بلانے کو بھیجا اور اللہ تعالی سے یہ دعا کی کہ جو قبر اپنے نبیؐ کے لیے پسند کرتا ہو اس کو بھیج۔ پس وہی شخص پہلے آیا جو قبر صندوقی بناتا تھا۔ یعنی ابو طلحہ زید بن سہیلؓ۔ یہی اہل مدینہ کی قبر کھودا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسولؐ اللہ کے لیے صندوقی قبر بنائی۔

جب بروز منگل آپؐ کی تجہیز سے فرغت ہوئی اور آپؐ کو آپؐ کے مکان کے (تخت) پر رکھا تو پھر صحابہ نے آپؐ کے مقام دفن میں اختلاف کیا بعض کہتے تھے کہ مسجد مبارک میں دفن کیے جائیں اور بعض کہتے تھے اپنے ہی مکان میں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی مگر وہیں دفن کیا گیا جہاں پر اس کی روح قبض کی گئی ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپؐ کے فرش کو (جس پر آپؐ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر کھودی گئی۔ اس کے بعد گروہ کے گروہ پہلے مردوں نے، ان کے بعد عورتوں نے، ان کے بعد لڑکوں نے اور پھر غلاموں نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ کوئی کسی کی امامت نہ کرتا تھا۔ پھر آپؐ نصف شب بدھ کے دن دفن کیے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ربیع الاول کی بارھویں شب کا تھا۔ اس حساب سے ہجرت کے دس سال پورے ہو گئے۔ تریسٹھ برس کی عمر آپؐ کا وصال ہوا لیکن بعض پینسٹھ بعض ساٹھ بھی بتلاتے ہیں، واللہ اعلم۔

یہ واقعہ بھی اسلام کے ان واقعات میں سے ہے، جن سے اسلام میں عظیم تفرقے اور اختلافات رونما ہوئے۔ لیکن اگر دیدہ بصیرت سے تعمق وغور کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو نہ اختلاف باقی رہ جاتا ہے اور نہ پھر بحث و کلام کا موقع ملتا ہے۔

Marfat.com

نواں باب

فتح عراق (12ھ)

عراق دجلہ اور فرات کی وادی میں جنوبی حصہ کی جانب واقع ہے جس کی زمین سرسبزاور زرخیز' پانی بکثرت اور فضا معتدل ہے۔ یہ حصہ آبادی اور مدنیت میں تمام روئے زمین سے سبقت رکھتا ہے۔ پرانے زمانہ میں بھی قریب تین ہزار سال قبل مسیح سے لے کر پے درپے متمدن قومیں ہی اس حصہ زمین پر حکمراں رہیں۔ بابلی' اشوری' ایرانی' یونانی تمام قوموں نے عراق میں مختلف سلطنتیں قائم کیں جن کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ ان کی تہذیب ایک مینارہ نور تھی جس کی شعاعیں آس پاس کے ملکوں پر بھی پڑتی تھیں۔

پرانے زمانے میں عرب کے لوگ بھی اس سرزمین سے واقف تھے۔ چنانچہ بکراور ربیعہ کے قبائل نے اس سرزمین پر قدم رکھا اور اپنی حکومت وہاں قائم کرلی۔ یہ حیرہ میں منازرہ کی حکومت کہلاتی تھی اسلام کے بعد حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عربوں نے دوبارہ اس زمین پر قبضہ کیااور اس میں بصرہ اور کوفہ جیسے شہر بسائے جو عظیم الشان شہر بن گئے۔ مدائن کے خزانے اور بابل اور حیرہ کا تمدن یہاں منتقل ہو گیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ محرم 12ھ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالدؓ بن الولید کو یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کو لکھا۔ (ایلہ منتہائے بحرفارس پر جانب شمال بصرہ کے قریب واقع ہے) نیز یہ بھی لکھا کہ اہل فارس اور ان لوگوں کی تالیف قلوب کرنا جو ان کے ملک میں دیگر مذہب وملت کے آباد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ بن الولید یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آئے اور یہاں سے ان کے حکم سے عراق کی طرف روانہ ہو کر بانقیاد بوسوما پہنچے۔ ان کے حکمرانان جابان وصوبا نے حاضر ہوکر دس ہزار دینار پر مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ بن الولید اس رقم کو وصول کر کے حیرہ پہنچے۔ اپنے یسرایاس میں قبیصہ طائی کے ہمراہ حیرہ کے شرفاء لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر خالد بن ولید کے پاس آئے۔ حضرت خالدؓ نے ان

لوگوں سے کہا کہ ہم اعلاء کلمتہ اللہ کی غرض سے آئے ہیں تم لوگ اسلام قبول کرو۔ یا مطیع اسلام ہو کر جزیہ دو تو ہم تمہاری جان اور مال کے زمہ دار اور محافظ ہوں گے یا بر سر جنگ میدان میں آؤ۔ شرفاء حیرہ نے اسلام کی اطاعت قبول کر کے نوے ہزار درہم جزیہ (خراج) پر صلح کرلی۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو اسفل عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ اور عیاض بن غنم کو لکھا تھا کہ وہ اعلیٰ عراق سے داخل ہو کر مضیخ سے لڑائی شروع کر کے عراق میں حضرت خالدؓ سے جا کر مل جائیں۔ اگرچہ اس سے پیشتر مثنیٰؓ بن حارث شیبانی حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اجازت حاصل کر کے عراق چلے گئے تھے اور حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی تھی پس جس وقت حضرت خالدؓ بن ولید عراق پہنچے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے مثنیٰ حارث و حرملہ و مدعور (یامعذور) و سلمان ایلہ میں حضرت خالدؓ کے لشکر سے آ کر مل گئے۔

حضرت خالدؓ کے ہمراہ دس ہزار فوج تھی اور مثنیٰ بن حارث کے ساتھ آٹھ ہزار۔ حضرت خالدؓ نے اپنے کل لشکر کو تین حصوں پر منقسم کر کے اگلے حصہ پر مثنیٰ کو اور درمیانے پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کیا اور پچھلے پر خود رہے اور فوج کے تینوں حصوں کو مختلف راستوں سے اس طرح روانہ کیا کہ ہر حصہ دوسرے حصہ سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے دونوں حصوں کو حفیر میں دشمنان دین سے مقابلے کی غرض سے جمع ہونے کا حکم دیا۔ شاہ فارس کی طرف سے اس صوبہ کا گورنر ہرمز نامی ایک شخص نہایت دلیر اور نبرد آزما تھا جو خشکی میں عرب سے اور بحر میں ہند سے لڑتا رہتا تھا۔ ہرمز حضرت خالدؓ کی آمد کی سن کر اردشیر کسرآے کے پاس ایک اطلاعی عرضداشت بھیج کر خود نہایت عجلت سے تیاری کر کے ایک منظم فوج لیے ہوئے حفیر آ پہنچا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر قباد و انوش جان (اولاد۔اردشیر اکبر سے) تھے۔ انہوں نے بھاگنے کے خیال سے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر دیا تھا۔ فریقین نے حفیر کے سامنے ایک میدان میں اپنی اپنی صفوں کو منظم کیا۔ اتفاق سے اسلامی لشکر جو ان کے مقابلہ پر تھا وہ ایسے مقام پر خیمے نصب کر رہا تھا جہاں پر پانی نہ تھا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ لشکر بغیر پانی کے مر جائے گا۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا "صبر کرو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔" یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب اتارنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد

Marfat.com

بحکم خدا ایک ابر آیا جس سے ان کے اردگرد کے چشمے بھر گئے۔

صفوان کے منتظم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ اسلامی لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں گئے۔ اور للکار کر اپنے مقابلہ پر لڑنے والے کو طلب کیا۔ ہرمزان کی آواز سن کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں لڑنے والے گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے پہلے حضرت خالدؓ نے ہرمز پر وار کیا، ہرمز نے پیچھے ہٹ کر حضرت خالدؓ پر حملہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کی تلوار چھین لی اور لپک کر اس کی کمر پکڑ کر زمین پر پٹک دیا۔ جاں نثاران فوج کا دستہ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا لیکن حضرت خالدؓ کا یہ دلیرانہ حملہ ان کو ہرمز سے قتل سے نہ روک سکا۔ یہ دستہ حضرت خالدؓ تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ قعقاعؓ بن عمرو نے اس دستہ پر حملہ کر کے ایک ایک کو چن چن کر مار ڈالا۔ اس کے بعد بقیہ لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا، تھوڑی دور تک مسلمانوں نے انکا تعاقب کر کے جس کو پایا اس کو قتل کیا۔ اس لڑائی کا نام واقعہ ذات السلاسل ہے۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کے قتل کے بعد اسکے ہتھیار اور اسباب لے لیے۔ اس کی صرف ایک ٹوپی ایک لاکھ کی تھی۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے مال غنیمت سے خمس اور نوید فتح دے کر قاصد کو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیجا اور خود حفیرہ سے روانہ ہو کر موضع حسر اعظم (بصرہ) میں جا اترے۔ حضرت مثنیٰ بن حارث کو دشمنان خدا کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰ نے حصن المراۃ کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ حالم قلعہ کی بیوی مسلمان ہو گئی۔ اس کو مثنیٰ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انہیں ایام میں حضرت خالدؓ بن ولید نے معقل بن مقرن کو ایلہ کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن اس کو عتبہؓ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں سنہ ۱۴ھ میں فتح کیا۔

کسرائے اردشیر نے ہرمز کی اطلاعی عرضداشت (جس میں اس نے حضرت خالدؓ کی آمد کا لکھا تھا) پڑھ کر ہرمز کی مدد پر قارن بن قریانس کو فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہرمز مارا جا چکا تھا۔ اور اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگے ہوئے چلے آرہے تھے۔ مقام مذار میں قارن اور منہزمین ہرمز کے لشکریوں سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دلاسا دے کر دوبارہ لڑائی پر آمادہ کیا اور اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نہر پر آکر ٹھہرا۔ حضرت خالدؓ بن ولید یہ سن کر لشکر اسلام کو منظم کر کے قارن کے مقابلے پر آئے۔ فریقین نے مردانگی سے لڑائی شروع کی۔ اثناء جنگ میں

Marfat.com

معقل بن الاعشی بن النباش نے قارن کو اور عاصم نے انوش جان کو اور عدی نے قباد کو ایک ہی حملہ میں مار ڈالا۔ جس کی وجہ سے پھر لشکر فارس کو شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں ان لوگوں کے علاوہ جو داروگیر کے وقت نہر میں ڈوب گئے' تقریباً" تین ہزار فارس کے لشکری مارے گئے۔ جو باقی رہے۔ ان سے جزیہ لے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ مسلمانوں کو اہل فارس کا بے حد مال واسباب ملا اور ان کے مقتولین کے لڑکوں وعورتوں کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ قارن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں نے فارس سے کوئی بڑی لڑائی نہیں لڑی۔ اس لڑائی کا نام ثنی یعنی نہر ہے۔

اس شکست کے بعد اردشیر نے سواد کے بہت بڑے شہسوار اندر زغر کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بہمن جاذویہ کو بھی بھیجا۔ اندرزغر نے اپنی ہمراہی فوج کے علاوہ' اردشیر کے حکم کے بموجب حیرہ و کسکر کے درمیان سے عرب ضاحیہ اور دہقانوں کے ایک گروہ کثیر کو اپنے لشکر میں شامل کر کے دلجہ میں صف آرائی کی۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں چھپا دیا تھا اور بقیہ لشکر کو دو حصہ پر منقسم کر کے مقابل ہوئے تھے۔ اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کے اشارہ سے لڑتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جس وقت لشکر فارس کمین گاہ سے آگے بڑھا' اہل کمین گاہ نے کمین گاہ سے نکل کر لشکر فارس پر پیچھے سے اور سامنے لڑنے والے اسلامی لشکر نے آگے سے اور حضرت خالدؓ نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر دائیں بازو سے حملہ کر دیا۔ لشکر فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ ایک گروہ کثیر مارا گیا۔ اور اندر زغر لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ باقی لشکریوں کو حضرت خالدؓ نے امان دے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

چونکہ اس لڑائی میں دو عیسائی بنی وائل کا جابر بن بجیر' دوسرا عجل کا ابن عبدالاسود' مسلمانوں نے گرفتار کر لیے تھے اس وجہ سے بنی و وائل کے نصرانی برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مقام الیس میں جمع ہوئے۔ عبدلاسعود عجلی کو اپنا سردار بنایا۔ اردشیر نے شکست کے بعد بہمن جاذویہ کو عرب کے نصرانیوں کے ساتھ مقام الیس میں پہنچ کر مدد دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑنے کو لکھا اور لکھا کہ جب تک جابان مرزبان نہ پہنچ لے اس وقت تک لڑائی نہ چھیڑی جائے۔ بہمن جاذویہ عجل و بنی و وائل کے نصرانیوں کے پاس اردشیر کا یہ پیغام پہنچا کر اردشیر کے پاس مشورے کی غرض سے واپس آیا۔ لیکن اردشیر کی علالت نے اس کو عجلت کے ساتھ الیس کی طرف لوٹنے نہ دیا۔ اسی اثناء میں جابان' نصرانیان عرب بنی عجل

Marfat.com

وتمیم اللات ونمیعہ وعرب الضاحیہ کے پاس الیس میں آگیا۔ جب ان لوگوں کے اجتماع کی خبر حضرت خالدؓ بن ولید کو پہنچی تو وہ بھی ان کی طرف اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ان کو جابان مرزبان کی شرکت کی اطلاع نہ تھی۔ انہوں نے الیس میں پہنچ کر بلا کسی انتظار کے اعلان جنگ کر دیا اور خود میدان جنگ میں بڑھ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ فریق مخالف کی فوج سے مالک بن قیس مقابلہ پر آیا جس کو حضرت خالدؓ نے دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔ مالک بن قیس کے مارے جانے کے بعد لڑائی کا بازار بیحد گرم ہو گیا۔ عرب کے نصرانی لڑتے جاتے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بہمن جاذویہ کو دیکھ رہے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ان کی مایوسانہ کوششوں نے جواب دیدیا تو ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے میدان جنگ سے بھاگے مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کثیر قید کر لیا گیا جن کو حضرت خالدؓ نے قتل کیا۔ اس قدر کثیر آدمیوں کے مارے جانے سے خون کی ندی جاری ہو گئی جو نہرالدم کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس واقعہ میں مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مال غنیمت کا کوئی صحیح اندزہ نہیں ہوسکا۔

حضرت خالدؓ عجمیوں کے کھانے پر جا کھڑے ہو گئے اور دن بھر کی لڑائی وسفر میں تھکے ہارے اور بھوکے پیاسے مسلمانوں نے لڑائی ختم ہونے پر کھانا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر میں واقع ہوا ہے اس کے بعد حضرت خالدؓ اپنا لشکر لئے ہوئے امعیشیا جا پہنچے اور تیزی سے اس پر حملہ کر دیا کہ اہل امعیشیا اپنا مال واسباب تک دوسرے مقام پر نہ بھیج سکے۔ اسلامی لشکر نے اس واقعہ میں اسقدر مال غنیمت فراہم کیا کہ اتنا کسی اور واقعہ میں نہیں ملا ہو گا۔

متذکرہ بالا واقعہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر اسباب کو کشتیوں میں سوار کرا کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیان مرزبان حیرہ نے غرین میں پہنچ کر لشکر کو منظم کیا اور اپنے لڑکے کو ایک کثیر التعداد لشکر کے ساتھ حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر روانہ کیا تاکہ کشتی سے اسلامی لشکر خشکی پر نہ آنے پائے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اس سے فرات بادقلا پر حملہ کیا اور مرزبان کے بیٹے کو اس کے کل ہمراہیوں کے ساتھ قتل کر کے حیرہ کی طرف بڑھے۔ ابن زیان و مرزبان حیرہ اپنے لڑکے کا قتل اور اردشیر کسریٰ کی موت کا واقعہ سن کر بغیر جنگ حیرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے قصور حیرہ کا محاصرہ کر لیا اور اثناء محاصرہ میں دیور

Marfat.com

کو بزورِ تیغ فتح کیا۔

جب طول حصار سے محصورین بے آب و دانہ مرنے لگے اور قیس ورہبانوں نے اہل قصور کو چلا چلا کر سخت و سست کہنا شروع کر دیا تب ایاس بن قبیصہ قصرابیض سے اور عمرو بن عبدالمسیح بن قیس ابن حیان بن الحرث قصور حیرہ سے نکل کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور گفتگو شروع کردی۔ حضرت خالدؓ نے حیرہ کی کثرت آبادی سے متعجب ہو کر اس کا حال دریافت کیا۔ عمرو بن عبدالمسیح نے کہا کہ میں نے دمشق وحیرہ کے درمیان ایک دوسرے سے اس قدر متصل قصبات دیکھے ہیں کہ ایک عورت ان دونوں شہروں کے درمیان بغیر اس کے کہ اس کے پاس زاد سفر سوائے چند کھجوروں کے اور کچھ نہ ہو، سفر کر سکتی ہے۔ حضرت خالدؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کے خادم کے ہاتھ سے تھیلی لے کر زہر کو اپنے ہاتھ پر پھیلا لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم اس کو اپنے ہمراہ کیوں لائے ہو؟ عمرو بن عبدالمسیح نے جواب دیا کہ اس کو اپنے ہمراہ اس خیال سے لایا ہوں کہ اگر میں تم کو اپنے خیال کے خلاف پاؤں تو اس صورت مجھے موت زیادہ عزیز ہوگی اس سے کہ میں اپنی قوم میں کوئی چیز بدل کر جاؤں۔" خالد یہ کہہ کر کہ جب تک موت نہیں آتی اس وقت کوئی شخص مر نہیں سکتا بسمہ اللہ لا یضر مع اسمہ شیئی پڑھ کر اس کو کھا گئے، تھوڑے عرصہ تک عالم بے ہوشی میں پڑے رہے اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئے، اچھی طرح سے باتیں مرنے لگے۔ ابن عبدالمسیح نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا "واللہ تم لوگ جو چاہو گے حاصل کر لوگے، جب تم میں ایسا ایک شخص بھی موجود رہے گا۔" اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت خالدؓ سے ایک لاکھ نوے ہزار یا دو لاکھ نوے ہزار اور کرامت بنت عبدالمسیح کو دے کر صلح کر لی۔

اسی اثناء میں حضرت خالدؓ نے شہنشاہ فارس کو بعد حمد و نعت کے اس مضمون کا خط لکھا: "حمد و نعت کے بعد تمام ستائش اللہ کے واسطے ہے جس نے تمہارے نظام کو کھول دیا۔ اور تمہارے مکر کو مست کر دیا اور تمہارے گروہ کو متفرق کر دیا۔ اور اگر ہم ایسا نہ کرتے (یعنی حملہ نہ کرتے) تو تمہارے لیے برائی ہوتی۔ پس تم لوگ ہمارے حکم کے مطیع ہو جاؤ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے (یعنی تم سے متعرض نہ ہوں گے)۔ ورنہ یہ ہو گا کہ تم لوگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگے جو موت کو دوست رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حیات کو تم دوست رکھتے ہو۔" اور شہنشاہ فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا: "اللہ کا شکر ہے جس نے تمہاری تیزی توڑ

Marfat.com

دی، تمہاری جمعیت منتشر کر دی۔ تمہاری عورتیں بھگادیں اور تمہاری شوکت خاک میں ملا دی۔ لہٰذا اسلام لے آؤ۔ سلامتی سے رہو گے، ورنہ میرے ذمہ میں آجاؤ اور جزیہ ادا کرو، اور اگر یہ بھی نہ مانو تو میں تمہارے مقابلہ کے لیے ایسے جانباز لایا ہوں جنہیں موت اس طرح محبوب ہے جیسے تمہیں شراب محبوب ہے۔"

اگرچہ ان دنوں اہل عجم میں اردشیر کی موت کی وجہ سے آپس میں اختلاف ہو رہا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوکی کے خالدؓ کے مقابلہ کی لئے وہ سب متفق تھے۔ انہوں نے بہمن جاذویہ کو ایک لشکر پر افسر مقرر کر کے مسلمانوں سے لڑنے کو بھیج دیا تھا۔ حضرت خالدؓ ایک برس تک شام پر حملہ کرنے سے پہلے حیرہ میں مقیم تھے۔ کبھی حیرہ کے بالائی حصہ کو اور گاہے حیرہ کے تحتانی حصہ کو اپنے قبضہ میں لانے کی فکر کرتے رہے اور اہل فارس کے گروہ کے گروہ اس کے بچانے پر کمربستہ رہے جس پر حضرت خالدؓ قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ مگر ایسا کوئی شخص ان کی نظر میں نہ آتا تھا جس کی حکومت کو سب اہل فارس تسلیم کر لیتے اور اس کے ساتھ جمع ہو کر حضرت خالدؓ کی دست برد سے اپنے ملک کو بچا لیتے کیونکہ سیرین نے ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا جو بہرام جور کی نسل سے تھے۔ پس جب حضرت خالدؓ کا خط مذکورہ بالا پہنچا تو کسریٰ کے خاندان کی عورتوں نے فرخ زاد بن بندوان کو اس امر کے لئے مقرر کیا کہ وہ ایسے شخص کو بادشاہ بنائے جس کے مطیع آل کسریٰ ہو سکتے ہوں۔

حیرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد حضرت خالدؓ لشکر کو منظم کر کے انبار کے قصد سے روانہ ہوئے اور مقدمہ الجیش پر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ شیرزاد والیء ساباط لشکر انبار کا اعلیٰ افسر تھا۔ اس نے لشکر اسلام کے مقابلہ پر اپنے لشکر کو آراستہ اور فصیلوں اور خندقوں کو درست کر کے مسلمانوں کی نقل و حرکت دریافت کرنے کی غرض سے جاسوسوں کو مقرر کیا۔ حضرت خالدؓ نے انبار پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلے پر مٹی کے دمدمے باندھ کر تیر باری شروع کر دی۔ جس سے یک لخت ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔ اس کے بعد کمزور ناتواں اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا۔ اس طرح اسلامی لشکر خندقوں کو عبور کر کے انبار کی فصیل تک پہنچ گیا۔ اس مقام پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک سخت خطرناک لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے ہر چند اسلامی لشکر کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھتے گئے۔ ناچار ہو کر شہرزاد نے حضرت خالدؓ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے شہرزاد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ بلا اسباب

Marfat.com

وہتھیار جنگ صرف تین روز کا کھانا اور اپنے مخصوص لوگوں کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے۔ شہزاد بموجب صلح انبار چھوڑ کر بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا اور حضرت خالدؓ مظفر و منصور انبار میں داخل ہوئے۔

اس کامیابی کے بعد حضرت خالدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم مقرر کر کے عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں مہران بن بہرام چوبین عجمیوں کا ایک گروہ عظیم اور عقبہ بن ابی عقبہ عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کو لیے ہوئے موجود تھا۔ ان کے علاوہ اس کے گردونواح میں ایک بہت بڑا گروہ نمرد تقلب و آیاد وغیرہ قبائل عرب کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہوئے تھے۔ عقبہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہم کو اور حضرت خالدؓ کو لڑنے دو کیونکہ ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی عرب خوب سمجھتا ہے۔ ابن بہرام نے کہا: "تم یہ بہت صحیح کہتے ہو بے شک لوہے کو لوہے سے نرم کرنا چاہیے ابن بہرام نے یہ جواب دے کر عقبہ کو حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے تن تنہا عقبہ پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ عقبہ کا لشکر بغیر جنگ کئے ہوئے لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قید کر لیا۔ ابن بہرام پر اس واقعہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ کا کیا ذکر ہے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور عقبہ کے شکست خوردہ ہمراہیوں نے لشکر کو قیام کا حکم دیا۔ محصورین نے چار روز کے بعد فتح نصیب سپہ سالار حضرت خالدؓ سے امن کی درخواست کی لیکن حضرت خالدؓ نے مصلحتاً امن دینے سے انکار کیا اور بزور تیغ قلعہ سے باہر نکل کر عقبہ کو مع اس کے لشکریوں کے قتل کر ڈالا۔ جو کچھ مال واسباب قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا اور چالیس نوعمر لڑکوں کو جو اس قلعہ کے کلیسا میں انجیل سیکھتے اور سکھاتے تھے گرفتار کر کے باہم تقسیم کر لیا اس خداداد کامیابی کے بعد خمس و نوید فتح دے کر ایک قاصد حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا گیا۔

فتح عین التمر کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس عیاض بن غنم کا خط آیا جو نصرانیوں اور مشرکین عرب سے دومتہ الجندل میں لڑ رہے تھے۔ عیاض نے نصرانیوں اور مشرکین عرب سے تنگ ہو کر حضرت خالدؓ سے مدد کی درخواست کی تھی حضرت خالدؓ کا لشکر شب و روز لڑائی کرتے کرتے تھک گیا تھا حضرت خالدؓ نے خط پاتے ہی لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور خود مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ دومتہ الجندل میں دو رئیس تھے' ایک اکیدر بن عبدالملک دوسرا جودی بن ربیعہ۔ یہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے۔ اکیدر نے حضرت

Marfat.com

خالدؓ کی آمد خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے صلح کرنے کو کہا جب ان لوگوں نے انکار کیا تو اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر چند آدمیوں کو اکیدر کو گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔ جنھوں نے اس کے ہمراہ جو کچھ تھا اکیدر کو قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

باقی رہا جودی۔ اس نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو عیاضؓ کے مقابلے، پر جو دومتہ الجندل کے مشرقی جانب تھے، لڑنے کو بھیجا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کی صف سے نکل کر جودی کو للکارا۔ جودی جس وقت میدان میں آیا، حضرت خالدؓ نے دوڑ کر گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے دفعتہً حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو اور عیاضؓ نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پسپا کیا۔ شکست خوردہ گروہ نے دونوں طرف سے شکست کھا کر قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اہل قلعہ سے دروازہ کھول دینے کو کہا، لیکن وہ لوگ مقابلہ سے نہ ہٹے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان کے روبرو جودی کو مار ڈالا۔ اس کے بعد قلعہ پر دھاوا کر کے اس کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ قلعہ میں جتنے جوان اور لڑنے والے تھے ان کو قتل کیا لیکن لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔

اہل فارس نے حضرت خالدؓ کے دومتہ الجندل کی طرف چلے جانے کے بعد حیرہ کو واپس لینے کی ایک آخری کوشش کی۔ انھوں نے حیرہ کو حضرت خالدؓ سے خالی پا کر اس پر بزور قبضہ کر لینا ایک آسان امر سمجھ کر اپنے لشکر کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ حیرہ کے عربوں نے بھی عقبہ بن عقبہ کے قتل سے برہم ہو کر انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ چنانچہ دو نامی سپہ سالار انبار کی طرف خروج کر کے حصید وخنافس تک پہنچ گئے۔ قعقاعؓ بن عمر نے (جس کو حضرت خالدؓ نے بطور نائب کے حیرہ میں مقرر کیا تھا) یہ خبر سن کر دو فوجیں حیرہ سے اہل فارس کے مقابلہ پر روانہ کیں جو ان دونوں کے درمیان ریف میں حائل ہو گئیں۔ اسی اثناء میں حضرت خالدؓ براستہ حیرہ مدائن واپس آرہے تھے۔ قعقاعؓ بن عمرو ابو لیلیٰؓ حصید میں حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے اہل فارس سے بھڑ گئے لیکن عظیم خونریز لڑائی کے بعد ان دونوں سپہ سالاروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں عجمیوں کے لشکر کے دو حصہ نذر تیغ ہو گئے۔ باقی ایک حصہ خنافس کی طرف بھاگا۔ جہاں پر ان لوگوں کا ایک مشہور ونامور شہسوار بہبوزان ایک گروہ کثیر لیے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو لیلیٰؓ نے ان کا

تعاقب کیا لیکن بہوذان اس شکست خوردہ گروہ کے ساتھ خنافس سے نکل کر مضیخ کی طرف بھاگا۔

حضرت خالدؓ نے یہ واقعات سن کر قعقاعؓ و ابو لیلیٰؓ کو ایک معین وقت ویوم پر مضیخ کے قریب جمع ہونے کو لکھا۔ پس جس وقت یہ لوگ یوم ووقت مقررہ پر مفیخ کے قریب آگئے اس وقت حضرت خالدؓ نے ہذیل اور ان لوگوں پر جو ان کے ہمراہ تھے تین طرف سے حملہ کر کے ان میں سے بے شمار و بے حد آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ہذیل چند آدمیوں کو لے کر بھاگ گیا۔ مضیخ میں ہذیل کے ساتھ عبدالعزیز بن ابی رہم اور لبیدبن جریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے' اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اسلام کی بابت لکھ دیا تھا لیکن اس معرکہ جنگ میں ہذیل کے ہمراہیوں کے ساتھ قتل ہو گئے تھے۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا خون بہاء ادا کیا' اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی۔ حضرت عمرؓ فاروق حضرت خالدؓ سے متذکرہ دونوں اصحاب اور مالک بن نویرہ کے قتل سے کبیدہ خاطر تھے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اہل شرک کے ساتھ رہے گا اس کا یہی نتیجہ ہو گا۔

اس واقعہ کے بعد ہذیل تو عتاب بن اسید کے پاس بشر جا پہنچا لیکن حضرت خالدؓ قعقاعؓ اور ابو لیلیٰؓ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کو روانہ کر کے خود ایک جداگانہ راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک وقت ویوم مقرر پر جمع ہونے کے ہدایت کر دی۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی ثنی میں (جو رصافہ کے مشرقی جانب ہے) اہل فارس کی کمک کے لیے آ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ بھی عربوں کا ایک گروہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ میں دشمنان خدا اپنے آپ کو سنبھال بھی نہ سکے' ۔ سوائے عورتوں اور لڑکوں کے سب کے سب مارے گئے۔ ایک متنفس ان میں سے نہ بچا۔

پھر رصافہ سے رضاب و فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں مقامات شام وعراق وجزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ یہاں پر فارس وعرب جزیرہ کی امداد کو رومی لشکر اور قبائل تغلب و نمروایاد کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ حضرت خالدؓ نے فراض پہنچ کر مسلسل جنگ میں مصروف رہنے کی غرض سے رمضان کے روزے قضا کر دیئے۔ رومی لشکر نے فرات کے قریب پہنچ کر حضرت خالدؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ یا تو تم فرات کو عبور کر کے آؤ یا

Marfat.com

ہمیں عبور کرنے کی اجازت دو۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ تم فرات کو عبور کر کے آؤ اس پر رومی لشکر نے پیغام بھیجا کہ تم ہمارے راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ۔ حضرت خالدؓ نے اس کا مطالبہ رد کر دیا۔ رومی لشکر چارو ناچار فرات کو اسفل کی طرف سے عبور کر کے حضرت خالدؓ کے مقابلے پر آیا اور لڑائی شروع کر دی۔ لڑائی کا آغاز خطرناک تھا۔ رومی اور ان کے ہمراہی ایک فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے تھے۔ اسلامی لشکر اگرچہ شب و روز لڑتے لڑتے تھک گیا تھا لیکن اللہ اکبر کی آواز پر ان کی رگوں میں اسی طرح خون جوش کے ساتھ دورہ کر اٹھتا تھا جیسا کہ لڑائی کرنے سے پہلے دورہ کرتا تھا۔ پیہم لڑائی کے بعد میدان جنگ سے لشکر روم بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگتے ہی اور لوگ بھی بھاگ نکلے۔ اس معرکہ اور تعاقب کے دوران فریق ثانی کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔

جب عراق فتح ہو گیا اور عربوں نے اس دولت کا حال سنا تو عراق کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ طبری میں ہے کہ عتبہ نے انس بن حجیہ کو حضرت عمرؓ کے پاس دست میسان کے مرزبان کا پٹکا دے کر بھیجا تو حضرت عمرؓ نے انس سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے' تو انس نے جواب میں کہا کہ دنیا ان پر امنڈ آئی ہے۔ وہ وہاں سونا چاندی انڈیل رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی زمین اہل عراق کے پاس ہی رہنے دی البتہ زمینوں پر خراج مقرر کر دیا۔ چنانچہ ایک جریب کھجوروں پر دس درہم اور ایک جریب بانس پر چھ درہم اور ایک جریب گیہوں پر چار درہم اور ایک جریب جو پر دو درہم مقرر تھے۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت عمرؓ نے اہل عراق پر جزیہ لگایا' چنانچہ جن لوگوں پر جزیہ لگایا گیا تھا ان کی تعداد 550,000 تھی۔ جزیہ کی مقدار مختلف تھی۔ سالانہ 48 درہم' 24 درہم' 12 درہم' حسب حیثیت مقرر کیا جاتا تھا۔ اس سے آپ عراق کی ثروت اور زرخیزی کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہی چیز تھی جس کی وجہ سے عرب کے لوگ یہاں کی سکونت کو پسند کرتے تھے۔

عرب کے لوگ عراق میں آ کر آباد ہوئے مگر ان کے پہلوؤں میں قبائلی عصبیت اور فاتحانہ ارستقراطیت (Aristorasy) موجود تھی۔ قبائلی عصبیت کا مظاہرہ تو یوں ہوا کہ بصرہ اور کوفہ میں ہر قبیلہ کے آباد ہونے کے لئے الگ الگ نشان بندی کی گئی۔ چنانچہ مثال کے طور پر کوفہ کے دو حصے کئے گئے۔ ایک مشرقی حصہ تھا' اور یہ بہترین حصہ تھا۔ اور دوسرا مغربی حصہ تھا۔ اس کے بعد قرعہ اندازی کی گئی کہ بہترین حصہ کس کے قبضے میں آئے' یمنیوں کے حصہ میں آئے یا نزاریوں کے حصہ میں۔ مشرقی حصہ یمن والوں کے قبضہ

Marfat.com

میں آیا اور مغربی حصہ نزار والوں کے قبضہ میں۔ اس کے بعد ہر فریق نے اپنے اپنے قبیلوں کے مطابق اپنے حصہ کی زمین پر نشانات لگا لئے۔ شعبی کا بیان ہے کہ کوفہ میں یمن کے لوگ نزاریوں کے مقابلہ میں زیادہ تھے۔ چنانچہ یمنی بارہ ہزار تھے اور نزاری آٹھ ہزار۔ یہ عصبیت شدید نزاع کا باعث تھی۔ کوفہ کے عرب جب بصرہ کے عربوں سے جنگ کرتے تھے تو ہر قبیلہ ایک طرف اکٹھا ہوجاتا۔ اور دوسری جانب کے اپنے ہی قبیلہ سے جنگ لڑتا تھا۔ چنانچہ کوفہ کے یمنی بصرہ کے یمنیوں سے جنگ کرتے اور کوفہ کے ربیعہ والے بصرہ کے ربیعہ والوں سے جنگ لڑتے اور کوفہ کے مضری بصرہ کے مضری لوگوں سے مقابلہ کرتے تھے۔

رہ گئی فاتحانہ ارستقراطیت (Aristocracy) تو اس کا مظہر عربوں کا وہ موقف تھا جو موالی کے مقابلہ میں ہوتا تھا۔ عراق کے باشندوں کی اکثریت ایرانیوں پر مشتمل تھی اور عرب یہاں اقلیت میں تھے۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ عراق میں جن لوگوں پر جزیہ لگایا تھا ان کی تعداد پانچ لاکھ پچاس ہزار تھی' یہ تعداد ایرانیوں کے علاوہ تھی۔ جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور جن پر جزیہ نہیں لگایا گیا تھا۔ یہ موالی عربوں کے حلیف تھے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ان کے ولاء میں داخل ہو جاتے اور انہیں اپنا مالک اور آقا شمار کرتے تھے۔

عراق میں سارے پیشے' صنعتیں اور تجارت وغیرہ ان موالی کے ہاتھ میں تھی۔ البتہ حکمران عنصر' جس کے ہاتھ میں جنگ اور صلح کی باگ ڈور تھی' وہ عرب کے لوگ تھے۔

اس قبائلی عصبیت نے آگے چل کر اس شہر کی عصبیت کا رنگ اختیار کر لیا جس کی سکونت رکھتے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے عرب اور موالی کوفہ کے لئے تعصب رکھتے تھے اور بصرہ کے موالی اور عرب بصرہ کے لئے۔ ہر شہر والے زمین کی طبیعت اور اس کے جغرافیائی محل وقوع پر فخر کرتے تھے۔

بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ ---- فی الجملہ ----- عراق دوسرے اسلامی شہروں کے مقابلہ میں علمی اور ادبی ثروت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ بشرطیکہ ہم ان بعض علمی فروغ کا استثناء کرلیں جن میں اہل حجاز فوقیت رکھتے تھے ----- عراق کی علمی ثروت کے بہت سے اسباب تھے۔

عراق اپنی قدیم تہذیبوں کی بنیاد پر قائم تھا' جن کے پاس علمی خزائن تھے۔ یہ چیز قطعاً" فطری تھی کہ اہل عراق فتح کے ہنگاموں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قدیم تہذیبوں کو واپس

Marfat.com

لانے اور اپنے موروثی علوم کو زندہ کرنے کے لئے اٹھتے۔ سریانی پہلے ہی سے سرزمین عراق میں پھیلے ہوئے تھے جن کے مدارس بھی تھے جہاں وہ یونانی علوم و آداب کی درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے۔ عراق میں بہت سے نصرانی فرقے بھی موجود تھے جو بہت سے عقائد میں ایک دوسرے سے دست وگریبان رہتے تھے۔ حیرہ میں وہ یونانی بھی موجود تھے جو اپنی تہذیب میں گہرے رنگے ہوئے تھے۔ یہ یونانی قیدیوں جنگ میں سے تھے جو ایرانی اور یونانی جنگوں میں گرفتار ہو کر آئے تھے۔ یہ ضروری تھا کہ ان تمام مختلف عناصر کی موجودگی سے وہاں ایسے افکار و آراء جو دوران جنگ میں سرد پڑ چکی تھیں ازسرنو ابھر آتیں اور شہروں کی سیاست ایک قرار پر آجانے کے بعد نمود کرتیں۔ اکثر اہل عراق اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ جس کے نتیجہ میں ان افکار و آراء نے اسلامی رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ آراء وافکار ختم ہونے لگیں،جو اسلام کے خلاف تھیں۔ اس پر اتنا اضافہ اور کر لیجئے کہ عراق ایک زرخیز ملک تھا جس میں عیش و آرام کی بہت سی چیزیں مہیا تھیں لہٰذا وہاں کے باشندوں کو اتنا وقت مل سکتا تھا کہ وہ علمی مشاغل کی طرف توجہ دے سکیں۔

عراق میں عرب بھی آباد تھے اور موالی بھی۔ حکومت عربوں کے ہاتھ میں تھی۔ موالی مجبور تھے کہ وہ اپنے دین اور اپنی دنیا کے لئے عربی زبان سیکھیں۔ انہیں ایک ایسے علم کی بھی ضرورت تھی جس سے انہیں عربی سیکھنا آسان ہو جائے۔ اس سے علم نحو کی بنیاد پڑی۔ یہ بات فطری تھی کہ علم نحو کی پیدائش عراق میں ہوئی نہ کہ حجاز اور شام میں۔ کیونکہ حجاز کو تو اس کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ اپنی زبان کو درست کرنے کے لئے قواعد بنائیں۔ نیز عراق کے موالی کو بہ نسبت شام کے موالی کے عربی سیکھنے کا زیادہ شوق تھا۔ کیونکہ ایرانیوں کو عربی کی طرف دوسری تمام قوموں سے زیادہ رغبت تھی۔ نیز سریانی علوم و آداب اسلام سے پہلے ہی عراق میں موجود تھے جس کی اپنی نحو اور گرائمر موجود تھی۔ فتح عراق سے مسلمان ایک دولت اور عقل سے بھرپور تہذیب سے دوچار ہوئے۔ اس مقابلے میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے کو متاثر کیا اور اسلامی فکر میں دیگر عقلی عناصر داخل ہو کر اپنا رنگ دکھانے لگے۔

Marfat.com

Marfat.com

دسواں باب

فتح شام (13ھ)

ملک شام مالدار' زمین سرسبز' پانی بکثرت' اور فضا معتدل ہے۔ یہاں سے بہت سے انبیاء کرام اٹھے اور انہوں نے اپنے علاقہ میں دینی تعلیمات پھیلائیں۔ پے در پے مختلف تہذیبیں اس علاقہ پر غالب آتی رہیں اور ترکہ میں اپنے علم اور تہذیب کے اثرات چھوڑتی گئیں۔ فنیقی' کلدانی ' مصری' عبرانی' یونانی اور رومانی سب کی اپنی اپنی تہذیبیں تھیں۔ اپنا اپنا علمی سرمایہ تھا۔ ان کے علوم اس علاقہ میں پھیلتے رہے۔ خود اہل شام میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ان کے علمی اور فنی اکتشافات میں برابر کے شریک رہے اور پروان چڑھے اور جنہوں نے دنیا کے مشہور علماء سے مقابلے کئے۔ شام میں متعدد شہر تھے جو علم اور حرکت عقلیہ کا مرکز تھے۔ مثلاً صور' انطاکیہ' بیروت' دمشق اور حمص۔ فنیقیوں نے انہیں لکھنے کے لئے حروف دیئے' عبرانیوں نے الہیات کی تعلیمات دیں' یونان نے فلسفیانہ مذاہب اور رومیوں نے فقہی نظریات دیئے۔ ان تمام باتوں کے اثرات شامیوں کی عقلیت میں بڑے نمایاں تھے۔

عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت ہی سے ان تمام شہروں سے واقف تھے۔ خوش حالی اور سرسبزی کی طمع میں عرب کے لوگ بڑی تیزی سے اس علاقہ کی طرف بڑھے اور دوسری صدی قبل مسیح کے شروع سے حمص اور بصرہ کے مقامات پر اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ اس کے بعد پانچویں صدی مسیحی میں غسانیوں کی حکومت قائم ہوئی مگر یہ لوگ اس ملک کے باشندے بن گئے اور شام کے علاقوں میں پھیل جانے کے بعد انہوں نے مسیحیت کو قبول اور وہاں کی تہذیب کو اختیار کر لیا اور ایسی زبان بولنے لگے جو عربی اور آرامی زبانوں کا معجون مرکب تھی۔ یہ اپنے آپ کو شامی (Syrians) شمار کرتے تھے اور جزیرہ عرب سے ناطہ جوڑنے کی بجائے شام سے اپنا ناطہ زیادہ جوڑتے تھے۔ مسلمانوں نے شام 13 ھ میں فتح کیا۔

اوائل سن 13ھ (634ء) میں حج سے واپس ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالدؓ بن

Marfat.com

سعید بن العاص کو ایک لشکر اسلامی کا سردار مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ موصوف کو حضرت خالدؓ کی عراق روانگی کے وقت ساتھ ہی شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن خالدؓ بن سعید کی شام کی طرف روانگی سے قبل حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خالدؓ بن سعید چند روز تک حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت سے پس و پیش کرتے رہے تھے اور حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ بن عفان روسائے بنی عبدمناف کے پاس گئے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؓ نے ان کو بیعت سے پس وپیش کرنے سے منع فرمایا تھا اس کے بعد خالدؓ بن سعید نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لی اور جب ان کے بیعت کر لینے کی اطلاع شیخین کو ہوئی تو پھر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالدؓ بن سعید کو دوبارہ امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیااور حکم دیا کہ قاصد تاحکم ثانی تیما میں مقیم رہیں۔ مسلمانان عرب کو جہاد پر آمادہ وتیار کریں اور کسی سے سوائے اس کے نہ لڑیں جو ان سے لڑے۔ چنانچہ خالدؓ بن سعید کی تحریک سے عرب کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا۔

قیصر روم نے یہ خبریں سن کر شام میں عرب الضاحیہ بھراد سلیح و کلب و غسان و لخم و جذام کو مسلمانوں کے خلاف ابھار کر لڑائی پر تیار کر دیا۔ خالدؓ بن سعید نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے مطلع کیا اور حسب حکم ان کے عرب الضاحیہ کی طرف بڑھے جس وقت خالدؓ بن سعید ان کے لشکرگاہ کے قریب پہنچے تو وہ لوگ گھبرا کر متفرق ہو گئے۔ خالدؓ بن سعید ان کے مورچوں پر قبضہ کر کے بحکم ابوبکرؓ صدیق آگے بڑھے۔ بطریق روم ماہان ثانی ایک لشکر کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔ خالدؓ بن سعید نے نہایت سخت لڑائی کے بعد بطرق ماہان کو شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کو قتل کر ڈالا۔ ایک خط میں اس معرکہ کا تفصیلی حال لکھ کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی۔ اتفاق سے یہ خط اور ذولکلاعؓ مع حمیر کے یمن سے اور عکرمہؓ بن ابی جہل مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تہامہ و شجرو عمان و بحرین سے آئے تھے ایک ساتھ مدینہ پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان لوگوں کو خالدؓ بن سعید کی طرف بھیج دیا۔ نیز اسی وقت سے شام کی مہم کا اہتمام کرنے لگے۔ کل امراء صدقات کو تبدیل کر کے خالدؓ بن سعید کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ اسی اعتبار سے اس لشکر کا نام جیش البدل رکھا گیا۔

چنانچہ عمرو بن العاصؓ کو شام کی مہم کے پیش آجانے سے صدقات سعد ہذیم وبنی غذرہ سے تبدیل کر کے جہاد روم میں خالدؓ بن سعید کے ساتھ شریک ہونے کو لکھا اور فلسطین کی

Marfat.com

طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا جن کو آنحضرتؐ نے عمان کی طرف روانہ کیا تھا اور ان سے آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ عمان سے واپسی پر پھر وہ اپنے مضافات واعمال کی جانب بھیج دیئے جائیں گے۔ لیکن جب یہ آنحضرتؐ کے ایفاء وعدہ کے خیال سے صدقات سعد ہذیم و بنی عذرہ کی طرف ان کو بھیجا اور ولید بن عقبہ کو جو کہ صدقات قضاعہ کے متولی تھے اردن کی جانب بڑھنے کے لئے لکھا اور ایک حصہ لشکر پر یزیدؓ بن ابی سفیان کو امیر مقرر کیا جس میں سہل بن عمرو وغیرہ شامل تھے۔ اور ایک جماعت پر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو افسر مقرر کر کے حمص پر حملہ کرنے کو روانہ کیا' اور ان میں سے ہر ایک کو ضروری ہدایتیں کر دیں۔

جب خالدؓ بن سعید کو معلوم ہوا کہ ان کی امداد کے لئے مدینہ سے اسلامی عساکر روانہ کئے گئے ہیں تو انھوں نے رومیوں سے جنگ کرنے میں عجلت سے کام لیا اور امراء لشکر اسلامی کے آنے سے پہلے رومیوں سے متصادم ہو گئے۔ بطریق ماہان ایک کثیر التعداد فوج لے کر ان کے مقابلہ پر آیا اور ایک لڑائی لڑ کر دمشق کی طرف چلا گیا۔ خالدؓ شام کو لوٹتے ہوئے مرج الصفر میں جا پہنچے۔ خالدؓ کے ساتھ اس واقعہ میں ذوالکلاعؓ و عکرمہؓ اور ولیدؓ بن عقبہ بھی تھے۔ جس وقت یہ لوگ دمشق کے قریب مرج الصفر میں داخل ہو گئے۔ ماہان نے چاروں طرف سے ان کا راستہ بند کر کے حملہ کر دیا۔ اتفاق سے سعید و ابن خالدؓ سامنے پڑ گئے اور انھیں سے اس کا مقابلہ ہو گیا۔ اس نے ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے باپ خالدؓ نے یہ خبر سن کر مع اپنے چند ہمراہیوں کے شام سے بھاگ کر ذی المروہ (قریب مدینہ) میں آکر دم لیا۔ ان کے چلے آنے کے بعد عکرمہؓ باقی اسلامی لشکر لئے ہوئے شام کے قریب رومیوں کے مقابلہ پر صف آراء رہے۔ اس اثناء میں شرجیلؓ بن حسنہ عراق سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس حضرت خالدؓ بن ولید سفیر ہو کر آئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے چند آدمیوں کو جمع کر کے شرجیلؓ کے ہمراہ اردن کی طرف روانہ کر دیا اور شرجیلؓ کی جگہ پر ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔

شرجیلؓ بن حسنہ خالدؓ بن سعید سے اثناء راہ میں ملتے ہوئے اور ان کے ہمراہیوں میں سے کچھ لوگوں کو لیتے ہوئے اردن کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایک چھوٹا سا لشکر منظم کر کے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں یزید بن ابی سیفیان کی مدد کو روانہ کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ ذی المروہ سے بقیہ لوگوں کو لے کر یزید بن ابی سفیان کی جانب چلے۔ جب خالدؓ بن سعید ذی المروہ میں تنہارہ گئے تو ان کو مدینہ میں آنے

Marfat.com

کی اجازت دے دی گئی۔

پس جب یہ امراء لشکر اپنا اپنا لشکر لئے ہوئے شام پہنچ گئے اور ہرقل کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے عربوں سے لڑنے کے لئے منع کیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ عرب جو چاہتے ہوں ان کو دے کر صلح کر لی جائے۔ لیکن اس کے اراکین لشکر نے اس سے انکار کیا اور عربوں سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ہرقل نے مجبور ہو کر اپنے امراء لشکر کو اسلامی سپہ سالاروں کے مقابلہ پر اس طرح تقسیم کیا کہ شقیقہ تذارق (اپنے حقیقی بھائی) کو نوے ہزار فوج کے ساتھ عمروؓ بن العاص کے مقابلہ پر بلقاء کی طرف اور دراقص کو بمقابلہ شرجیلؓ بن حسنہ پچاس ہزار کے ساتھ اردن کی طرف اور قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلہ پر جابیہ کی طرف روانہ کیا۔ امراء اسلام میں یہ تیاری اور کثرت فوج سن کر صلاح و مشورہ ہونے لگے۔ باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ چونکہ اسقدر کثیر التعداد لشکر سے علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا مسلمانوں کو معرض زوال میں ڈالنا ہے لہٰذا کل اسلامی لشکر کو یکجا جمع ہو کر لڑنا چاہئے۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا اسی مضمون کا خط آپہنچا۔ پھر کیا تھا سب کے سب یرموک میں جمع ہو گئے۔

مسلمانوں کی تعداد اس وقت اکیس ہزار تھی۔ ہرقل نے بھی اپنے متفرق لشکر کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ملحان کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا۔ رومیوں کے لشکر کا افسر اعلیٰ شقیقہ تذارق تھا۔ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان میں وادی و خندق حائل تھے، جس سے نہ رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ کر سکتا تھا اور نہ مسلمان ہی آگے بڑھ سکتے تھے مسلمانوں نے طول قیام سے گھبرا کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کو لکھا اور ان سے امداد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے حضرت خالدؓ بن ولید کو لشکر شام پر امیر مقرر کر کے عراق سے روانہ کیا اور عراق میں ان کے بجائے مثنیٰؓ بن حارثہ کو امارت پر متعین فرمایا۔

اتفاق سے جس روز خالدؓ بن ولید یرموک میں اسلامی لشکر میں پہنچے اسی روز ماہان بطریق بھی مع شماسہ اور قسیسوں اور رہبانوں کے رومی لشکر میں داخل ہوا۔ حضرت خالدؓ بن ولید شام ہی سے اپنی فوج کی تنظیم میں مصروف ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی لشکر کو منظم کر کے ہر ایک امیر کو اس کی جماعت کا ذمہ دار کر کے حضرت خالدؓ نے اپنے مقابل پر اور امراء لشکر نے اپنے اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ فریقین جی توڑ کر لڑنے لگے اور اپنی قسمت کے آخری

Marfat.com

فیصلہ کو دیکھنے کو بڑھ بڑھ کر وار کرتے جاتے تھے۔ اگر رومی لشکر اپنے مذہبی پیشواؤں کے تحریک و وعظ سے ایک قدم بڑھنے کا قصد کرتا تھا تو اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کے نعرہ اللہ اکبر سے رومیوں کو دس دس قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ آخر الامر حضرت خالدؓ بن ولید نے سب سے پہلے ماہان کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد دیگر رومی افسروں کے بھی یکے بعد دیگرے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ رومیوں سے خالی ہو گیا۔ دو لاکھ چالیس ہزار رومی لشکر میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ لوگ واقوصہ دھوے میں ڈوب گئے اور ایک حصہ خندق میں گر کر مر گیا۔ ان کے نامی گرامی سپہ سالار اور مشاہیر اراکین سلطنت قتل کئے گئے۔ منجملہ ان کے تذارق برادر ہرقل بھی تھا۔

اس رومی لشکر کا نہایت چھوٹا حصہ شکست کھا کر مرتا کھپتا ہرقل تک پہنچا جو ان دنوں لڑائی کا نتیجہ سننے اور اپنے لشکر کو مدد پہنچانے کی غرض سے حمص میں مقیم تھا۔ اپنے لشکر کی یہ غیر متوقع شکست سن کر اور ان کی بدحواسی دیکھ کر حمص میں نہ ٹھہر سکا۔ اسی وقت حمص سے نکل کر دوسرے شہر چلا گیا اور حمص و دمشق کی قلعہ بندی کا حکم دے دیا۔ اس واقعہ میں اسلامی لشکر کی تعداد چھیالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ستائیس ہزار تو ان امراء کے ہمراہ تھے جن کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے شام پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ کیا تھا اور دس ہزار حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ عراق سے آئے تھے' اور تین ہزار وہ لوگ تھے جو خالدؓ بن سعید کے بھاگ جانے کے بعد باقی رہ گئے تھے اور چھ ہزار عکرمہ بن ابی جہل کے ہمراہ رہ گئے تھے یہ لڑائی ماہ جمادی الاول میں ہوئی۔ اس سے پیشتر نہ ایسی تیاری عربوں نے کبھی کی تھی اور نہ رومیوں نے۔ خالدؓ بن سعید نے پہلے اپنے لشکر کے ایک ہزار آدمیوں کی جماعت علیحدہ کر کے اس پر ایک ایک امیر مقرر کر دیا اور اس کا نام کردوس رکھا تھا کیونکہ رومیوں نے بھی اپنے لشکر کو اسی طرح پر تقسیم کیا تھا۔ اس لڑائی میں ابی سفیان بن حرب بہت زیادہ نیک نام رہے۔ وہ بڑے مخمصوں میں پڑ گئے تھے۔

ارباب سیرو تواریخ نے لکھا ہے کہ اثناء جنگ میں مدینہ سے ایک قاصد حضرت ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور حضرت عمر فاروقؓ کی امارات کی خبر لے کر آیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو لوگوں سے مخفی رکھا۔ پھر امراء لشکر روم سے جرجہ نکل کر میدان میں آیا اور حضرت خالدؓ کو بلا کر اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت خالدؓ نے اس کو خوب سمجھایا اور اچھی طرح

سے اس کے ذہن نشین کرا دیا کہ جس مذہب پر وہ ہے وہ باطل ہے اور اسلام ایک سچا و پاک و صاف مذہب ہے' نجات ابدی اس کے قبول کرنے سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جرجہ کی چشم بصیرت کھول دی۔ وہ نہایت سچائی سے مسلمان ہو کر اسلام میں آملا۔ رومیوں کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ بن ولید نے لشکر اسلام کی ایک جماعت لے کر حملہ کیا جن میں جرجہ بھی تھے۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا' رومیوں کی لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اور وہ لڑائی سے منہ پھیرتے نظر نہ آتے تھے۔ دوپہر تک یہی کیفیت رہی۔ مسلمانوں نے اشارہ سے ظہر کی نماز ادا کی اور حضرت خالدؓ بن ولید نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ رومی اس اچانک حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس لڑائی میں جرجہ' عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے عمرو اور سلمہ بن ہشام و عمرو و ابان پسران سعید و ہشام بن العاص و ہبار بن سفیان و طفیل بن عمرو وغیرہ نامی گرامی امراء لشکر اسلام شہید ہو گئے' ابوسفیان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے جاتی رہی۔

اسلام نے ان شہروں کو فتح کر کے اپنی زبان اور تعلیمات وہاں پھیلا دیں۔ شام کے عربوں نے قریش کی زبان سیکھنی شروع کر دی۔ بلکہ تمام اہل شام نے از خود اس زبان کو سیکھنا شروع کر دیا اور اپنی زبانوں .... آرامی یا یونانی .... کے ساتھ عربی بھی بولنا شروع کر دی۔ بالکل اسی طرح نصرانیت اور یہودیت کی جگہ اسلام نے لے لی اور بیشتر شامی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ایسے لوگ وہاں بھیجے جو اس نئے دین کی ان کو تعلیم دیں کیونکہ تمام ممالک مفتوحہ میں ایسے آدمی بھیجے جاتے تھے' اور یہ حضرت عمرؓ کی مقررہ پالیسی تھی۔

بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے کہ "یزید ابن سفیان نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہل شام کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن اور فقہ کی تعلیم دیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ ' حضرت عبادہؓ اور حضرت ابودرداءؓ کو روانہ فرمایا۔ یہ حضرات شام میں دینی مدرسہ کے پہلے موسس تھے۔ حضرت معاذؓ نے اپنا آخری زمانہ ایک معلم کی حیثیت سے شام میں گزارا۔ عبادہ ابن الصامتؓ بھی انصاری ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں قرآن حفظ تھا۔ ان کو عبیدہؓ نے حمص کا گورنر بنایا۔ یہ فلسطین کے قاضی بھی رہے اور اللہ کے دین میں بہت بڑے فقیہ شمار کئے جاتے تھے۔ اظہار حق میں بڑے سخت تھے۔ امیر معاویہؓ کی

Marfat.com

بہت سی باتوں پر انہوں نے گرفت اور نکتہ چینی کی جس پر امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے ان کی شکایت کی۔ انہوں نے شام ہی میں وفات پائی۔ ابودرداءؓ بھی انصاری ہیں۔ یہ بھی صحابہ میں بڑی فضیلت کے مالک اور بڑے فقیہ تھے۔ یہ دمشق میں قاضی تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔

یہ تینوں حضرات ملک شام میں پھیل گئے اور لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ اولاً تینوں کے تینوں حمص میں اترے' پھر وہاں حضرت عبادةؓ رہ گئے' حضرات ابودرداء دمشق کی طرف چلے گئے اور حضرت معاذؓ فلسطین کی طرف۔ لیکن بعد میں حضرت عبادةؓ بھی فلسطین ہی چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان تینوں کے بعد عبدالرحمن ابن غنم کو بھی اسی مقصد سے بھیجا۔ بہرحال ان کی تربیت سے بہت سے بلند مرتبہ تابعین پیدا ہوئے۔ بالآخر اسی مدرسہ سے اہل شام کے امام عبدالرحمن اوزاعی پیدا ہوئے جن کا مرتبہ کسی طرح بھی امام مالک اور امام ابو حنیفہ سے کم نہیں ہے۔

شام میں نصاریٰ بکثرت موجود تھے جو اپنے دین کی حفاظت میں ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ انہوں نے جزیہ اور اپنی زمینوں کا خراج دینا منظور کر لیا تھا۔ بہت سے شامی نصرانی اسلام میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ ان دونوں گروہوں میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو نصرانی تہذیب میں پختہ طور پر رنگے ہوئے تھے۔ یہاں گرجوں کے پہلو بہ پہلو مسجدیں قائم تھیں۔ لہٰذا اسلام اور نصرانیت کا ٹکراؤ جلد ہی شروع ہو گیا۔ باہم مناظرے' مباحثے اور مقابلے ہوتے تھے جس کا نمونہ یحییٰ دمشقی نصرانی کی تحریر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس ٹکراؤ اور تصادم کی وجہ سے قضاء و قدر اور جبر و اختیار جیسے مسائل پر گفتگوئیں شروع ہوئیں اور خدا کی صفات پر بحثوں نے جنم لیا کہ وہ خدا کی ذات کا عین ہیں یا غیر ہیں۔ شاید اسلام میں علم کلام کی یہی پہلی بنیاد ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

گیارھواں باب

مصر' فارس اور دیگر علاقوں کی فتوحات

جس وقت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اسی زمانہ میں عمروؓ بن العاص نے آپ سے مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ واپس آکر زبیرؓ بن العوام کو عمروؓ بن العاص کی کمک پر روانہ کیا۔ (چار ہزار) اسلامی فوجیں مصر کی طرف روانہ ہوئیں اور باب الیون پر قبضہ کرکے براہ ریف مصر کی جانب بڑھیں۔ ابو مریم جاتلیق اور اسقف جس کو مقوقس نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی غرض سے روانہ کیا تھا' لشکر اسلام میں آیا۔ عمروؓ بن العاص نے حسب ہدایت عمر فاروقؓ تین شرطیں (1) اسلام قبول کرنا (2) جزیہ دینا (3) یا لڑنا پیش کیں' جیسا کہ رسول اللہ نے وصیت فرمائی تھی۔ اور غور و فکر کے لئے تین دن کی مہلت دی تھی۔

ابو مریم اور اسقف' مقوقس کے پاس گیا۔ ارطبون اور امیر روم نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہ کیا اور اپنے لشکر کو مرتب کرکے مقابلہ پر لے آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر بھاگا۔ ہزاروں رومی اس معرکے میں کام آگئے مسلمانوں نے بڑھ کر عین شمس کا محاصرہ کیا اور یہیں سے ابراہہ بن صباح کو شہر فرماء کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرے کے لئے عوف ابن مالک کو روانہ کیا۔ فرما اور اسکندریہ والے عین شمس کے آخری نتیجہ کے دیکھنے کی غرض سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ایک مدت کے محاصرے کے بعد عمروؓ بن العاص اور زبیرؓ بن العوام نے اہل عین شمس سے جزیہ لے کر صلح کرلی اور اس سے پیشتر اثناء جنگ میں جن کو گرفتار کرلیا تھا ان کو مال غنیمت کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ اہل مصر نے شرائط صلح میں اس امر کا اضافہ کرنا چاہا کہ کل قیدی ان کو واپس کردیئے جائیں عمروؓ بن العاص اس کے خلاف تھے' لیکن عمر فاروقؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اہل مصر کی اس شرط کو بھی منظور فرما کر قیدیوں کی واپسی کا حکم دے دیا۔ اس صلح میں کل اہل مصر شامل تھے اور انہوں نے اس کو قبول کرلیا تھا۔

Marfat.com

اس کے بعد عمروؓ بن العاص نے فسطاط کا رخ کیا اور اس کو فتح کرکے اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ فسطاط اور اسکندریہ کے درمیان میں رومیوں اور قبطیوں کی جو آبادیاں تھیں انہوں نے روکنا چاہا۔ فریقین کا مقام کریوں میں مقابلہ ہوا۔ رومیوں اور قبطیوں کو شکست دے کر مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا۔ مقوقس بادشاہ مصر یہیں موجود تھا' اس نے میعادی عارضی صلح کی درخواست کی' عمروؓ بن العاص نے نامنظور کرکے محاصرہ جاری رکھا۔ تین مہینے کے شدید محاصرے کے بعد اسکندریہ بزور تیغ مفتوح ہوا۔ غازیان اسلام نے مال و اسباب لوٹ لیا اور اہل اسکندریہ کو ذمیوں کے حقوق دیئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مقوقس نے عمروؓ بن العاص سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے مصالحت کرلی تھی کہ جو شخص چاہے اسکندریہ چھوڑ کر چلا جائے اور جس کا جی چاہے ٹھہرا رہے۔ فتح اسکندریہ کے بعد عمروؓ بن العاص نے اپنے کل لشکر کو مرتب کرکے نوبہ کا رخ کیا' لیکن اس فوج کشی میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

اہواز کے فتح ہونے کے بعد یزدگرد' مرو میں جاکر مقیم ہوا۔ مرو کے قرب و جوار کے امراء نے مسلمانوں کی دست درازی کا حال لکھ کر یزدگر دے مدد طلب کی۔ یزدگرد نے ملوک باب' حلوان طبرستان' جرجان سند' خراسان' اصفہان اور ہمدان کو خطوط لکھے' مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی۔ چاروں طرف دفعتاً" قومی جوش پھیل گیا اور ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل لشکر بسرکردگی فیروزان نہاوند میں جمع ہوگیا۔

اس واقعہ سے تھوڑے دنوں پیشتر لشکر اسلام کے چند سپاہی سعد بن ابو وقاص سے کشیدہ خاطر ہوکر مدینہ چلے آئے تھے' فاروق اعظمؓ سے ان کی شکایت کی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے تفتیش کی خدمت محمد بن مسلمہ کو سپرد کی' اور درپردہ وہ خود بھی مختلف موقعوں پر لوگوں سے سعد کے حالات دریافت کرتے رہے۔ دریافت اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ صرف بنو عبس شکایت کررہے ہیں' اور کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ اتنے میں سعد بہ ہمراہ محمد بن مسلمہ دارالحکومت مدینہ میں آئے۔ فاروق اعظمؓ نے سعد سے پوچھا' "اے سعد تم کس طرح نماز پڑھتے ہو۔" سعد نے عرض کی' "پہلی دو رکعتوں میں طوال مفصل اور آخری دو میں قصار" فاروق اعظمؓ نے کہا' "میرا خیال تمہاری بابت ایسا ہی تھا۔" پھر پوچھا' "کوفہ میں تمہار نائب کون ہے۔" سعد نے عرض کی' "عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان!" فاروق اعظمؓ نے اس قدر دریافت کرنے کے بعد ان کو ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ اس کے بعد عجمیوں کے

Marfat.com

حالات دریافت کرنے لگے۔

فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو پسند کر کے نعمان بن مقرن کو سر لشکری کے لئے انتخاب کیا' جو محاصرہ سوس سے واپسی کے بعد کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے تھے' اور ان کو حکم یہ دیا کہ کوفہ سے نکل کر کسی چشمہ پر بانتظار افواج اسلامیہ قیام کریں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو نعمان کے ہمراہ روانہ کرو۔ چنانچہ عبداللہ نے حزیفہ بن الیمان اور نعیم بن مقرن کے ہمراہ ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی۔ تقرب حرملہ اور لوگوں کو جو اہواز میں تھے اور جنہوں نے سوس اور جندیساپور کو فتح کیا تھا یہ لکھ بھیجا کہ اصفہان اور فارس کی ناکہ بندی کرلو تاکہ ایرانی نہاوند کی طرف بڑھنے نہ پائیں اور نہ ان کو مدد پہنچا سکیں۔

الغرض جب نعمان کے پاس فوجیں اکٹھی ہوگئیں تو انہوں نے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو جاسوسی پر متعین کیا۔ عمرو بن معدی کرب اثناء راہ سے لوٹ آئے' لیکن طلیحہ راستے کو دیکھتے بھالتے نہاوند تک چلے گئے۔ اور وہاں سے واپس آکر نعمان کو مطلع کیا کہ نہاوند تک راستہ صاف ہے۔ نعمان نے یہ سن کر لشکر کو آراستہ و مرتب کیا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ حزیفہ بن الیمان'عبداللہ بن عمرؓ جریرؓ ' مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ نعمان نے مقدمتہ الجیش پر نعیم مقرن کو مامور کیا' میمنہ پر حزیفہ بن الیمان کو' میسرہ پر موید بن مقرن کو سردار بنایا۔ پیادہ فوج کی افسری قعقاع کو دی اور ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو مامور کر کے تیس ہزار کی جمیعت سے کوفہ سے روانہ ہوئے' کوچ و قیام کرتے ہوئے نہاوند پہنچے۔ نہاوند سے نو میل کے فاصلہ پر مقام اسپ دہان میں پڑاؤ ڈالا۔

فیروزان ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس کے ساتھ شاہی رسالہ اور درفش کاویانی تھا جس کو ایرانی فتح و ظفر کی نیک فال سمجھتے تھے۔ اس کے لشکر کے میمنہ پر زردق اور میسرہ پر بہمن جادویہ بجائے ذوالحاجب کے تھا۔ اس معرکہ میں ایرانیوں کے وہ سردار بھی شریک تھے جو جنگ قادسیہ سے بھاگ کر ادھر ادھر جان بچاتے پھرتے تھے۔

مسلمانوں نے ان کی یہ تیاریاں اور ساز و سامان دیکھ کر تکبیر کے نعرے بلند کئے سرداران لشکر اسلام حزیفہ بن الیمان' مغیرہ بن شعبہ' عقبہ بن عمرو' جریر بن عبداللہ' حنظلہ کاتب' بشیر بن الخصاصیہ' اشعث بن قیس' وائل بن حجر' سعید بن قیس ہمدانی اور

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ یہ سب (رضی اللہ عنہم) نعمان بن مقرن کے خیمے میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ یہ طے پایا کہ چہارم شنبہ کی صبح لڑائی چھیڑ دی جائے چنانچہ چہار شنبہ سے جنگ چھڑ گئی' پنج شنبہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی لیکن کسی کی قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہوا۔ جمعہ کے دن لڑائی تو نہ ہوئی۔ مسلمان کئی روز تک ایرانیوں کا ان خندقوں میں محاصرہ کیے رہے۔ ایرانیوں نے جنگ چھیڑنے سے پہلے میدان جنگ میں لوہے کے گوکھرو بچھا دیئے جس سے لشکر اسلام آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ نعمان نے سرداران لشکر کو اپنے خیمہ میں مشورے کے لئے بلایا۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رائے طلب کی۔ طلیحہ بن خالد کی رائے کے مطابق فوجیں مرتب و مسلح ہو کر شہر سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ٹھہرائی گئیں۔ قعقاع نے تھوڑی سی فوج لے کر شہر والوں پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ ایرانی بڑے جوش و استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور اس بندوبست و استقلال کے لئے کہ کوئی شخص پیچھے نہ ہٹے اور نہ میدان جنگ سے بھاگ سکے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے لوہے کی زنجیروں سے باندھ دیا۔ جس قدر آگے بڑھتے گوکھرو بچھاتے آتے قعقاع نے تھوڑی دیر لڑ کر اپنی رکاب کی فوج کو سنبھالتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ ایرانی کامیابی کے جوش میں آگے چلے آئے۔ یہاں تک کہ اپنی خندقوں سے نکل آئے۔ نعمان کی فوج نے ایرانیوں کو زد پر پا کر حملہ کرنا چاہا' نعمان نے روک دیا۔ عساکر اسلامی کمال صبر و تحمل سے ایرانیوں کے تیر کا نشانہ بنتے جاتے تھے۔ مسلمان سپاہی برابر کام آ رہے تھے لیکن افسر کی یہ اطاعت تھی کہ کسی کے ہاتھ کو حملہ کی نیت سے ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

اسی اثناء میں آفتاب سمت الراس سے گزر گیا اور دوپہر ڈھلی۔ نعمان نے کھڑے ہو کر عساکر اسلامی کے سامنے ایک پر اثر تقریر کی۔ غازیان اسلام کو مشرکوں کی لڑائی پر ابھارا' اپنے لئے شہادت کی دعا کی اور لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا' "میری پہلی تکبیر پر تم لوگ مسلح اور جنگ پر آمادہ ہو جانا۔ دوسری تکبیر پر تلواریں نیام سے نکال کر حملے پر تل جانا اور جب میں تیسری تکبیر کا نعرہ بلند کروں تو تم لوگ بھی تکبیر کے نعرے بلند کر کے حملہ کر دینا۔" چنانچہ اس ہدایت کے موافق زوال آفتاب کے بعد دوپہر ڈھلے نعمان کی تیسری تکبیر پر لشکر اسلام نے تکبیر کے نعرے بلند کر کے دفعتہ" حملہ کر دیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ عجمی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے' سوائے آہ و زاری کے یا بہادران اسلام کی تلواروں کی جھنکار کے اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی یا کسی کسی وقت

Marfat.com

کانوں میں اللہ اکبر کی صدا آجاتی تھی جس سے سارا میدان جنگ گونج اٹھتا تھا۔ میدان جنگ میں اس قدر خون بہا کہ چلنے والوں کے پاؤں پھسل جاتے تھے نعمان کا گھوڑا بھی پھسل کر گرا۔ ساتھ ہی خود بھی گرے، وہ زخموں سے چور تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان تیر کھا کر گرے تھے۔

بہرکیف نعمان کے گرتے ہی ان کے بھائی نعیم نے جھپٹ کر علم لیا اور ان کے کپڑے پہن کر لڑنے لگے۔ اس تدبیر سے نعمان کے شہید ہونے کا حال عام طور پر معلوم نہ ہوا۔ لڑائی بدستور جاری رہی، اس عرصہ میں رات ہوگئی۔ جو ایرانی دلاوری سے جان پر کھیل کر لڑ رہے تھے وہ بھی اب ایسا گھبرا کر بھاگے کہ راستہ بھول گئے۔ گوکھرو سے زخمی ہوکر سینکڑوں ہزاروں مرگئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی اس لڑائی میں کام آئے۔ تیس ہزار عین معرکے میں مارے گئے۔ فیروزان ہمدان کی طرف بھاگا، نعیم بن مقرن نے تعاقب کیا، قریب درہ پہنچ کر فیروزان پیادہ پا ہوکر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ لیکن چونکہ نعیم بن مقرن سے پیشتر تعقاع ایرانی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوچکے تھے اور نعیم سے پہلے درہ کو پہنچ گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا معرکہ ایرانیوں سے اس مقام پر ہوا۔ مسلمانوں کی قتل و غارت سے جو لوگ بچے وہ ہمدان میں جان بچا کر داخل ہوگئے جہاں کہ خسرو شنوم مقیم تھا۔ اسلامی لشکر نے بہ ہمراہی نعیم اور تعقاع ہمدان کا محاصرہ کرلیا۔

حزیفہ بن الیمان جو نعمان کے بعد سرلشکر مقرر ہوئے تھے، نہاوند پہنچ کر مقیم ہوئے۔ مال غنیمت چاروں طرف سے سائب بن الاقرع کے پاس جمع کیا جانے لگا۔ یہاں ایک مشہور اور عظیم الشان آتش کدہ تھا۔ ہربذ (متولی آتش کدہ) نے حزیفہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: "اگر مجھے امن دی جائے تو میں ایک متاع بیش بہاء حاضر کروں۔" چنانچہ اسے امن دیا گیا اور اس نے دو تھیلے جواہرات سے بھرے ہوئے جو کسریٰ پرویز کے رکھے ہوئے تھے لاکر پیش کئے۔ مسلمانوں نے ان کو خمس کے ساتھ سائب کی معرفت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظمؓ کو ہفتوں لڑائی کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی تھی۔ سائب نے فتح کی خوشخبری سنائی۔ خمس اور جواہرات کے تھیلے پیش کئے۔ فاروق اعظمؓ شہدائے نہاوند پر روئے، فتح پر خوش ہوئے۔ جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور سائب کو لشکر میں واپس چلے جانے کو فرمایا۔

سائب کہتے ہیں کہ مجھ کو کوفہ سے فاروق اعظمؓ کا قاصد آکر لوٹا کے گیا۔ فاروق اعظمؓ

Marfat.com

نے مجھے دیکھ کر فرمایا: "میں شب گذشتہ میں سویا تو یہ معلوم ہوا کہ فرشتے ان جواہرات کے رکھ لینے پر چشم نمائی کرتے ہیں اور آگ کو مشتعل کر کے داغ دینے کی دھمکی دیتے ہیں. لہٰذا میں اس کو بیت المال میں نہ رکھوں گا. یہ مجاہدین کا حق ہے تم اس کو لے جاؤ۔ اور فروخت کر کے لشکر اسلام میں تقسیم کردو۔" سائب اس کو کوفہ لائے اور عمرو بن حریث مخزومی کے ہاتھ دو لاکھ درہم پر فروخت کیا' زر ثمن کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ عمرو بن حریث نے فارس جاکر اس کو دوچند قیمت پر فروخت کیا۔

واقعہ نہاوند میں سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار درہم ملے تھے. اس لڑائی کے بعد پھر ایرانیوں کو پیش قدمی کی جرات نہیں ہوئی۔ آتش جوش انتقام ایسی بجھ گئی کہ دوبارہ مشتعل نہ ہو سکی ابولولو' فاروق اعظمؓ کا قاتل تھا اسی لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا. مدینہ میں جب نہاوند کے کسی قیدی کو دیکھتا تھا تو رو کر کہتا' "کل عمر کبدی." ابوموسیٰ اشعری واقعہ نہاوند میں شریک تھے اور اہل بصرہ کے سردار تھے. نہاوند سے واپس ہوتے ہوئے دینور کا محاضرہ کیا۔ پانچ روز کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر صلح کرلی پھر شیروان کی طرف لوٹ گئے. اہل شیروان نے بھی اہل دینور کی طرح مصالحت کرلی۔

سائب بن الاقرع صمیرہ سر کرنے کو بھیجے گئے چنانچہ سائب نے بہ مصالحت صمیرہ کو فتح کیا۔ ہمدان کا نعیم اور قعقاع محاصرہ کئے ہوئے تھے' اہل ہمدان شدت محاصرہ سے گھبرا گئے۔ خسروشنوم نے صلح کا پیام بھیجا اور جزیہ دے کر مصالحت کرلی. باقی رہے اہل ماہیں تو انہوں نے بھی اہل ہمدان کی تقلید کی. جو امراء اور ملوک یزدگرد اور اہل ہمدان کی امداد کو آئے تھے انہوں نے بھی مجبور ہو کر حزیف امیر لشکر کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا اور مصالحت کرلی۔

اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے ایران کی عام تسخیر کا حکم دیا. عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو کوفہ سے تبدیل کر کے دوسری طرف بھیج دیا۔ بجائے ان کے ابن خنطلہ حلیف بنی عبد قصی کو مامور کیا لیکن انہوں نے استعفا دے دیا. تب عمارؓ بن یاسر مقرر کئے گئے. ابن مسعود کو حمص سے طلب کر کے تعلیم دینے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا گیا. ابوموسیٰ کو ان کی امداد پر اور اہل بصرہ کی امداد پر بجائے ان کے عبداللہ بن عبداللہ کو مامور کیا. چند دنوں کے بعد ان کو اصفہان کی بجائے حزیفہ بھیج دیا اور بصرے کی حکومت پر عمرو بن سراقہ کو متعین کیا۔

Marfat.com

اسی اثناء میں اہل ہمدان کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ فاروق اعظمؓ نے نعیم بن مقرن کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ نعیم نے (بارہ ہزار کی جمعیت سے) ہمدان کا محاصرہ کیا۔ جب ہمدان کے فتح ہونے میں دیر لگی تو تمام اضلاع میں اسلامی فوجیں پھیلا دی گئیں جنھوں نے نہایت کم مدت میں باستثناء ہمدان باقی تمام مقامات فتح کرلئے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمدان کے محصورین نے ہمت ہار دی اور طوعاً و کرہاً" صلح کرلی۔

نعیم بن مقرن فتح ہمدان کے بعد خراسان کی طرف گئے' عتبہ بن فرقد اور بکر بن عبداللہ کو آذربائیجان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ ایک آدمی حلوان کی طرف سے اور دوسرا شخص موصل کی جانب سے داخل ہو۔ جس وقت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اصفہان کی سرحد پر پہنچے (یہ بنی حبلی کے حلیف اور نامی گرامی انصار سے تھے) فاروق اعظمؓ نے ابوموسیٰ کو ان کی مدد پر متعین کیا۔ ان کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر عبداللہ بن ورقاء ریاحی اور عصمۃ بن عبداللہ تھے۔ ایرانی فوج کا افسر اعلیٰ اسپیدان اور اس کے مقدمۃ الجیش پر شہریان بن جادویہ' اصفہان کے نامی گرامی جنگ آزمودہ سواروں کو لئے موجود تھا۔ اسلامی اور ایرانی فوجوں کا اصفہان کے باہر مقام رستاق میں مقابلہ ہوا۔ لڑائی کا عنوان بظاہر مسلمانوں کے لئے خطرناک نظر آرہا تھا۔ لیکن دوپہر کے بعد مسلمانوں کے حملوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ورقاء نے گھوڑا بڑھا کر شہریار پر حملہ کیا اور پہلے وار میں قتل کرڈالا۔

ایرانی لشکر اس واقعہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اسپیدان نے رستاق دے کر صلح کرلی۔ اس کے بعد عساکر اسلامی نے خاص اصفہان کا محاصرہ کیا' یہاں کے رئیس فادو سفان نے صلح کا پیام بھیجا۔ اس امر پر مصالحت ہوگئی کہ باشندوں میں سے جس کا جی چاہے اصفہان چھوڑ کر نکل جائے اور جو رہنا چاہے وہ جزیہ دے کر رہے۔ جو شخص اصفہان چھوڑ کر چلا جائے گا اس کی زمین کے مالک مسلمان ہوں گے۔ اس صلح و معاہدے کے پیشتر ابوموسیٰ اہواز کی طرف سے عبداللہ بن عبداللہ کے پاس آگئے تھے۔ اور ان کے ہمراہ اصفہان میں مظفر و منصور داخل ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ کو اصفہان کی فتح کی بشارت لکھی۔ فاروق اعظمؓ نے عبداللہ کو لکھا کہ اصفہان میں کسی کو اپنا نائب مقرر کرکے سہیل بن عدی کی کمک کو کرمان روانہ ہوجاؤ۔ چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ نے اصفہان میں سائب بن اقرع کو اپنا نائب بنایا اور کوچ و قیام کرتے ہوئے سہیل کے پاس پہنچ گئے۔

Marfat.com

بعض نے لکھا ہے کہ نعمان بن مقرن فتح اصفہان میں شریک ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے ان کو اہل کوفہ کا سردار مقرر کرکے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جنگ اصفہان میں شہید ہوئے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ نعمان جنگ نہاوند میں شہید ہوئے تھے اور ابوموسیٰ نے قم و قاشان فتح کیا تھا۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے 21ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ سے معزول کیا اور معمار کو متعین کیا۔

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ہمدان میں خسروشنوم نے تعقاع اور نعیم سے صلح کرلی تھی اور اطاعت و فرمان برداری کی ضمانت دی تھی۔ لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ بدعہدی شروع کردی۔ فاروق اعظمؓ نے نعیم کوؓ ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کو لکھ بھیجا۔ نعیم نے حزیفہ کو اپنا نائب مقرر کرکے ہمدان کا رخ کیا اور جب ہمدان کے محاصرے میں دیر لگی تو تمام صوبہ میں فوجیں پھیلا دیں' کل صوبہ فتح ہوگیا۔ مجبور ہو کر اہل ہمدان نے جزیہ دے کر مصالحت کرلی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ فتوحات 24ھ میں ہوئی ہیں۔

اس اثناء میں کہ نعیم' ہمدان اور اس کے اطراف و جوانب کے انتظام میں مصروف تھے' یہ خبر پہنچی کہ ویلم اور اسفندیار برادر رستم نے اہل آذربائیجان کو فراہم کرکے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ نعیم نے ہمدان میں یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنایا اور فوجیں مرتب کرکے اسفندیار کے مقابلہ کو بڑھے۔ وادی رود میں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی اس تیزی اور شدت سے جاری ہوئی کہ لوگ واقعہ نہاوند کو بھول گئے۔ ایرانی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ نعیم نے فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی۔ فاروق اعظمؓ نے لکھا کہ "رے کو سر کر کے وہیں قیام اختیار کرو۔"

بعض نے لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے جریر بن عبداللہ کو ہمدان کے سر کرنے کو بھیجا تھا' چنانچہ انہوں نے ہمدان کو بہ صلح فتح کیا اور اس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ خود اس مہم کو سر کرنے کو گئے تھے۔ جریر ان کے لشکر کے مقدمتہ الجیش پر تھے۔ قصہ مختصر جریر نے ہمدان فتح کیا تو براء بن عازب کو قزوین کی طرف روانہ کیا۔ اہل قزوین نے ویلم سے سازش کرلی۔ ویلم نے ان کی مدد کا وعدہ کیا لیکن لڑائی کے وقت صرف اہل قزوین کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑا' ویلم پہاڑ پر سے کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ مجبوراً" اہل قزوین نے اس کی امداد سے ناامید ہو کر براء سے صلح کی درخواست کی' معاہدہ صلح لکھا گیا' فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ اس کے بعد براء نے ویلم اور جیلان پر جہاد کی غرض سے

Marfat.com

فوج کشی کی۔

نعیم ہمدان کی مہم سے فارغ ہوکر حسب حکم فاروق اعظمؓ رے کی طرف بڑھے۔ ابولفرخان نے اہل رے کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی لیکن سیاوخش بن مہران بن بہرام چوبین بادشاہ رے نے اس کی مخالفت کی اور دیناوند' طبرستان' قومس اور جرجان والوں سے امداد طلب کی۔ ایک عظیم فوج جمع ہوگئی۔ خم ٹھونک کر نعیم کے مقابلے پر آیا اس سے ابوالفرخان اور سیاوخش میں شکر رنجی ہوگئی ابوالفرحان نے مسلمانوں سے سازش کرلی۔ ایک روز منذر بن عمرو کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے شب کے وقت خفیہ شہر میں داخل ہوا۔ صبح کو لشکر اسلام نے شہر پر حملہ کیا' شہر فتح ہوگیا۔ بے حد مال و غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدائن میں مسلمانوں کو عنایت کیا تھا۔ کامیابی کے بعد نعیم نے ابوالفرخان سے بلادرے پر مصالحت کرلی اور اس کی حکومت اس کو دی۔ (چنانچہ رے کی ریاست ابوالفرخان کے خاندان میں قائم رہی) اور پرانے شہر کو برباد کرکے جدید شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ فتح اور کامیابی کی خبر دربار خلافت میں بھیجی۔

رے کی فتح کے بعد اہل دباوند نے جزیہ دے کر مصالحت کرلی۔ نعیم نے فاروق اعظمؓ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی سوید کو قومس پر بھیجا۔ ان کے ہمراہ ہندبن عمروالجملی بھی تھے۔ سوید نے قومس پر بغیر کسی جنگ کے قبضہ کرلیا۔ یہ ایک وسیع صوبہ تھا' یہاں سے جرجان و طبرستان بالکل قریب ہیں۔ سوید اور اہل طبرستان سے نامہ و پیام ہونے کے بعد جزیہ پر صلح ہوگئی۔ بعد میں سوید نے جرجان کا رخ کیا جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے۔ وہاں کے حاکم نے بھی جزیہ دے کر صلح کرلی۔

ان واقعات کے تحریر کے وقت ہم نے فتح طبرستان کو جرجان سے پہلے بیان کیا ہے لیکن واقعہ اصل یہ ہے کہ سوید نے پہلے جرجان کے حاکم سے نامہ و پیام کیا اور اس سے مصالحت کی۔ پھر یہ خبر سن کر طبرستان کے رئیس نے بھی جو سپہدار کہلاتا تھا پانچ لاکھ درہم جزیہ پر صلح کرلی اور خود سوید سے ملنے کو آیا اور طبرستان کے سرحدی مقامات اور ان کے استحکام کو دکھلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ طبرستان 30ھ زمانہ خلافت حضرت عثمانؓ ابن عفان میں فتح ہوا تھا۔ معاہدہ صلح میں جو حاکم جرجان کے مقابلہ میں لکھا گیا تھا بہ تصریح لکھا ہوا تھا کہ مسلمان جرجان اور دہستان کے امن کے ذمہ دار ہیں اور یہاں کے رہنے والوں میں سے جو لوگ

بیرونی حملوں کے روکنے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے وہ جزیہ سے بری رہیں گے۔

جس وقت نعیم رے کو فتح کرچکے' فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا کہ "سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر بن عبداللہ کی مدد پر آذربائیجان روانہ کرو۔" آذربائیجان کا علم جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں عتبہ بن فرقد اور بکیر کو مرحمت ہوا تھا اور ان کے بڑھنے کی سمتیں بھی متعین کردی گئی تھیں۔ بکیر آذربائیجان کی طرف تو جر میدان میں جبال کے قریب اسفندیار بن فرخ زاد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اسفندیار کو ہمدان کے ماج رود میں نعیم سے شکست ہوئی تھی۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگا ہوا آرہا تھا۔ بکیر نے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ اسفندیار نے بخوف جان بکیر سے کہا' "تم مجھے قتل نہ کرو اپنے پاس قید رکھو' میں آسانی سے تمہیں کل ملک پر قبضہ دلا دوں گا۔" بکیر نے اس کی درخواست کو منظور کرلیا۔ دوسری طرف اسفندیار کا بھائی بہرام عتبہ کا سدراہ ہوا۔ عتبہ نے اس کو نیچا دکھا کر کل شہر پر باستثنا قلعہ قبضہ کرلیا۔ اس اثناء میں سماک آ پہنچے۔ انہوں نے آذربائیجان کے اطراف و جوانب میں جو شہر و قصبات باقی رہ گئے تھے ان کو بھی فتح کرلیا۔ اسفندیار نے اپنے بھائی کے بھاگنے اور بلاد آذربائیجان کے فتح ہونے کی خبر سن کر کہا' "اب لڑائی کی مشتعل آگ بجھ گئی اور میں تم سے جزیہ پر صلح کرتا ہوں۔" چونکہ آذربائیجان انہیں دونوں سرداروں کے قبضہ میں تھا' بکیر اور عتبہ نے معاہدہ لکھ کر اس شرط پر اسفندیار کو رہا کردیا کہ وہ آذربائیجان پر بشرط ادائے جزیہ حکومت کرے۔

آذربائیجان کے فتح ہونے کے بعد بکیر نے خمس اور فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی اور بہ اجازت فاروق اعظمؓ عتبہ کو مفتوحات آذربائیجان میں چھوڑ کر اسلامی لشکر لئے ہوئے باب کی طرف بڑھے۔ بکیر کی روانگی کے بعد عتبہ نے موجودہ فوج لے کر شہر زور اور صامغان پر چڑھائی کی اور ان شہروں کو لڑ کر جزیہ و خراج پر فتح کیا۔ ایک گروہ کثیر کردوں کا اس مقام کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ کو اپنی فتوحات کا حال لکھ کر بھیجا۔ انہوں نے ان کو آذربائیجان کا والی مقرر کیا اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کی حکومت دی۔

بکیر بن عبداللہ آذربائیجان کی فتح کے بعد باب کے قریب پہنچنے نہ پائے تھے کہ فاروق اعظمؓ نے ایک نئی فوج تیار کرکے بہ ہمراہی سراقہ ان کی مدد کو بصرہ سے بھیجی اور ہر فوج کے حصے پر جدا جدا افسر مقرر فرمایا۔ مقدمتہ الجیش پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو مامور کیا' میمنہ ابن اسید غفاری کو دیا' میسرہ پر سراقہ بن عمرو کو رہنے دیا' مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ متعین ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری کو بجائے سراقہ کے بصرے کا حاکم بنایا۔ سراقہ روانگی کے

Marfat.com

بعد حبیب بن مسلمہ کو جزیرہ سے ان کی کمک پر بھیجا اور بجائے ان کے زیاد بن حنظلہ کو مامور کیا۔

باب کا حاکم ان دنوں شہریار (شہریار کی اولاد سے) تھا جس نے بنی اسرائیل کو پامال کیا تھا اور ملک شام کو ان کے قبضے سے نکال لیا تھا۔ سلطنت ایران کا ماتحت سمجھا جاتا تھا اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر صلح کا پیام بھیجا عبدالرحمٰن نے (جو مقدمتہ الجیش کے افسر تھے) لکھا' "تم کو امان دی جاتی ہے جو کہنا ہو خود حاضر ہو کر کہو۔" چنانچہ شہریار نے حاضر ہو کر درخواست کی' "مجھ سے بعوض جزیہ کے فوجی خدمت لی جائے' میں ہر وقت مسلمانوں کا مطیع رہوں گا۔" عبدالرحمٰن نے اس کو سراقہ کے پاس بھیج دیا۔ چونکہ جزیہ درحقیقت محافظت کا معاوضہ ہے اس لئے شرط منظور کرلی اور ایک اطلاعی عرض داشت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں منظوری کی غرض سے روانہ کی۔ آپؓ نے بھی منظور فرمالیا۔

باب کی مہم سے فارغ ہو کر سراقہ نے امراء لشکر کو ارمینیا کے پہاڑی شہروں پر فوج کشی کا حکم دیا۔ بکیر بن عبداللہ کو موقان کی جانب' حبیب بن مسلمہ کو تفلیس کی طرف' حزیفہ بن الیمان کو جبال اللان کی سمت اور سلمان بن ربیعہ کو ایک دوسری جانب روانہ کیا اور اطلاعی عرض داشت دربار خلافت میں بھیج دی۔ یہ مہم تمام نہ ہونے پائی تھی کہ سراقہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا' عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنا نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ فاروق اعظمؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو حکومت باب پر بحال رکھا اور ترکوں پر حملہ کرنے کا فرمان بھیجا۔ ان امراء میں سے بکیر بن عبداللہ نے موقان کو جہاں سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے فتح کر کے دائرہ حکومت اسلام میں لے لیا۔ بقیہ امراء لشکر نے فتح یابی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو ترکوں پر فوج کشی کا حکم پہنچا تو انہوں نے باب سے نکل کر بلنجر کا رخ کیا۔ بلنجر میں ترکوں کا پایہ تخت تھا۔ شہریار ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ ہم لوگ یہی غنیمت سمجھتے تھے کہ وہ چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ جب تک میرا نیزہ ترکوں کے سینے میں نہ گھس جائے گا مجھے صبر نہ آئے گا۔ الغرض بلنجر کے قریب پہنچ کر ترکوں سے معرکہ آرائی کی' ترک شہر چھوڑ کر بھاگ گئے عساکر اسلامی مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس آئے اور برابر عہد خلافت عثمانؓ تک ان پر فوج کشی کرتے رہے' یہاں تک کہ ان کے قویٰ مضمحل ہو گئے۔

Marfat.com

ترکوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کرسکتا کیونکہ ان کے ساتھ ملائکہ رہتے ہیں. اتفاق سے انہیں لڑائیوں میں ایک مسلمان کو گرفتار کیا' جس کو ان لوگوں نے شہید کرڈالا۔ پھر کیا تھا ترکوں کی جرات اور دلیری بڑھ گئی. ان ہی لڑائیوں میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے شہید ہوگئے تو ان کے بھائی سلمان نے علم کو سنبھال.ا ان کے ہمراہ ابوہریرہ دوسی بھی تھے. ان دونوں بزرگوں نے نہایت مردانگی سے ترکوں کا مقابلہ کیا اور براہ جیلان جرجان واپس ہوئے۔

یزدگرد فتح جلولاء کے بعد رے چلا گیا تھا۔ وہاں کے مرزبان آبان جادویہ نے بے وفائی کی. برداشتہ خاطر ہوکر رے سے اصفہان گیا وہاں سے بھی فتوحات اسلام نے اس کو چین سے نہ بیٹھنے دیا تو کرمان کی طرف آیا اور پھر وہاں سے واپس ہوکر مرو (سرزمین خراسان) میں آکر قیام پزیر ہوا اور یہ خیال کرکے کہ عرب کی فتوحات کا سیلاب سرحدی مقامات تک پہنچ کر ختم ہوجائے گا آتش کدہ بنوا کر آرام سے بسر کرنے لگا طبیعت من چلی تھی چین سے نہ بیٹھا گیا. حکومت اسلامی درہم برہم کرنے کی غرض سے ہرمزان' اہل اہواز' فیرزان اور اہل جبال کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دینے لگا. چنانچہ ان سب نے عہد شکنی کی اور اس کا ذائقہ اللہ جل شانہ نے ان کو چکھایا۔

فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے مطلع ہوکر ملک فارس پر عام لشکر کشی کا حکم دیا. اپنے ہاتھ سے متعدد علم تیار کرکے نامی گرامی افسروں کو مرحمت فرمائے. احنف بن قیس کو خراسان کا علم عنایت کیا تھا. احنف نے 18ھ یا 22ھ میں خراسان کا رخ کیا۔ طبسیں ہوکر ہرات پہنچے اور اس کو لڑ کر فتح کیا۔ صحار بن فلاں العبدی کو نائب بنا کر مروشاہ جان کی طرف بھیجا۔ نیشاپور پر مطرف بن عبداللہ کو' سرخس کی جانب حرث بن حسان کو روانہ کیا۔ یزدگرد شہنشاہ فارس' مروشاہجان میں مقیم تھا. مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر مرورود چلا گیا. احنف نے مروشاہجان پر قبضہ کرلیا. کوفہ کی امدادی فوجیں آگئیں. احنف نے مروشاہجان میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مرورود کا رخ کیا اور کوفہ کی فوج کو مقدمتہ الجیش میں رکھا۔ یزدگرد مقابلہ سے جی چرا کر یہاں سے بھی بھاگا اور سیدھا بلخ پہنچا۔ احنف نے مرورود پر قبضہ کرکے بلخ پر حملہ کیا یزدگرد شکست کھا کر دریا عبور کرکے خاقان چین کے پاس چلا گیا. احنف نے میدان کو خالی پا کر ہرطرف اپنی فوجیں بھیج دیں۔ خراسان کو نیشاپور سے طخارستان تک فتح کرکے مرورود کو صدر مقام قرار دیا اور طخارستان کی حکومت

Marfat.com

ربعی بن عامر کو دی۔ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں نامہ بشارت فتح بھیجا۔ فاروق اعظمؓ نے جواب لکھا "جہاں تک تم پہنچ چکے ہو اب اسی پر اکتفا کرو۔ دریا سے آگے نہ بڑھو۔"

یزدگرد خاقان چین کے پاس گیا تو اس نے بڑی عزت و توقیر کی' فوج کثیر لے کر بغرض امداد اس کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ احنف ان دنوں بلخ میں مقیم تھے' خاقان کی آمد کی خبر سن کر عساکر اسلامی کو لئے مرورذ میں پہنچ کر قیام کیا۔ خاقان بلخ ہوتا ہوا مرورذ پہنچا اور یزدگرد اس سے علیحدہ ہوکر مروشاہجان کی طرف بڑھا اور احنف کے کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہ سمجھ کر نہر عبور کرکے میدان میں جس کی پشت پر پہاڑ تھا صف آرائی کی۔ کوفہ اور بصرہ کی بیس ہزار فوجیں ان کی رکاب میں تھیں۔ مسلمانوں نے ضرورت کے مطابق خندقیں اور مورچے قائم کرلئے۔ ایک مدت تک دونوں فوجیں بالمقابل صفیں جمائے پڑی رہیں۔ ایک روز صبح کو احنف میدان جنگ گئے۔ ادھر دستور کے مطابق ایک ترک طبل علم لئے نکل۔ احنف نے اس پر حملہ کیا' تھوڑی دیر کے رد و بدل کے بعد احنف نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر کر مرگیا۔ اس کے بعد قاعدے کے موافق دو بہادر میدان میں آئے۔ احنف نے ان کو بھی اسی جگہ ڈھیر کردیا۔ اب خود خاقان میدان میں آیا تو وہ اپنے بہادروں کو مقتول دیکھ کر اس درجہ خائف اور پریشان ہوا کہ اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

یزدگرد کو یہ خبر مروشاہجان میں ملی جس وقت وہ حارث بن نعمان کا مروشاہجان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فتح سے ناامید ہوکر محاصرہ سے دست کشی کرلی۔ خزانہ و جواہرات جمع کرکے خاقان کے پاس جانے کا قصد کیا۔ امراء دربار نے اس سے مخالفت کی اور مسلمانوں سے صلح کر لینے پر مصر ہوئے کیونکہ مسلمان ایفائے وعدہ اور پابندی عہد میں ترکوں سے بدرجہا اچھے تھے۔ یزدگرد نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو ان لوگوں نے بلوہ کردیا اور سارا مال واسباب چھین لیا۔ یزدگرد بے سروسامانی کے ساتھ نہر عبور کرکے خاقان چین کے پاس چلا گیا اور فاروق اعظمؓ کے اخیر عہد خلافت تک ترکوں کے دارالسلطنت فرغانہ میں مقیم رہا' یہاں تک کہ زمانہ خلافت عثمان بن عفانؓ میں اہل خراسان نے بغاوت کی۔ یہ اس وقت وہاں سے واپس آیا۔

یزدگرد کے چلے جانے کے بعد اس کے اراکین دولت احنف کی خدمت میں باریاب ہوئے' کل جواہرات و اسباب دے کر مصالحت کرلی۔ احنف نے یہ جواہرات وغیرہ دوسرے

Marfat.com

مال غنیمت کے ساتھ لشکر تقسیم کردیا۔ مال غنیمت میں سواروں کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر قادسیہ میں ملا تھا۔ اس کے بعد احنف بلخ میں آئے اور لشکریوں کو اس کی حدود میں ٹھہرا کر خود مرورذ میں قیام اختیار کیا۔ فاروق اعظمؓ کو فتح کا بشارت نامہ لکھا۔

فاروق اعظمؓ نے اہل مدینہ کو جمع کرکے مژدہ سنایا اور ایک پر اثر تقریر کی جس سے سامعین کے دل دہل گئے۔ آخر میں آپ نے فرمایا:

> آگاہ ہوجاؤ بے شک آج مجوسیوں کی حکومت جاتی رہی۔ پس وہ اپنے ملک میں ایک بالشت زمین کے بھی مالک نہ رہے جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا سکیں۔ آگاہ ہوکر رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین' ان کے ملک' ان کے اموال اور ان کے لڑکوں کا وارث و مالک تمہارے اعمال جانچنے کی غرض سے بنایا ہے کہ پس تم لوگ اپنی حالت نہ تبدیل کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے حکومت چھین کر دوسروں کو دے دے گا۔ مجھ کو خوف اس امت پر اس کا ہے کہ مبادا ان پر وہی حالت نہ طاری نہ ہو جو ان کے پیشتر والوں کا حشر ہوا ہے۔

جس وقت امراء اسلام نے بقصد جہاد عام لشکر کشی کے ارادے سے بصرے سے فارس کا رخ کیا اور ہر امیر اپنی فوج رکاب میں لئے ہوئے اپنے مقررہ و متعینہ جہت کی طرف بڑھا تو اہل فارس میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایرانیوں کا جتھا منتشر ہوگیا۔ اپنے اپنے شہر کو بچانے کی غرض سے متفرق ہوگئے۔ اسی سے ان کی شکست کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی باعث تفریق ہوا۔ مجاشع بن مسعود اردشیر اور سبالور کی طرف روانہ ہوئے۔ ایرانیوں نے ان کو توج میں روکا۔ فریقین نے لڑائی شروع کردی۔ مجاشع نے کمال مردانگی سے توج کو بزور تیغ فتح کیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے جزیہ دے کر مصالحت کرلی۔ مجاشع نے بشارت نامہ فتح اور خمس دربار خلافت میں روانہ کیا۔

اصطخر کی فتح پر عثمان بن ابی العاص مامور تھے۔ انہوں نے اصطخر کا رخ کیا تو ایرانیوں نے بہت بڑے سامان سے لشکر اسلام کو جور میں روکا لیکن مسلمانوں کی فتح کا سیلاب ان کے روکے نہ رک سکا۔ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ حاکم اصطخر ہربذ نے

جزیہ پر صلح کی درخواست کی جس کو لشکر اسلام نے منظور کرلیا۔ جو لوگ اثنا‌ء جنگ مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ بھی صلح کے بعد واپس آئے۔ عثمان نے فتح کا بشارت نامہ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا اس کے بعد عثمان بن ابو العاص نے گازرون و نوبندجان کو فتح کرکے اس کے گرد و نواح پر قبضہ کرلیا۔

اس عرصہ میں ابوموسیٰ آگئے اور ان کے ہمراہ ہوکر شیراز اور ارجان کو بھی جزیہ و خراج پر فتح کیا۔ عثمان بن ابی العاص نے اپنے لڑکے اور بھائی حکم کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔ بصرے سے ان کی کمک پر عبیداللہ بن معمر اور شبل بن معبد اسلامی فوجیں لے کر آئے۔ سرزمین فارس میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا' لڑائی ہوتی رہی' بالآخر ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ حکم بن العاصؓ کے ہاتھ شہرک عین معرکہ میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں سوار بن ہمام عبدی پر شہرک نے حملہ کیا تھا' انہوں نے وار خالی دے کر اس کو قتل کر ڈالا۔ اس مہم کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ 28ھ میں اور بعض کہتے ہیں 29ھ میں سر ہوئی۔

بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب 23ھ آخری زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں عثمان بن ابی العاص بحرین کے عامل مقرر ہوئے تو شہرک مرزبان فارس نے بغاوت کی' تمام فتوحات اسلامیہ قبضے سے نکل گئے۔ اس وقت عثمان نے اپنے بھائی کو دو ہزار کی جمعیت سے فارس روانہ کیا' میمنہ اور میسرہ پر جارود اور ابوصفرہ (مہلب کے باپ) تھے۔ ادھر سے کسریٰ نے شہرک کی مدد پر بہت بڑی فوج بھیجی تھی۔ دونوں فوجوں کا توج میں مقابلہ ہوا' حکم نے نہایت مردانگی سے شکست دے کر توج پر قبضہ کرلیا اور ایرانی لشکر نے بھاگ کر سابور میں دم لیا۔ حکم نے تعاقب کرکے شہرک کو مار ڈالا' جو باقی رہے ان کو سابور میں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ اہل سابور نے جزیہ دے کر صلح کی۔ حکم نے مہم سابور سے فراغت پا کر اصطخر کا رخ کیا' اہل سابور سے اعانت کے خواہاں ہوئے۔ اس اثناء میں فاروق اعظمؓ شہید ہوگئے اور عثمان بن عفانؓ خلیفہ سوم نے عبیداللہ بن معمر کی بجائے عثمان بن ابی العاص کو روانہ کیا انہوں نے اصطخر کا محاصرہ بدستور جاری رکھا' سابور کے حاکم نے بغاوت اور بدعہدی کا قصد کیا' لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش رہ گیا۔ زمانہ محاصرہ میں عبیداللہ پر منجنیق سے ایک پتھر گرا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہوئے۔ اس کے بعد شہر سابور فتح ہوا۔ ایک گروہ کثیر ایرانیوں کا اس واقعہ میں کام آیا۔

ساریہ بن زنیم کنانی نے زمانہ عام لشکرکشی میں پساود دارالجبر پر فوج کشی کی۔ پساود دارالجبرد

Marfat.com

والوں نے اکراہ و فارس کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا' شہر سے نکل کر صف آرائی کی۔ میدان میں جس وقت دونوں فوجیں دست بدست لڑ رہی تھیں' فاروق اعظمؓ جو مدینہ میں منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے' بے ساختہ بول اٹھے: (اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ! پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس وقت ساریہ کا لشکر کمزور پڑ رہا تھا۔ قریب تھا کہ ایرانی لشکر غالب ہوجاتا۔ ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ پر چڑھ گئے' پھر لوٹ کر حملہ کیا تو ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں جواہرات کا ایک تھیلہ تھا ساریہ نے اس کو لشکریوں کی اجازت سے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بھیج دیا آپؓ بہت خوش ہوئے' ایک ایک واقعہ دریافت کیا اور جواہرات کا تھیلا واپس کردیا کہ اس کو بھی لشکریوں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ ساریہ نے اس کو فروخت کر کے تقسیم کردیا۔

کرمان کی فوج کشی کا علم سہیل بن عدی کو دیا گیا تھا۔ چنانچہ 23ھ میں ایک فوج لے کر جس کا ہراول دستہ بشیر بن عمرا لعجلی کی افسری میں تھا کرمان پر حملہ آور ہوئے۔ پیچھے سے عبد اللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی کمک پر پہنچ گئے۔ کرمان والوں نے قفص وغیرہ سے مدد طلب کر کے مقابلہ کیا' مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی چھیڑ دی۔ اثنائے کارزار میں کرمان کا مرزبان بشیر کے ہاتھ سے مارا گیا' فریق مخالف کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عبداللہ اور بشیر جے رفت و سیرزاو تک فوجیں لئے بڑھتے چلے گئے۔ بے شمار اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی نے کرمان کو فتح کیا ہے اور فتح کرمان کے بعد فاروق اعظمؓ کے پاس مدینہ آئے تھے۔

بجستان کو سیستان بھی کہتے ہیں۔ یہ ملک عاصم بن عمرو کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن عمیر آگئے تھے۔ یہاں کے رہنے والے سیستان سے باہر نکل کر ایک خفیف لڑائی لڑ کر بھاگے۔ عاصم برابر بڑھتے چلے گئے اور زرنج پہنچ کر محاصرہ کرلیا (جو بجستان کا دوسرا مقام ہے)۔ چند دنوں کے محاصرہ کے بعد محصورین نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ان کی درخواست کے مطابق صلح کرلی گئی۔ یہ ملک خراسان سے بڑا تھا' اس کے حدود درو دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس ملک پر قبضہ کرنے سے قندھار' ممالک ترک اور دوسری قوموں کی فتح کی کنجی ہاتھ آگئی اور وقتاً" فوقتاً" ان پر حملہ ہوتا رہا۔ عہد حکومت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان میں شاہ اپنے بھائی زنبیل بادشاہ ترک سے رنجیدہ ہوکر بجستان کے ایک

Marfat.com

شہر آمل میں آیا۔ سلم بن زیاد بن ابی سفیان والیء سجستان نے اس سے عہد و پیمان کرکے امیر معاویہؓ کو مطلع کیا۔ امیر معاویہؓ نے اس کو منظور کرلیا لیکن ساتھ ہی یہ لکھا کہ "یہ لوگ بڑے غدار فریبی ہیں' ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ جب موقع پائیں گے بلاد آمل پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امیر معاویہؓ شاہ نے غداری کی اور کل بلاد آمل پر قبضہ کرلیا۔ زنبیل نے آمل کا یہ رنگ دیکھ کر زرنج کا محاصرہ کرلیا۔ اس عرصہ میں بصرے سے مدد آگئی اور ترکوں کو بھاگنا پڑا۔

امراء عام لشکرکشی سے (23ھ) حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا قصد کیا۔ ان کے بعد شہاب بن مخارق' سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی روانہ ہوئے۔ سب نے ووین پہنچ کر اسلامی فوج کو مرتب کیا۔ والی مکران (راسل) نے نہر مکران کے کنارے نہایت اہتمام سے صف آرائی کی اور اہل سندھ کی امدادی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا۔ اسلامی بہادروں نے ایک بہت بڑی جنگ کے بعد راسل کو شکست دے کر مکران پر قبضہ کرلیا۔ حکم نے صحار عبدی کی معرفت نامہ بشارت فتح اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

انہیں ایام میں فاروق اعظمؓ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ بغرض جہاد جمع ہوگیا۔ جس پر انہوں نے سلمہ بن قیس اشجعی کو امیر مقرر کرکے حسب دستور کفار پر جہاد کرنے کو روانہ کیا اور قدیم دستور کے مطابق وصیتیں کیں۔ اتفاق سے ان لوگوں کا کردوں سے سامنا ہوگیا' سلمہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا' جزیہ ادا کرنے کو کہا' اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو تلوار نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے۔ ظہر سے مغرب تک لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مجموعی قوت سے حملہ کردیا۔ کردوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے' شکست کھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کو قتل کیا اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اس کو باہم تقسیم کرلیا۔ مال غنیمت میں یاقوت کا ایک ٹکڑا نکل آیا۔ سلمہ نے اس کو بہ اجازت اور مسلمانوں کے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے قاصد سے لوگوں کی حالت اور ان کے حصوں کی تفصیل و کیفیت دریافت کی۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر اور لوگوں کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا گیا' بہت ناراض ہوئے اور فوراً" اس کو واپس لے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سلمہ نے اس کو فروخت کرکے مجاہدوں میں تقسیم کردیا۔

ان فتوحات میں سب سے زیادہ اہمیت فتح مصر کو حاصل ہے جو دنیا کی قدیم ترین تہذیب

Marfat.com

کا مرکز تھا۔ مسلمانوں نے مصر کو فتح کیا تو وہاں یونانی اور رومی تہذیب پھیلی ہوئی تھی۔ مصر کی فتح مکمل ہوجانے کے بعد عربوں نے مصر کی دولت اور سبزی کا حال سنا تو ان کا رخ ادھر ہوگیا اور فسطاط میں انہوں نے اپنے قبائل کے ناموں کے مطابق نشان زدگی شروع کردی اور وہ شہروں اور دیہاتوں میں پھیل گئے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا۔ کھیتی باڑی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ بہت سے قبطی بھی مسلمان ہوگئے تھے۔ عربوں کے نسب مصریوں کے نسب کے ساتھ خلط ملط ہوگئے کیونکہ باہم شادیوں کا رواج پڑ گیا تھا۔

مصر میں عربوں کے بعد ہی سے مملکت اسلامیہ میں مصر، جیسا کہ ایک سیاسی مرکز تھا، علمی مرکز بھی بن گیا۔ لیکن یہ علمی حرکت اپنی ابتداء میں فلسفیانہ یا دنیوی حرکت نہیں تھی۔ اس کی حالت وہی تھی جو اس زمانہ میں دوسرے عقلی مراکز کی تھی۔ سب سے بڑی اہمیت دین کی تھی، لہٰذا یہ فطری چیز تھی کہ اس عہد میں تمام ممالک میں سے زیادہ اہمیت علم دین کو حاصل ہوتی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یونانی اور رومی تہاذیب جو مصر و شام اور عراق میں پھیلی ہوئی تھیں وہ فنا ہوگئی تھیں اور ان کے اثرات مٹ گئے تھے۔ ان تہذیبوں کو فتح اسلام سے دھکا ضرور لگا اور وہ حرکت دینی کے سامنے سرانداز ہوگئیں۔ لیکن جب طبائع کو اطمینان حاصل ہوا تو یونانی اور رومی تہاذیب نے پھر سرابھارنا شروع کردیا۔ مگر اب وہ اسلامی تعلیمات کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ جو چیزیں اسلام اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہوسکتی تھیں وہ باقی رہ گئیں۔ جو ہم آہنگ نہیں ہوسکتی تھیں وہ فنا ہوگئیں۔

جو صحابہؓ مصر میں سکونت پذیر ہوئے وہ سب علماء تھے اور انہوں نے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی۔ یہی صحابہؓ یہاں کے مدرسہ کی بنیاد تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص ہیں۔ یہ عبداللہ رسولؐ اللہ کی احادیث کے سب سے زیادہ جامع تھے۔ جو کچھ سنتے تھے اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عمروؓ کے پاس ایک کتاب دیکھی جس کے متعلق ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ "صحیفہ صادقہ" ہے، اس میں وہ احادیث درج ہیں جو میں نے رسولؐ اللہ سے سنی ہیں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ساتھ ہی حدیث کے علاوہ ان کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ آپ تورات پڑھا کرتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں شریک سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمرؓ کو سریانی زبان کی کتاب پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مدینہ، شام اور مصر سے بہت سے صحابہؓ

Marfat.com

اور تابعین نے حدیثیں بیان کی ہیں۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کے ساتھ مصر تشریف لائے تھے جبکہ حضرت عمرؓ نے ان کو مصر کا گورنر فرمایا تھا۔

مختلف ممالک کی فتح کے بعد صحابہؓ مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے۔ ان صحابہ میں وہ علماء بھی تھے جو تعلیم دینے کے لئے وہاں گئے تھے اور یہی صحابہ ان شہروں کے مدارس کی بنیاد تھے۔ ان علمائے صحابہ کی علمی شخصیتیں جو مختلف تھیں جن کے اثرات ان کے مدارس میں نمایاں تھے۔ مختلف شہروں میں جو شخصیتیں زیادہ اثرانداز ہوئیں وہ یہ تھیں: مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مکہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور مصر میں عبداللہ ابن عمروؓ بن العاصؓ. رسولؐ اللہ کے تمام ارشادات اور اعمال کا احاطہ یہ صحابہ نہیں کرسکتے تھے۔ اور نہ ہی تمام دینی تعلیمات کے متعلق واقفیت رکھتے تھے. ہر صحابی کو کچھ باتیں معلوم نہیں تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ شہروں میں ایسی احادیث پائی جاتی تھیں جو دوسرے شہروں میں نہیں تھیں۔ ان صحابہ کے جانشین تابعین ہوئے، جنہوں نے ان صحابہ سے علم حاصل کیا اور علم کا جھنڈا بلند رکھنے میں انہوں نے ہی صحابہ کی جگہ لی۔ ان میں سے اکثر کو معلوم تھا کہ دوسرے شہروں میں ایسا علم پایا جاتا ہے جو ان کے شہر میں نہیں ہے، اسی لئے انہوں نے زیادہ تر سفر کئے۔ لہٰذا علماء میں علم کی یہ حرکت برابر قائم رہی۔ ایک مصری مدینہ منورہ کی طرف سفر کرتا تو ایک مدنی کوفہ کی طرف زاد سفر باندھتا۔ اسی طرح ایک کوفی شام کی طرف اور ایک شامی ادھر کی طرف جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ فرق کم ہوتے چلے گئے جو ان صحابہ کی مختلف علمی شخصیتوں کی وجہ سے پیدا ہوگئے تھے۔ تابعین سے دوسرے طبقہ کے لوگوں نے اکتساب علم کیا اور وہ بھی انہی کے طریقہ پر چلتے گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

بارھواں باب

شہادت حضرت عمرؓ (23ھ)

23ھ میں حضرت عمرؓ نے حسب معمول حج کیا۔ خلافت کے سال اول کو چھوڑ کے حضرت عمرؓ نے ہر سال حج ادا کیا' کیونکہ پہلے سال خلافت میں آپؓ نے حج کی امارت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو عطا کردی تھی۔ بہرحال اس سال حج میں ازواج نبیؐ بھی شریک تھیں۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حج سے فارغ ہوچکنے کے بعد حضرت عمرؓ واپس آرہے تھے تو آپ نے مکہ کے باہر کسی مقام پر پہلے تو کچھ کنکریاں جمع کیں پھر ان کو اپنے اوپر ڈال دیا اور ان پتھروں میں اپنا سر رکھا اور کنکریوں کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کرلیا اور اس کے بعد فرمایا:

> "اے خدا میری عمر اب کافی ہوچکی ہے اور میری ہڈیاں چور ہوچکی ہیں اور اب مجھے اپنی رعیت سے انتشار کا خوف لاحق ہورہا ہے. اس لئے کیا اچھا ہو کہ مجھے اپنی طرف بلا لے اور میں تیرے دربار میں آؤں تو سرخرو آؤں۔"

طٰہٰ حسین لکھتے ہیں کہ مدینہ پہنچنے پر ایک دن آپ کی ملاقات ایک عجمی یعنی ایرانی غلام سے ہوئی جو مغیرہ بن شعبہؓ کے حصہ میں آیا تھا۔ اس غلام کا نام فیروز اور اس کی کنیت ابولولوۃ تھی۔ یہ شخص نہاوند سے قید ہوکر آیا تھا۔ یہ غلام حضرت عمرؓ سے کہتا ہے' "میرے مالک مغیرہؓ نے مجھ پر اتنی رقم عائد کررکھی ہے جسے میں نہیں دے سکتا۔"

حضرت عمرؓ اس سے پوچھتے ہیں "کتنی رقم تم پر عائد ہوئی ہے؟"

غلام کہتا ہے: "چار درہم روزانہ"

حضرت عمرؓ نے سوال کیا: "کرتے کیا ہو تم؟"

غلام نے بتایا: "میں بڑھئی کا کام کرتا ہوں' لوہاری کا کام کرتا ہوں' اور نقاش (پینٹر) ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فیصلہ کیا اور کہا: "تمہارا محصول زیادہ نہیں ہے."

Marfat.com

غلام حالت غضب میں وہاں سے چلا گیا۔ ایک بار پھر حضرت عمرؓ کی' جس وقت کہ آپ کے چند رفقاء نامدار آپ کے ساتھ تھے' اسی شخص سے ملاقات ہوئی۔ امیرالمومنین نے غلام کو بلایا اور کہا: "میں نے سنا ہے تم چکیاں بھی بنا لیتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو ایک ہمارے لئے بھی بنا دو۔"

غلام نے کہا: "میں تمہارے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا ذکر (مرکز میں تو خیر ہوگا ہی) صوبوں میں بھی ہوگا۔ جب یہ غلام چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے حاضرین محفل سے فرمایا: "اس لڑکے نے مجھے دھمکی دی ہے۔" ممکن ہے کہ حاضرین محفل نے خود ہی حضرت عمرؓ سے اس رائے کا اظہار کیا ہو۔

ایک صبح کے وقت فجر کی اذان کے موقع پر حضرت عمرؓ باہر آئے۔ حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ (امامت) نماز شروع کرنے سے پہلے لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ صفیں کج نہ رہنے دیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ اس صف کو ملاحظہ فرما رہے تھے جو بالکل آپ کے قریب تھی۔ یہ بھی کر چکنے کے بعد آپ امامت کے لئے آگے بڑھے تو ابولولوۃ نے جو مسجد کے کسی گوشہ میں چھپا ہوا تھا آپ پر خنجر سے وار کردیا۔

راویوں نے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے زخم کر جراحت محسوس کی تو ہاتھ چھوڑ دیئے اور پکار کر کہا: "پکڑ لو اس شخص کو جس نے مجھے مار دیا۔" یہ کہنے کے بعد حضرت عمرؓ زمین پر گر پڑے اور آپ کے بدن سے خون کا فوارے چھوٹنے لگے۔ لوگوں میں کہرام اور تلاطم بپا ہوگیا۔ غلام پے در پے ان تمام لوگوں کو زخمی کرتا ہوا جاتا تھا جو اس کے قریب جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے علاوہ اس شخص نے بارہ آدمی زخمی کردیئے تھے۔ آخر میں کسی نے اس خبیث پر ایک کپڑا ڈال کے اسے پکڑ لیا اور جس وقت غلام کو یقین ہوگیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اپنے ہی خنجر سے اپنا کام تمام کرڈالا۔

اب بعض لوگ آگے بڑھے اور حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے مکان لائے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ یہ کہتے رہے کہ اللہ کے احکامات معین اور اوقات نافذ ہوتے ہیں۔

بعض راویوں کے بیان یہ ہیں: زخمی ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اور انہیں امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔

ایک اور راوی لکھتا ہے کہ جس وقت لوگوں میں تلاطم اور ہیجان پیدا ہوا تو دفعتاً ایک شخص بول اٹھا: "اللہ کے بندو نماز سے غافل مت ہونا' سورج طلوع ہونے ہی والا ہے۔"

چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ آگے بڑھ چکے تھے۔ آپ نے سب سے چھوٹی دو سورتیں یعنی سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر پڑھ کر نماز پڑھائی۔

راویوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر غشی طاری ہوگئی تھی۔ جب غشی دیر تک طاری رہی تو کسی نے کہا کہ نماز سے ڈراؤ انہیں. چنانچہ لوگوں نے کہا: امیرالمومنین، نماز، نماز، اس صدا پر دفعتہً آپ ہوش میں آگئے۔ اور فرمایا۔ ہاں نماز، اللہ اکبر، اسلام سے اس شخص کا کوئی تعلق نہیں جو تارک صلوٰۃ ہے. اس کے بعد آپ نے وضو کا پانی منگوایا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی اور عالم یہ تھا کہ آپ کا زخم خونچکاں اور خون فشاں تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: میرے لئے طبیب بلواؤ۔ طبیب جب آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "نبید" یعنی کھجور کا ست جو ہر قسم کے نشہ سے پاک ہو۔ طبیب نے نبید پلوایا۔ لیکن یہ عرق آپ کے جسم سے بہہ نکلا اور اسے آپ کے جسم نے قبول نہیں کیا۔ lb لوگ آپ کے بارے میں قطعاً شک میں مبتلا ہوگئے۔ کسی نے کہا یہ خون کی پیپ ہے، امیرالمومنین کو دودھ دو استعمال کرنے کو. مگر دودھ بھی باہر آگیا اور رنگ تبدیل نہ ہوا. یہ دیکھ کر طبیب نے گویا اعلان کیا کہ امیرالمومنین شاید شام تک نہ بچ سکیں۔

راویوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ وہ ذرا تحقیق کریں کہ قاتل کون ہے۔ ابن عباسؓ نے لوگوں میں گشت لگایا اور جب لوٹ کر آئے تو فرمایا: آپ کا قاتل مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام ابولولوۃ ہے. یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کسی اللہ کو سجدہ کرنے والے نے جو اپنے اس سجدے سے اللہ کے سامنے اس معاملے میں مجھ سے قیل و قال کرسکتا تھا، یعنی کسی مسلمان نے قتل نہیں کیا۔ اور ایک غیر مسلم سے یہ مکروہ فعل سرزد ہوا۔

اب ابن عباسؓ کو امیرالمومنین نے حکم دیا کہ وہ جاکے لوگوں سے پوچھ آئیں کہ آیا ان کے ایماء اور ان کی سازش و صلاح سے یہ قتل ہوا ہے؟ ابن عباسؓ نے لوٹ کر یہ خبر سنا دی: "لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس قتل کے بارے میں.کچھ بھی تو نہیں جانتے اور ہماری خواہش تو یہ ہے کہ ہماری عمروں میں سے امیرالمومنین کی عمر میں اضافہ کردیا جائے۔"

اب حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاکے کہیں کہ حضرت عمرؓ کی خواہش ہے کہ انہیں ان کے رفقاء نامدار آنحضرتؐ و صدیق اکبرؓ کے جوار میں دفن ہونے کی اجازت دے دی جائے۔

عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت عائشہؓ کے یہاں پہنچے تو انہیں بیٹھے روتے دیکھا۔ حضرت عمرؓ کا پیغام سننے کے بعد حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بخدا یہ جگہ میں اپنے اپنے لئے منتخب کرلی تھی. آج کے دن میں اسے قربان کئے دے رہی ہوں۔"

عبداللہ بن عمرؓ نے جب لوٹ کے یہ اطلاع دی کہ حضرت عائشہؓ نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو مطلوبہ اجازت اور رخصت دے دی ہے تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ آپ کے لئے سب سے اہم چیز یہی تھی۔

اس مہم کے سر ہونے کے بعد لوگوں نے آپ سے اپنا جانشین مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: آنحضرتؐ نے کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہ فرمایا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے مجھے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اب ہر صورت میں جانشین مقرر کرنے یا نہ کرنے دونوں میں میرے لئے یہ احساس تکلیف دہ ہے کہ کہیں میں راہ صواب سے ہٹ تو نہیں رہا۔

اس تذبذب کے اظہار کے بعد حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ کو چھ افراد کی ایک کونسل یعنی مجلس شوریٰ کے سپرد کردیا۔ چھ افراد یہ تھے: حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمانؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، زبیر بن العوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ آپ نے ان حضرات کو اپنے پاس بلا بھیجا اور پھر انہیں حکم دیا کہ یہ اکٹھے ہوں اور اپنے ہی میں سے ایک شخص کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ ساتھ ہی آپ نے اس بات کا حکم دیا کہ چھ افراد کی اس مجلس میں عبداللہ بن عمرؓ اور سعید بن زید ابن عمرو (آپ کے چچیرے بھائی) بھی شریک ہوں گے۔ لیکن یہ بات ظاہر کردی گئی کہ مؤخرالذکر دونوں حضرات کو خلافت سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

اب حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ سے مخاطب ہوئے: "علیؓ سب جانتے ہیں کہ تم رسول اللہؐ کے داماد اور عزیز ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں عالم اور فقیہ بنایا ہے. اب اگر خلافت تم کو سونپ دی جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا۔"

حضرت عثمانؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: "امت کو تمہاری پختہ سالی، رسالتؐ کی دامادی اور تمہارے مجدد شرف ہونے کا احساس ہے۔ تم اگر خلیفہ منتخب ہوجاؤ تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور کہیں بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کردینا۔"

اس کے بعد حکم ہوا کہ ابو طلحہ الانصاریؓ بلائے جائیں۔ ابو طلحہؓ آئے تو انہیں یہ فرمان ملا کہ پچاس عدد انصار کے آدمیوں کو ساتھ لیں اور ان چھ افراد کو (جن کے نام اوپر لکھے

جا چکے ہیں) کسی ایک مقام پر اکٹھا کریں اور تین دن کی مقررہ مدت کے بعد یعنی جب تک یہ لوگ آپس میں کسی کو خلیفہ نہ چن لیں' دار الشوریٰ کے دروازے پر دستک دیں اور وہاں تعینات رہیں۔

اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ اس قرضہ کا حساب لگائیں جو آپؓ نے بیت المال سے لیا تھا۔ حساب لگانے پر یہ قرض چھیاسی ہزار درہم نکلا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”جب میں مر جاؤں تو میری آل اولاد کو چاہیے کہ اس قرضہ کو چکا دے۔ اگر پھر بھی قرض باقی رہ جائے تو میرے قبیلہ بنی عدی سے رجوع کیا جائے۔ بنی عدی والے بھی پوری رقم نہ دے سکیں تو اہل قریش سے رجوع کیا جائے اور جو مدد یہ کریں اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ تمام رقم کی ضمانت لے لیں جو انہوں نے لے لی۔

غالباً اس قرضہ میں وہ تمام رقوم شامل تھیں جو حضرت عمرؓ نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کی گزر اوقات کے لئے یا تجارتی کاموں کے لئے بیت المال سے لی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ وہ اس معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ کی' جنہوں نے بیت المال سے لی ہوئی تمام رقوم واپس کردی تھیں' تقلید کرنا چاہتے تھے۔

امور امت سے فراغت کے بعد اب حضرت عمرؓ پر صرف اس حساب کتاب کا خیال مسلط تھا جو آپ کو خدا تعالیٰ کو دینا تھا۔ آپ فرماتے تھے:

> ”اگر میرے پاس دنیا جہان کی تمام دولتیں اور ثروتیں ہوتیں تو میں ان کے معاوضہ میں اہل وحشت اور سراسیمگی سے جو قبر میں برزخی زندگی کے آغاز میں طاری ہوگی اسے بخش دیتا۔“

اس کے بعد ازروئے روایت حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی۔ یعنی اس وقت جب آپ کو موت نے بالکل ہی نزدیک پایا تو فرمایا کہ ”وہ انہیں یوں اٹھائیں کہ گھٹنے ان کے پیٹ اور کمر کے نیچے رہیں اور پھر دائیں ہاتھ سے ان کی پیشانی اور سر کو سہارا دیں اور بائیں ہاتھ سے ٹھوڑی کو' اور پھر جب وہ دم توڑ دیں تو ان کی آنکھوں کو کھلا نہ رہنے دیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو یہ بھی ہدایت کی کہ ان کے کفن کا کوئی خاص اہتمام نہ کریں۔ کفن میں اہتمام سے کوئی فرق نہیں پڑا کرتا۔ اگر کسی کے لئے آخرت میں اجر موجود ہے تو تجہیز و تکفین کا یہ اہتمام اس کے لئے زائد سی شے ہے اور اگر آخرت میں اس کے لئے کچھ

Marfat.com

درپیش ہے تو اس اہتمام سے سزا اور عتاب کی کاروائی رک نہ جائے گی۔ آپ نے مشک و عنبر کے استعمال سے بھی روک دیا اور اس بات سے بھی کہ جنازہ میں کوئی عورت شریک ہو۔ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جب آپ جنازہ بردوش ہوجائیں تو تیز رفتاری کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کو قبر تک پہنچا دیا جائے۔ اس لئے کہ اگر قبر میں عمرؓ کے انتظار میں "خیر" ہے تو بہتر ہے جلد از جلد انہیں اس "خیر" تک پہنچا دیا جائے اور اگر "شر" ان کا منتظر ہے تو اچھا ہے لوگ اپنی گردنوں سے "مستحق شر" کو جلد از جلد اتار پھینکیں۔ غرض ہر صورت میں مردے کو قبر تک جلد از جلد لے جانا چاہیے۔

عالی قدر باپ نے بیٹے کو یہ بھی ہدایت کردی کہ مرنے کے بعد انہیں ان صفات سے متصف نہ بنائیں جو ان میں نہیں ہیں' اس لئے کہ ہر چیز کا علم اللہ کو بہتر ہے۔

راویوں کا بیان ہے: اب لوگ (جو اس حادثہ سے واقف ہوچلے تھے) جوق در جوق آنے لگ گئے اور حضرت عمرؓ کی ثناگستری اور مدح سرائی کرنے لگے۔ لوگوں کا یہ ہجوم دیکھ کر حضرت عمرؓ بول اٹھے:

> "بھائیو! کیا بات ہے؟ میری امارت اور خلافت پر رشک کرتے ہو؟ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے رسالتؐ اور حضرت صدیق اکبرؓ دونوں کا ساتھ دیا ہے اور دونوں میرے رویہ سے خوش رہے اور آخر وقت تک خوش رہے۔ ان ادوار میں میرا کام مکمل طور پر اطاعت کرنا تھا جو میں نے کی۔ (تو یہ بات البتہ قابل رشک ہوسکتی ہے نہ یہ خلافت و امارت) اور میں سوائے اس ذمہ داری کے منصب کے کبھی کسی چیز سے خائف نہیں ہوا۔ کبھی کسی چیز سے نہیں ڈرا۔
> "

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ آخری ساعت آن پہنچی ہے تو آپ نے اپنے بیٹے سے جو سر مبارک اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے' فرمایا کہ ان کو کنپٹی کے بل زمین پر لٹا دیا دیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے تند لہجہ اختیار کرتے ہوئے اصرار کیا کہ انہیں زمین پر لٹا دیا جائے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔ اب فاروق اعظمؓ نے کہنا شروع کیا: "اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے کاش میں وجود پذیر ہی نہ ہوتا۔ کاش میں ایسی شے ہوتا جسے یوں بھلا دیتے ہیں جیسے وہ کبھی تھی ہی

Marfat.com

نہیں۔" اس کے بعد آپ نے یہ کلمات کہنے شروع کردیئے: "اللہ نے اگر مجھے نہ بخشا تو میری ماں کے لئے وبال ہی وبال ہے۔" یہ کہتے کہتے آپ کی طیب روح پرواز کرگئی۔

روایت ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ، نے جنہیں حضرت عمرؓ سے زبردست انس تھا' ان سے ایک ذاتی سا سوال کیا(اس قسم کا سوال جو خالص بزرگانہ اور مشفقانہ نوعیت کا تھا) اور وہ یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے جو پیرہن زیب تن کررکھا تھا وہ نیا تھا یا پرانا اور --- پہنا ہوا. جب حضرت عمرؓ نے عرض کی یہ پیرہن پہنا ہوا ہے تو سردارؐ کا دل بھر آیا اور اس گرامی قدر نے فرمایا:

"عمر تم نیا لباس بھی پہنو' فراغت اور خوشی سے دن بھی گزارو
اور تم کو شہید کی موت مرنا نصیب ہوگا۔ اور اس دنیا' اور آخرت
دونوں میں تم کو مسرت و فراواں حاصل ہوگی۔"

اس دعائے رحمتہ اللعالمینؐ کے پیش نظر حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ سے درخواست کیا کرتے تھے کہ اس کی راہ میں شہید ہوں اور اس کے نبی اعظمؐ کے دیار میں انہیں موت آئے۔ جب اس پر کسی نے کہا تھا کہ تمہیں شہادت کیسے مل جائے گی اور پھر دیار پیغمبرؐ یعنی (مدینہ) میں لازمی طور پر تمہاری موت بھی کیسے واقع ہوگی' تو اس کا جواب حضرت عمرؓ نے یہ دیا تھا کہ اللہ جب چاہے گا اور جہاں چاہے گا اپنے بندہ کو شہادت کا جام عنایت کردے گا۔ آخر اللہ نے حضرت عمرؓ کی دعا قبول کرلی اور انہیں دونوں ہی باتیں حاصل ہوئیں۔ مدینہ بھی ہاتھ سے نہ گیا اور شہادت بھی ملی۔

حضرت عمرؓ اپنی ذات اور نفس پر حد درجہ ایثار روا رکھتے تھے اور بیت المال کے معاملہ میں آپ کی یہی سخت گیری دوسروں کے لئے بھی تھی. اپنی ذات اور اپنے متعلقین کے لئے آپ جو کچھ بیت المال سے لیتے تھے (جسے بعد میں آپ نے اپنے ترکہ سے کہہ کر ادا کروادیا) اس کا زبردست محاسبہ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "امت کی یہ دولت اسی طرح میری نگرانی میں رہے گی جیسے یتیموں کا مال' جس کا ناجائز طور پر کھانا مطلقاً" حرام ہے۔" اس کے بعد آپ اکثر سورۃ نساء کے چند الفاظ دہراتے تھے جن کا مطلب یہ ہے:

"جو شخص آسودہ حال ہو اس کو ایسے مال سے قطعی طور پر پرہیز
کرنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر یعنی بقدر خدمت
کچھ لے لے۔" (سورۃ نساء آیت 6)

ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں بیت المال کی دولت کو مال یتیم کی طرح مقدس اور ناقابل خردبرد گردانتا ہوں۔ جب مجھے شدید ضرورت پیش آئے گی میں اس میں سے لے کر کچھ کھالوں گا۔ لیکن اگر میرے پاس اتنا ہوگا کہ میں اپنا کام چلا سکوں تو ہرگز اس دولت کو نہ ہاتھ لگاؤں گا۔ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اپنی مثال ایک ایسے شخص کی دیتے تھے جو چند لوگوں کے ساتھ سفر میں نکلا ہوا ور اس کے پاس ان تمام لوگوں کا مال و اسباب امانتاً" رکھوا دیا گیا ہو۔ اب اس شخص کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ بغیر ساتھیوں کی مرضی کے اس امانت کے مال میں خردبرد کرے۔ اس سخت گیری اور درویش منشی کے باوجود حضرت عمرؓ نے اپنے دوستوں سے اس باب میں کہ بیت المال سے وہ کتنا لے سکتے ہیں' مشورہ کیا تھا۔ کچھ لوگوں نے تو یہ کہا کہ آپ اس قدر لے سکتے ہیں جتنا کہ آپ کے لئے اور آپ کے متعلقین کے لئے ضروری ہے اور ان کے مصارف کو پورا کرسکے۔ لیکن حضرت علیؓ نے یہ مشورہ دیا۔ تھا کہ آپ صرف دو وقت کے کھانے بھر کی رقم لے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ کو قبول کیا۔ چنانچہ آپ بیت المال سے صرف اس حد تک لیتے تھے جس کی واقعی ضرورت ہوتی تھی۔ اپنے اہل و عیال کو آپ اوسط درجے کے لوگوں کا کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے پہننے کے لئے آپ بیت المال سے کچھ کپڑے بھی لیتے تھے۔ بس ایک جوڑا گرمی اور ایک جاڑے کے لئے!

اس میں آپ اپنی ذات پر انتہا درجہ کا تشدد فرماتے تھے۔ کپڑے جب تک بالکل ہی پھٹ نہ جاتے تھے آپ دوسرے کپڑے نہ لیتے تھے۔ کبھی کبھی کیا اکثر کپڑوں پر پیوند لگاتے تھے' ٹانکے لگاتے تھے۔ کبھی کبھی تو آپ ببول کے کانٹوں سے اپنے پیراہن خلافت کی دریدگی رفو فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ کو جمعہ میں دیر ہوئی۔ لوگ بہت دیر تک منتظر رہے لیکن آپ نہ آئے لوگوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوا چاہتا تھا کہ حضرت عمرؓ خطاب کرنے کے لئے منبر پر بیٹھ گئے اور دیر سے آنے کی معذرت چاہی۔ دیر سے آنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی قمیض دھوئی تھی جسے خشک کرنا چاہتے تھے وہ اب تک خشک نہ ہوئی تھی۔

حضرت عمرؓ کے پاس اتنی دولت یقیناً تھی کہ وہ آسودگی اور فراغت میں بسر کرسکتے تھے لیکن آپ کو یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ لوگوں کو یہ بدظنی تک پیدا ہوسکے کہ یہ آسودگی اور خوشحالی بیت المال کی رقم کی بنیاد پر ہے۔

Marfat.com

تیرھواں باب

شہادت حضرت عثمانؓ (35ھ)

تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا بڑی خوشی اور اطمینان کے ساتھ استقبال کیا' اس لئے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی پیدا کردہ شدت اور تنگی میں سہولت اور وسعت پیدا کردی۔ خلیفہ ہوتے ہی آپؓ نے لوگوں کے وظیفوں میں اضافہ کردیا اور ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کیا' پھر عطیات کی عنایت کرکے انہیں خوشحالی اور فراخی بخشی جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں نصیب نہ تھی۔ اور قریش نے تو خاص طور پر ایسی آزادی محسوس کی جو اس سے پہلے ان کو حاصل نہ تھی اس لئے کہ حضرت عثمانؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی طرح حرہ کی گھاٹی پر قریش کی گردن پکڑے کھڑے نہیں رہے کہ ان کو دوزخ کی آگ میں ٹوٹے پڑنے سے روکے رکھیں' بلکہ درمیان سے ہٹ گئے اور قوموں کو شہروں اور صوبوں میں جہاں چاہے پھیلنے دیا۔ مؤرخین کا قریب قریب متفقہ بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال تو امن اور عافیت سے گذرے' اس کے بعد جیسے ہی دوسرا دور شروع ہوا' دشواریاں اور مشکلات سر اٹھانے لگیں۔ دسویں سال کشیدہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ شروع شروع میں لوگوں نے نرمی برتی پھر کچھ تیزی آگئی اور اس کے بعد تشدد کا دور آیا جو بڑھتے بڑھتے ناگواری کے آخری مرحلے تک پہنچ گیا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شروع کے دس برس میں حضرت عثمانؓ کو کسی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مخالفت تو خلافت کے پہلے ہی دن عبیداللہ بن عمرؓ کے قضیے کے ساتھ وجود میں آگئی۔ لیکن مقصد یہ ہے کہ خطرناک مخالفت آخر کے دو سال میں سامنے آئی۔ لوگ حضرت عثمانؓ کے مسلک میں جو بات بھی ناپسند کرتے اس کا اظہار کرنے لگے۔ بعض نے تو اس میں بھی حرج نہیں سمجھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت عثمانؓ کی موجودگی میں ان کی مخالفت کریں اور کچھ لوگ نافرمانی کی بھی جرات کرنے لگے۔ ابوذرؓ کو حضرت عثمانؓ نے دولت مندوں کی مذمت سے روکا' لیکن انہوں نے یہ حکم نہیں مانا۔

Marfat.com

اس کے بعد شہروں میں مخالفت کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں جس کی صدائے بازگشت مدینے تک پہنچی۔ اور مدینے میں مخالفت کی خبریں شہروں میں پھیلیں جس سے مخالفین کو طاقت ملی اور حضرت عثمانؓ مجبور ہوئے کہ مدینے کے معترضوں کو ڈرائیں اور دھمکائیں اور شہروں میں اخراج اور جلاوطنی کے احکام جاری کریں۔ صحابہ یہ سب کچھ دیکھتے تھے اور سنتے تھے اور بجز زید بن ثابتؓ، ابواب سید ساعدیؓ، کعب بن مالکؓ اور حسان بن ثابتؓ کی چھوٹی سی جماعت کے کوئی منع نہ کرتا تھا اور نہ مداخلت کرتا تھا۔ ہاں مدینہ کے صحابہؓ نے مختلف سرحدوں پر پھیلے ہوئے صحابیوںؓ کو خطوط لکھے کہ مدینہ آکر خلافت کے بگڑے ہوئے کاموں کو ٹھیک کرو۔ تم جہاد کی خاطر گھروں سے نکلے ہو لیکن جہاد تمہارے پیچھے ہے۔ تم دین کی بقاء اور حفاظت کے لئے مدینہ واپس آجاؤ۔ لوگ جگہ جگہ جمع ہونے والے واقعات اور پیش آنے والے مصائب کا تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ پر اعتراضات اور الزامات کی بھرمار ہوئی اور لوگوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جائیں اور ان سے گفتگو کریں۔ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ گئے اور حضرت عثمانؓ سے کہا "مجھے لوگوں نے بھیجا ہے اور آپ کے متعلق بہت سی باتیں کی ہیں۔ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں؟ میں تو کوئی ایسی بات بھی نہیں جانتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ نہ آپ کو کوئی ایسی بات بتا سکتا ہوں جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ ہمیں جو کچھ معلوم ہے آپ یقیناً اس سے واقف ہیں۔ کسی بات میں ہم مسبوق نہیں کہ اس کی اطلاع آپ کو دیں، نہ ہم سے کوئی چیز خلوت میں خاص کردی گئی جو آپ کو پہنچا دیں۔ آپ کو چھوڑ کر ہم میں کوئی بات نہیں۔ آپ نے رسولؐ اللہ کو دیکھا، ان کی باتیں سنیں، ان کی صحبت میں رہے، ان کی دامادی کا شرف پایا۔ ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) کسی عمل حق میں آپ سے آگے نہیں، ابن خطاب (عمرؓ) کسی بھلائی میں آپ سے بہتر نہیں۔ رشتہ داری کے اعتبار سے آپ رسولؐ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ بس اپنے معاملے میں آپ خدا کو سامنے رکھیئے، واللہ کہ آپ کو کچھ دکھلانے اور بتانے کی ضرورت نہیں، راستہ روشن ہے اور صاف دین کے آثار برقرار ہیں۔"

معلوم نہیں حضرت علیؓ کی یہ گفتگو انہیں الفاظ میں حضرت عثمانؓ تک پہنچی یا اس کے قریب المعنی الفاظ میں، لیکن اصل مقصد تو یہ ہے کہ مدینہ میں حضرت عثمانؓ کی مخالفت ادھر ادھر کی انفرادی حد سے آگے بڑھ چکی تھی اور باقاعدہ منظم شکل میں مقررہ مقصد کے ماتحت

Marfat.com

براہ راست حضرت عثمانؓ تک پہنچ چکی تھی۔ اور اب انتظار تھا کہ دربار خلافت سے کیا جواب ملتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے حزب مخالف کے نمائندے کی باتیں سنیں اور جواباً کہا: "جو کچھ آپ کہتے ہیں بخدا مخالفین بھی یہی کہتے ہوں گے۔ اگر میری جگہ آپ ہوتے تو قسم خدا کی میں آپ پر کڑی نکتہ چینی نہ کرتا۔ نہ آپ کو مخالفین کے حوالے کرتا۔ آپ میں عیوب نکالتا اور نہ آپ کی نگاہ میں یہ کوئی بری بات ہوتی کہ میں نے صلہ رحمی کی' غریبی اور محتاجی دور کی' بے کسوں کو پناہ دی' ان لوگوں کو والی بنایا جو عمرؓ کے گورنروں کے مشابہہ تھے۔ قسم سے کہو علیؓ! کیا تم کو معلوم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ میں کوئی خاص بات نہ تھی۔"

حضرت عثمانؓ نے ضروری سمجھا کہ اجتماعی طور پر اس مخالفت کا مقابلہ کریں اور لوگوں کو ڈرائیں دھمکائیں' چنانچہ باہر نکلے اور مسجد میں جاکر منبر نبویؐ سے خطبہ دیا:

"اما بعد! ہر چیز اور ہر کام کے لئے ایک آفت اور ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس امت کو آفت اور اس نعمت کی مصیبت عیب لگانے والے اور طعن و تشنیع کرنے والے ہیں۔ وہ دلوں میں تمہارے خلاف جذبات رکھ کر برتاؤ ایسا کرتے ہیں جس سے تم خوش ہوسکو' شترمرغ کی طرح پہلی آواز کے پیچھے ہولیتے ہیں' دور کا گھاٹ پسند کرتے ہیں' گدلے پانی پر اترتے ہیں اور ناگواری سے پیتے ہیں' ان کا کوئی پیش رو نہیں۔ معاملات نے ان کو عاجز کردیا ہے۔ روزی پیدا کرنا ان پر دشوار ہوگیا ہے' اے لوگو! تم کو عمرؓ ابن خطاب کے لئے جو باتیں منظور تھیں انہیں کو میرے لئے عیب اور اعتراض جانتے ہو' انہوں نے تم کو ٹھوکر لگائی' ہاتھ سے مارا' زبان سے ذلیل کیا اور تم خوشی ناخوشی برداشت کرتے رہے اور میں نے تمہارے ساتھ نرمی برتی' اپنے کاندھے پر بٹھایا' اپنا ہاتھ' اپنی زبان تم سے روکی تو مجھ پر یہ جرات دکھاتے ہو۔ خدا کی قسم! میری اجتماعی قوت زیادہ ہے نہ میرے حامی مجھ سے بالکل قریب ہیں اور بڑی تعداد میں ہیں' اگر میں ان کو آواز دوں تو ابھی دوڑ پڑیں۔ میں نے تمہارے لئے مقابل تیار کررکھے ہیں' ان کو زیادہ دیا ہے' اپنا دانت میں نے تم پر تیز کیا ہے' تم مجھ میں ایسی برائیاں نکالتے ہو جو مجھ میں نہیں ہیں۔ ایسی باتیں

میرے متعلق کہتے ہو جو میں نے زبان سے نہیں نکالیں' پس اپنی زبانیں روک لو' طعن و تشنیع چھوڑ دو' اپنے حاکموں کو عیب لگانے سے باز آجاؤ۔ میں نے تم سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا ہے اور ہاں یہ تو بتاؤ تمہارا کیا حق مارا گیا۔ تقسیم کے بعد مال میں سے جو بچ رہا تو اس بچے ہوئے مال میں بھی مجھے کچھ کرنے کا اختیار نہیں تو پھر میں خلیفہ کیا۔"

مروان بن الحکم نے کچھ کہنا چاہا لیکن حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر بٹھا دیا اور کہا' "معاملہ میرا اور میرے ساتھیوں کا ہے' تم کو درمیان میں بولنے کی کیا ضرورت؟ میں نے تم کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ بیچ میں تم کچھ نہ کہنا۔" (تاریخ طبری)

حضرت عثمانؓ کے پورے دور خلافت میں یہ ان کا سب سے زیادہ تیز گرم اور سخت خطبہ ہے۔ خود ان کو بھی اس تیزی کا احساس تھا۔ انہوں نے اپنی نرم طبیعت کے مناسب معذرت کی اور کہا "تم مجھ میں ایسی برائیاں نکالتے ہو جو مجھ میں نہیں اور جو میں نے زبان سے نہیں نکالیں" اور ابھی خطبہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ نرمی کی اس حد پر آگئے جو آپ کی سیرت کا حصہ ہے اور مروان سے کہہ دیا کہ بات میری اور میرے ساتھیوں کی ہے یعنی وہ اپنے مخالفوں سے نہیں بلکہ دوستوں سے باتیں کر رہے ہیں اور اس لئے تیزی اور سختی دکھا رہے ہیں کہ ان دوستوں نے بھی ان کے ساتھ شدت سے کام لیا ہے اور ان کو آپے سے باہر کر دیا۔

عبداللہ بن عامر نے اپنا یہ خیال پیش کیا کہ لوگوں کو جہاد پر بھیج دیا جائے۔ جنگ ان کو سرحدوں پر کافی عرصے تک مشغول رکھے گی۔ حضرت عثمانؓ نے اس رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ آپ نے گورنروں کو واپس کر دیا ور ان کو تاکید کر دی کہ وہ اللہ کے حقوق میں شدت برتیں اور اپنا طرز عمل ٹھیک رکھیں اور رعایا پر پوری نگرانی رکھتے ہوئے ان کو جہاد پر بھیجیں اور جس کی طرف سے بھی کسی ٹیڑھ کا پتا چلے اس کا وظیفہ بند کر دیں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ مدینہ واپس آئے' امیر معاویہؓ بھی شام جاتے ہوئے راستے میں ہم سفر رہے۔ مدینہ پہنچ کر ایک دوسری مجلس شوریٰ طلب کی جس میں امیر معاویہؓ کے علاوہ چند جلیل القدر صحابہؓ نے بھی شرکت کی۔ مثلاً علیؓ' طلحہؓ' زبیرؓ اور سعدؓ۔ امیر معاویہؓ نے بات کا آغاز کیا' حاضرین کو معمر خلیفہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فتنہ اور نفاق سے بچنے کی تاکید کی' اس تاکید میں دھمکی کا رنگ بھی تھا۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو ڈانٹا۔ حضرت عثمانؓ نے بڑے سکون اور

Marfat.com

نرمی سے باتیں کیں اور کہا میں قوم کے مشورے پر ہوں' وہ مجھے جہاں لے جائے گی جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے کہا گیا کہ آپ نے فلاں فلاں کو عطیات دیئے ہیں وہ واپس منگوائیں۔ حضرت عثمانؓ نے واپسی کا وعدہ کیا اور سب خوش اور متفق ہو کر مجلس میں سے اٹھے۔ بلاشبہ حزب مخالف کو تھوڑی سی کامیابی ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے لیڈروں سے گفتگو کی اور ان کے بعض مطالبات بھی مان لئے' اس کے بعد امیر معاویہؓ نے ایک مرتبہ پھر مہاجرین کو معمر خلیفہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور دھمکی کے اشارے بھی دیئے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جانے لگا کہ 35ھ لوگوں کے لئے ایک گونہ سکون اور اطمینان کا سال ہوگا' لیکن کوفہ والوں نے بغاوت کردی۔ انہوں نے سعید کو واپس کردیا اور مطالبہ کیا کہ ان کا والی ابوموسیٰ اشعریؓ کو بنایا جائے۔ حضرت عثمانؓ ان کا مطالبہ ماننے پر مجبور ہوئے۔ یہ سب سے پہلا فتنہ تھا جو کوفہ والوں نے دوسرے شہروں کے لئے ایک مثال کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ بہت جلد دوسرے شہروں نے اس کی اتباع کی اور باغیوں کو معلوم ہوگیا کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے بغاوت ہی ایک سیدھا راستہ ہے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد مصری کوفہ والوں کی راہ پر چل پڑے اور 35ھ کے رجب میں انہوں نے ایک بڑا وفد مرتب کیا۔ اور اس اعلان کے ساتھ کہ یہ لوگ عمرہ کی غرض سے جارہے ہیں' ان کو مدینہ بھیجا۔ لیکن مدینہ آنے کے بعد ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ان کے اور ان کے گورنروں کے مسلک کے بارے میں گفتگو اور بحث کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر راویوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کی ملاقات حضرت عثمانؓ سے ایک گاؤں میں ہوئی جو مدینہ کے قریب تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرآن مجید کو حکم بنا کر سوال و جواب کیا' حضرت عثمانؓ نے ان کو مطمئن کردیا' اور وہ راضی ہوگئے۔ اسی طرح اور انہوں نے معذرت کی اور درگزر کرنے کا وعدہ کیا۔ بعض راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو مہاجر اور انصار کی ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ انصاریؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان دونوں آدمیوں سے عہد کیا کہ وہ جس شرط پر بھی آنے والوں کو راضی کریں گے انہیں منظور ہے۔ چنانچہ سفیر ان لوگوں کے پاس آئے ان کو وعظ و نصیحت کرکے راضی کیا۔ اور ان میں سے کچھ لوگوں کو لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تاکہ اپنے عہد پر ان کو مزید اطمینان دلا دیں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نکلے اور لوگوں کو خطبہ دیا جس میں مصری وفد کی تعریف کی' اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور خدا

Marfat.com

سے مغفرت چاہی اور رونے لگے اور اس قدر روئے کہ ان کے لئے لوگوں کے دل رقت سے بھر گئے' اور مصری ہنسی خوشی واپس چلے گئے۔ راویوں کا بیان ہے کہ اس خطبے کے آخر میں حضرت عثمانؓ نے کہا تھا۔ "اب اگر مصیبت آئے تو تم میں سے اچھے آدمی میرے پاس آجائیں اور جو زیادتی بھی مجھے معلوم ہوگی میں اس کو دور کروں گا اور جو ضرورت بھی مجھ پر پیش کی جائے گی میں اسے پورا کروں گا۔" لیکن ابھی وہ گھر پہنچے ہی تھے کہ مروان آپ کے پاس گیا اور آپ کے خیالات میں تبدیلی پیدا کردی۔ چنانچہ جب آپ گھر سے نکلے تو لوگوں کو بری طرح جواب دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرکے لوگوں کو اپنا لیا تھا۔ ان کی رضامندی اور وعدے کے پیش نظر لوگ متفق ہوگئے تھے کہ آپ کی اطاعت اور محبت کریں اور آپ سے بھلائی اور خیر کی امید رکھیں۔ اسی سال شوال کا مہینہ آتے ہی مصریوں نے دوسری بار خروج کیا۔ اس مرتبہ ان کی تعداد کم سے کم بتانے والوں کے خیال میں چھ سو تھی' اور زیادہ بتانے والے ایک ہزار بتاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں کوفہ اور بصرہ سے بھی لوگ نکلے اور سب کے سب مدینہ کے باہر پہنچے اور حضرت عثمانؓ کو اپنے آنے کی اطلاع کردی۔ حضرت عثمانؓ نے علی اور محمد بن مسلمہؓ کو بھیجنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ نے انکار کردیا۔ اب مصر' کوفہ اور بصرہ والوں نے دیکھا کہ علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ نے پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان کی جماعت ہے جو زبردستی داخلے کے خلاف ہے اور دارالہجرۃ کی حفاظت چاہتی ہے۔ تب وہ سب کے سب واپس ہونے لگے' ان لوگوں نے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اپنے شہروں کو واپس جارہے ہیں۔ اس کے بعد وہ مدینہ والوں نے یقین کرلیا کہ شہر سے خطرہ دور ہوگیا اور حملہ آور الٹے پاؤں چلے گئے۔ چنانچہ سکون و اطمینان کی زندگی ازسرنو شروع کردی۔ لیکن یکایک مدینے کی گلیاں تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھیں اور لوگ دہشت زدہ ہوگئے۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ اپنے شہروں کو واپسی کا مظاہرہ ایک دھوکہ تھا جو ان کو دیا گیا۔ اور جب ان آنے والے لوگوں نے دیکھا کہ شہر میں امن و سکون ہے تو وہ بلا روک ٹوک داخل ہوگئے' اور ایک پکارنے والے نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھ رہا اس کو امان ہے' جو ہمیں تکلیف پہنچانے سے باز رہا اس کو امان ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ یہیں سے اس خط کا قصہ شروع ہوتا ہے جس کے متعلق راویوں نے لکھا ہے کہ واپسی میں اس کو مصریوں نے پکڑا اور اس کے بعد وہ مدینہ کی طرف لوٹ پڑے۔

Marfat.com

یہ لوگ صحابہ کو قتل کرنا چاہتے تھے نہ ان سے جنگ' اور نہ یہ چاہتے تھے کہ مدینہ کے قرب و جوار میں ایسا کوئی معرکہ ہو جو احد اور احزاب کے معرکوں کی یاد تازہ کردے۔ وہ صرف خلیفہ کا محاصرہ کرنا چاہتے تھے' ان کو اس بات کی جلدی تھی کہ خلیفہ کو معزول کردیں یا قتل۔ چنانچہ انہوں نے اپنا مقصد پالیا' مدینے میں داخل ہوگئے اور خلیفہ کا محاصرہ کرلیا۔

خود مدینہ میں ان باغیوں کے حامی و مددگار تھے۔ جنہوں نے ان کو بلایا' ان کی حوصلہ افزائی کی' اور صحابہؓ کے ارادے سے مطلع کیا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مدینہ کی فضا میں امن و سکون ہے۔ پھر جب محاصرہ ہوا تو یہ بھی شریک ہوگئے۔ ابتداء میں محاصرہ بہت ہلکا تھا' یعنی مدینہ میں داخلہ اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا احاطہ۔ خلیفہ کو اپنے گھر میں جانے اور گھر سے نکلنے کی آزادی تھی وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ خود یہی باغی ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو خطبہ دے کر وعظ و نصیحت کرتے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ اسی دوران میں مصالحت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور سفیر کبھی حضرت عثمانؓ کی خدمت میں اور کبھی باغیوں کے ہاں جاتے تھے۔ باغی چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ خود برطرف ہوجائیں اور حضرت عثمانؓ وہ عبا جو خدائے عزوجل نے ان کو پہنائی تھی اتارنے پر تیار نہ تھے۔ پھر یک بیک معاملے میں پیچیدگی بڑھ گئی۔ باغیوں کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے صوبے کے حاکموں کو خط لکھا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور باغیوں کو مدینہ سے نکالنے کے لئے فوجی امداد بھیجیں۔ اس کا علم ہونا تھا کہ محاصرے کی کیفیت بدل گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کے ساتھ باغیوں کا طرز عمل بھی بدل گیا۔

معمول کے مطابق ایک دن حضرت عثمانؓ گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھا کر منبر پر بیٹھے اور وعظ و نصیحت شروع کردی۔ وعظ کے دوران آپؓ نے کہا' اے دشمنو! خدا سے ڈرو خدا سے' واللہ مدینہ کے لوگ جانتے ہیں کہ تم حدیث نبویؐ کے مطابق ملعون ہو۔ پس نیکیوں کے ذریعے اپنی خطاؤں کا خاتمہ کرو۔ اس لئے کے اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں سے مٹاتا ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس پر محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ پھر حکیم بن جبلہ کھڑے ہوئے اور ان کو بٹھا دیا۔ اس کے بعد زیاد بن ثابت کھڑے ہوئے اور ان سے کہا۔ مجھ سے قرآن طلب کرو۔ لیکن محمد بن قتیرہ نے ان کو بٹھا دیا۔ محمد بن مسلمہؓ اس بات کی شہادت دینا چاہتے تھے کہ اللہ نیکیوں ہی کی وجہ سے برائیوں کا خاتمہ کرتا ہے اور زید بن ثابتؓ چاہتے تھے کہ یہ بات قرآن مجید سے ثابت کریں۔ لیکن

ان دونوں کو لوگوں نے بٹھا دیا۔ پھر جبلہ بن عمرو ساعدی کھڑا ہوا جو انصار میں سے ایک شخص تھا اور کہنے لگا کہ عثمان! تم منبر سے نیچے اترو۔ ہم ایک عبا پہنا کر تم کو ایک بوڑھے اونٹ پر سوار کریں گے اور جس طرح تم نے بزرگوں کو شہربدر کیا ہے ہم تم کو جبل دخان میں بھیج دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا' برا ہو تیرا اور تیری تجویز کا۔ یہ جبلہ حضرت عثمانؓ کو چھیڑا کرتا تھا اور دھمکی دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اگر آپ نے خلافت نہیں چھوڑی تو میں آپ کی گردن میں زنجیر ڈال کر کھجلی والی اونٹنی پر بٹھاؤں گا اور جبل دخان پر لے جاکر چھوڑوں گا۔ مزید برآں یہ شخص آپ کے گورنروں کے بارے میں اور خاص کر مروان اور حکم کے خاندان کے بارے میں آپ کو سخت و ست کہا کرتا تھا۔

حضرت عثمانؓ جبلہ کا جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ ججاہ بن سعید غفاریؓ جو ابوذرؓ کے خاندان کے ہیں اور بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابی ہیں' کود کر منبر تک پہنچ گئے اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے عصا لے لیا اور اپنی ران پر مار کر اس کو توڑ دیا۔ یہ وہی عصا تھا جسے ہاتھ میں لے رسول اللہؐ اور شیخین خطبہ دیا کرتے تھے۔ راویوں کا بیان ہے کہ اسی دن اس کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری پیدا ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے بعد میں عصا کو جوڑنے کا حکم دیا پھر لوگوں نے گڑبڑ کی اور ایک دوسرے پر کنکر پھینکنے لگے' اسی اثناء میں ایک پتھر حضرت عثمانؓ کو اس طرح لگا کہ گر پڑے اور بیہوشی کی حالت میں گھر پہنچائے گئے۔

اس دن کے بعد سے حقیقت میں باغیوں کی روش بری ہو گئی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مسجد نبویؐ میں نماز ادا کرنے سے بھی روکا اور ان کی جگہ اپنے ایک آدمی غافقی کو مقرر کیا جو مصریوں کا سردار تھا۔ کبھی کبھی طلحہ بن عبیداللہؓ اور بعض اوقات حضرت علیؓ نماز پڑھاتے تھے اس کے بعد باغیوں نے حضرت عثمانؓ پر پانی روک دیا' تاآنکہ آپؓ اور آپؓ کے گھر کے لوگ پیاس کی شدت محسوس کرنے لگے۔ ایک دن کھڑکی سے سر باہر نکال کر آپ نے لوگوں کو یاد دلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انہوں نے بئیر رومہ خریدا تھا اور مسلمانوں کے لئے عام کر دیا تھا۔ نبیؐ نے اس کے صلے میں ان سے جنت کا وعدہ کیا۔ آج ان پر اسی کنویں کا پانی حرام کیا جا رہا ہے اور مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ کھاری پانی سے افطاری کریں۔ اسی طرح آپؓ نے ان کو یاد دلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انہوں نے زمین خرید کر مسجد کی تنگی دور کر دی اور اس کے عوض آنحضرتؐ نے ان سے جنت کا وعدہ کیا آج وہ پہلے مسلمان ہیں جن کو اسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس کے

Marfat.com

بعد آپ نے صحابہ سے اور امہات المومنینؓ سے چاہا کہ اگر ہو سکے تو میٹھا پانی بھیج دیں۔ حضرت علیؓ نے تدبیر کر کے پانی پہنچا دیا اور باغیوں کے پاس پہنچ کر ان کو ڈانٹا کہ یہ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو یہ نہ مومنوں کا طریقہ ہے نہ کافروں کا۔ رومی اور ایرانی بھی اپنے قیدیوں کو کھلاتے پلاتے تھے۔ ام المومنین ام حبیبہؓ بن ابی سفیانؓ تھوڑا سا پانی لے کر آئیں تو باغیوں نے ان کے خچر کے منہ پر مارا اور اس کے سر کا پٹکا کاٹ دیا۔ ام المومنین گرنے کے قریب ہو گئیں لیکن کچھ لوگ پہنچ گئے۔ انہوں نے پٹکا دیا اور گھر تک پہنچایا' حالانکہ ام المومنین نے باغیوں کو بتا دیا تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ سے بنی امیہ کے کچھ یتیموں کے بارے میں باتیں کرنے جا رہی ہیں اور اس سلسلے میں بنی امیہ کی وصیتیں حضرت عثمانؓ کے پاس ہیں۔ لیکن باغیوں نے ان کی ایک نہ سنی اور نہ کسی بات کی تصدیق کی۔ محاصرے کی شدت کے بعد اکثر صحابہؓ خانہ نشین ہو گئے اور لوگ بھی اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ اگر کوئی نکلتا بھی تو تلوار لے کر نکلتا۔ اس کے بعد تو مصیبت بڑھ گئی' خونریزی عام ہوئی۔ حضرت عثمانؓ بار بار کھڑکی سے سر نکال کر باغیوں کو نصیحت کرتے' فتنہ فساد سے بچنے کی تاکید کرتے اللہ کی آیات اور رسولؐ کی احادیث ان کو یاد دلاتے لیکن وہ لوگ کچھ نہ سنتے تھے.اور نہ کچھ توجہ کرتے تھے' بلکہ بعض اوقات نہایت سخت جوابات دیتے تھے۔

بنی امیہ کے کچھ دلیر اور لڑنے والے افراد اکٹھے ہوئے اور ان کے ساتھ مہاجروں کی جوان اولاد بھی شریک ہو گئی' یہ لوگ ایک ساتھ ہو کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اور حفاظت کرنے لگے۔ ان میں عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ حضرت علیؓ کے دونوں صاحب زادے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور محمد بن طلحہؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان میں عبداللہ بن زبیرؓ کو امیر بنایا تھا اور حکم دیا تھا کہ لڑائی نہ کرنا اور اس ارادے پر پختہ طور پر قائم رہنا۔ معاملات نے بڑی نازک صورت اختیار کر لی' حتیٰ کہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے پاس جانے سے اور گھر والوں کو باہر نکلنے سے روکا گیا۔

کچھ دنوں یہی حالت رہی' پھر خبر آئی کہ عراق کی امداد مدینے سے قریب آ چکی ہے اور شام کی امداد وادی قریٰ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے بعد راویوں کے بیان میں شدید اختلاف ہے۔ حضرت عثمانؓ کے حامی راوی کہتے ہیں کہ باغیوں کو خطرہ ہوا کہ اگر امداد مدینہ پہنچ گئی تو وہ ان کی راہ میں حائل ہو گی' اس لئے انہوں نے محمد بن ابو بکرؓ کی قیادت میں اپنے چند آدمیوں کو اندر گھسا دیا۔ یہ لوگ عمرو بن حزم کے مکان سے جو حضرت عثمانؓ کے گھر سے

Marfat.com

متصل تھا اور جس کے بیچ میں چھوٹا سا دروازہ تھا' حضرت عثمانؓ تک پہنچ گئے اور ان کو شہید کردیا۔ لیکن مخالف راویوں کا بیان ہے کہ ابتداء گھر والوں کی طرف سے ہوئی اور وہ باغیوں کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت عثمانؓ کھڑکی سے سر نکالے ہوئے تھے کہ باغیوں میں سے ایک شخص نیار بن عیاض اسلمی نے جو سن رسیدہ صحابی تھے' حضرت عثمانؓ کو بلایا اور نصیحت کی کہ وہ ازخود خلافت سے برطرف ہوجائیں۔ اسی اثناء میں نیار بن عیاض کو ایک تیر یا ایک پتھر گھر میں سے لگا جس سے وہ مر گئے۔ اب باغیوں نے حضرت عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ ہمارا آدمی کے قاتل کو ہمارے حوالے کرو' تاکہ ہم اس سے قصاص لیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم کہ قاتل کون ہے؟ یا یہ کہا کہ میں ایک ایسے آدمی کو جو میری طرف سے مدافعت کررہا ہے اور تم میری جان کے خواہاں ہو' کیوں تمہارے حوالے کروں؟

اس کے بعد ایک ہی سخت رات درمیان میں رہی۔ صبح ہوتے ہی باغیوں نے گھر پر حملہ کردیا' اور دروازے کو آگ لگانے لگے' تب گھر کے لوگ مقابلہ کرنے کے لئے گھر سے نکلے اور لڑائی میں شدت پیدا ہوگئی' عبداللہ بن زبیرؓ کو بہت زیادہ زخم آئے۔ مروان بن الحکم تو اس طرح گرا کہ لوگوں نے مرجانے کا شبہ کیا' بہت سے لوگوں کی جانیں گئیں۔ اور باغی گھر میں گھس آئے' اسی اثناء میں عمرو بن حزم نے اپنا دروازہ کھول دیا' پھر اس کے اندر کے چھوٹے دروازے سے حضرت عثمانؓ تک پہنچے اور ان کو قتل کردشہید۔

غالب گمان یہ ہے کہ باغیوں نے یہ سن کر کہ بہت جلد مدینہ میں امداد آنے والی ہے' چاہا کہ کمک آنے سے پہلے کام پورا کردیں ادھر مروان بن الحکم نے بھی مزید انتظار نہیں کیا۔ اس لئے کہ باغیوں کی طرف سے بھی امداد کی خبریں مل چکی تھیں' پس اس نے لڑائی شروع کرنے میں عجلت سے کام لیا اور خیال کیا کہ وہ محاصرہ اٹھا دینے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اور امداد آنے تک مقابلہ جاری رکھ سکے گا' پھر یہ اس کو اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا امیر معاویہؓ اور ابن عامر کو یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ ان کی فوجوں نے آکر محاصرہ اٹھایا اور انہیں زندگی بخشی۔ پس وہ چاہتا تھا کہ باہر کی امداد ایسی حالت میں آئے کہ وہ اور اس کے بنی امیہ کے ساتھی مقابلے کی دعوت دے رہے ہوں' اسی لئے وہ اور اس کے ساتی مقابلے کی عوت دیتے ہوئے اور رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ حضرت عثمانؓ صبر کرنے اور لڑائی سے باز رہنے کی تاکید فرما رہے تھے' لیکن یہ لوگ ان کی کچھ نہ سنتے تھے اور نہ ان کی ان باتوں کا جواب دیتے تھے۔ تب حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو تلوار رکھ دینے کی قسم دی جن سے اطاعت کی امید تھی۔

Marfat.com

چنانچہ آپ کے حامیوں کی ایک جماعت نے تلوار رکھ دی لیکن بنی امیہ باز نہ آئے۔ باہمی خونریزی کی حالت تھی، لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں گھس رہے تھے اور گھر والے منتشر ہو رہے تھے۔ اتنے میں ایک نکلنے والے نے آواز دی کہ ہم نے ابن عفانؓ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد گھر کے تمام دروازے کھل گئے، گھر اور بیت المال کو لوٹ لیا گیا۔ فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور مسلمانوں پر مصیبت کا سیلاب عظیم آ گیا۔

Marfat.com

چودھواں باب

جنگ جمل (36ھ)

جنگ جمل تاریخ اسلام کے ان چند واقعات میں سے ایک ہی جن پر بہت زیادہ بحث ہوئی اور بہت زیادہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد اس بارے میں بالخصوص علمی و جنگی میدان میں مقابلہ ہونے گا۔ اسلام کے عقلیت پسند مکتبہ فکر کے بانی واصل بن عطاء نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ اس لڑائی میں دونوں میں سے ایک فریق غلطی پر تھا' لیکن یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ کون تھا۔ بہرحال اختلاف رائے آج بھی جاری ہے کیونکہ مخالف طبقہ ہائے فکر ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن تاریخ یا کسی تاریخی واقعہ کو تمام عوامل سے الگ کرکے دیکھنا اور غلط یا درست ثابت کرنا مناسب نہیں۔ تاریخی واقعات کا ہونا ہی ان کی اصل اہمیت ہے نہ کہ درست یا غلط ہونا۔ دوسرے یہ کہ مورخ کا بھی ایک اپنا نکتہ نظر ہوتا ہے' پھر مورخ روایت کو راوی در راوی بیان کرتا ہے۔ ان درمیانی وسیلوں یا راویوں کے بھی اپنے خیالات اور نکتہ ہائے نظر لازما" ہوتے ہیں جو اصل واقعہ میں لازما" تبدیلی پیدا کردیتے ہیں۔ اوپر سے تاویلیں کرنے والے حضرات اپنے نکتہ نظر سے دیکھتے اور سوچتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ناگزیر ہیں' اور انہیں کی وجہ سے درست یا غلط کا فیصلہ کرنا تقریبا" ناممکن ہے۔

حضرت عثمانؓ کا محاصرہ ہونے کا نتیجہ میں پیدا ہونے والے معاشرتی حالات نے شہادت امام حسینؑ تک کے واقعات کی راہ متعین کردی۔ شہادت عثمانؓ نے خلافت کی پرامن بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ حضرت علیؓ کی بیعت حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے کی لیکن حالات اتنی تیزی سے بدلے کہ وہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی مخالف فوج میں موجود تھے۔ ان سے زبردستی بیعت لئے جانے کی روایات بھی موجود ہیں۔ حضرت علیؓ نے 36 ھ کے آغاز میں مختلف شہروں میں گورنر متعین کرکے روانہ فرمائے۔ عثمانؓ بن حنیف کو بصرہ' عمارةؓ بن شہاب کو کوفہ' عبیداللہ عباسؓ کو یمن' قیسؓ بن سعدؓ کو مصر اور سہیلؓ بن حنیف کو شام روانہ کیا۔

Marfat.com

سہیلؓ بن حنیف کو تبوک کے مقام پر چند سواروں نے واپس بھجوا دیا۔
قیسؓ بن سعدؓ کو مصر والوں نے جزوا" قبول اور جزوا" مسترد کیا۔
عثمانؓ بنؓ شہاب کو بھی لوگوں نے ہاں' نہیں اور غیر جانبداری کا ردعمل دیا۔
عمارۃؓ بن شہاب کو زبالہ میں طلحہ بن خویلد نے قتل کی دھمکی دی اور واپس بھیج دیا۔
شام سے سہیلؓ بن حنیف کی واپسی ہی جنگ جمل اور جنگ صفین کا پیش خیمہ تھی۔ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ اور ابو موسیٰ اشعری کو بیعت کے لئے خط لکھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کافی عرصہ خاموشی اختیار کئے رکھی اور پھر جواب میں ایک کاغذ پر "امیر معاویہؓ کی جانب سے حضرت علیؓ کو جواب" لکھ کر بھجوا دیا۔ مدینہ کے لوگ سمجھ گئے کہ امیر معاویہؓ معترض ہیں۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ حضرت علیؓ سے عمرے کی اجازت لے کر مکہ پہنچے۔ مدینہ میں حضرت علیؓ نے مشورہ کے بعد شام پر چڑھائی کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ ادھر مکہ میں حضرت عائشہؓ عمرہ کرکے واپس ہونے لگیں تو ایک شخص نے انہیں مدینہ کی صورتحال سے آگاہ کیا۔

بنو امیہ مدینہ سے نکل کر مکہ پہنچ رہے تھے۔ انہوں نے حجاز میں بھی خلافت علیؓ سے اختلاف کیا اور مخالفت میں سر اٹھانے لگے۔ ان کے ساتھ سعیدؓ بن العاص' ولیدؓ بن عقبہ اور تمام بنو امیہ تھے۔ عبداللہؓ بن عامر اموی بھی بصرہ سے آکر ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اسی طرح یمن سے یعلیٰ بن امیہ آن ملے۔ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ کافی غور و غوض کے بعد سب نے قتل عثمانؓ کا قصاص لینے کی غرض سے بصرہ جانے پر اتفاق کیا۔
حضرت عائشہؓ نے اس موقع پر خطاب کیا: "اے لوگو! یہ بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے اور انتہائی برا کام ہوا ہے۔ تم اپنے بھائیوں کے پاس بصرہ چلو تاکہ وہ بھی اس انکار میں شامل ہوجائیں۔ اور تمہارے لئے اہل شام اور ان کے ساتھی بہت کافی نہیں۔ شاید اللہ تمہیں عثمانؓ کا قصاص لینے کی توفیق عطا فرمائے۔" حضرت علیؓ کے ساتھ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم تھے۔ لشکر عائشہؓ کی تیاری شروع ہوئی۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ پہلے تو ساتھ چلنے پر رضامند ہوئیں لیکن پھر راہ سے ہی واپس لوٹ گئیں۔ انہیں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے روک لیا تھا۔ بعد ازاں مغیرہؓ اور سعیدؓ بن العاص بھی راستے سے لوٹ گئے۔ بہرحال لشکر عائشہؓ روانہ ہوا۔

حضرت علیؓ کو بھی روانگی کی خبر ملی تو مدینہ پر سہیلؓ بن حنیف انصاری کو امیر متعین

Marfat.com

کر کے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور پہلی منزل ذی قار میں کی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان آٹھ روز کا سفر تھا۔ حضرت علیؓ کو زبدہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے لشکر نے راستہ بدل لیا ہے۔ حضرت عائشہؓ راستے میں حواب کے چشمے کے پاس سے گزریں تو وہاں کے کتے لشکر کو دیکھ کر بھونکنے لگے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ الفراری نے علی بن عابس الازرق' ابوالخطاب الہجری' صفوان بن قبیصہ الاحمسی کے حوالے سے عرنی نامی راوی کا بیان ذکر کیا۔ عرنی کا کہنا ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون سا چشمہ ہے' میں نے اس کا نام بتایا۔ "حواب کا چشمہ" سن کر حضرت عائشہؓ نے فوراً" اپنے اونٹ کو چابک مار کر فرمایا: "خدا کی قسم حواب کے کتوں والی میں ہی ہوں۔ اے لوگو مجھے واپس لے چلو۔" لوگوں نے بھی اپنے اونٹ تیز کئے۔ روایت کے مطابق رسولؐ اللہ نے ایک مرتبہ ازواج مطہرات کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا تھا: "تم میں سے وہ کون ہے جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔" حضرت عائشہؓ کو رسولؐ اللہ کے یہی الفاظ یاد آگئے تھے۔ لیکن انہیں لشکر کے ساتھ اس مقام تک لانے والے لوگوں کے خیال میں اب واپسی نہایت نقصاندہ تھی۔ لہٰذا عبداللہ بن زبیرؓ گھبرائے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور بولے: "خدا کی قسم یہ علیؓ کا لشکر تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔" عرنی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور میں ان کے پاس سے چلا آیا۔

اس کے بعد کچھ ضمنی واقعات ہوئے' مثلاً حضرت عائشہؓ کا بصرہ میں داخلہ اور عثمانؓ بن حنیف سے جنگ' عثمانؓ بن حنیف کا قید کیا جانا' حکیم بن جبلہ کی جنگ' قاتلین عثمانؓ کا قتل' اہل شام سے طلحہؓ و زبیرؓ اور اہل کوفہ سے حضرت عائشہؓ کی خط و کتابت' بیت المال کا بندوبست وغیرہ جن کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔ ہمارا اصل مقصد جنگ جمل سے پہلے کے کچھ حالات کی جھلکی پیش کر کے اصل واقعہ سے رجوع کرنا ہے' جیسا کہ علامہ جریرالطبری نے اسے بیان کیا ہے۔

حضرت علیؓ ذی قار میں قیام پذیر تھے۔ حضرت علیؓ نے قعقاعؓ بن عمر کو طلب فرمایا اور انہیں صلح کی گفت و شنید کے لئے اہل بصرہ کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔ قعقاعؓ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے وہاں لشکر سمیت آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "میں ان لوگوں کی اصلاح کے لئے آئی ہوں۔" طلحہؓ زبیرؓ نے بھی اس بات سے اتفاق کیا۔ اور قصاص عثمانؓ لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ قعقاع نے کہا: تم لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے

Marfat.com

قاتلوں میں سے بصرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے چھ سو قاتلین کو قتل کیا' کیا صرف ایک شخص قتل سے بچ سکا ہے جس کو قتل کرنے کے لئے تم چھ ہزار آدمی غضبناک ہوگئے ہو ۔۔۔۔۔۔ اس طرح اور بھی خطرناک حالات پیش آجائیں گے ۔۔۔۔۔۔ جنگ سے زبردست تباہی آئے گی۔ اس کام کے لئے سکون و اطمینان کی ضرورت ہے ۔۔۔۔۔۔ ہم نظم و سکون پیدا ہونے پر عثمانؓ کا قصاص خود لیں گے۔ جنگ سے ایک طرف ناقابل تلافی نقصان ہوگا تو دوسری طرف قصاص بھی نہ لیا جاسکے گا۔" زبیرؓ و طلحہؓ نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کے بھی یہی خیالات ہیں تو ہم مصالحت پر آمادہ ہیں۔

قعقاعؓ بہت خوش خوش واپس آئے اور حضرت علیؓ کو مطلع کیا۔ وہ بھی مصالحت کی امید پر بہت خوش ہوئے۔ بصرہ اور کوفہ کے لوگ ایک دوسرے کے لشکروں میں آنے جانے لگے۔ حضرت علیؓ نے لوگوں کو جمع کرکے خطبہ میں اگلے روز بصرہ کی جانب کوچ کرنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ کوئی شخص نہ ہو جس نے حضرت عثمانؓ کی شہادت میں معاونت کی ہو۔ "یہ بے وقوف لوگ مجھ سے جدا ہوجائیں۔" یہ سن کر قاتلین عثمانؓ کے حامی دھمکیاں دے کر نکل گئے' جن میں اشتر نخعی' عبداللہ بن السوداء' علباء بن الہیثم' عدیؓ بن حاتم' سالم بن ثعلبہ العبسی اور شریح شامل تھے۔

طبری بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت علیؓ نے کوچ کیا اور بنوعبدالقیس کے پاس پہنچے اور پھر اہل کوفہ سے جاملے۔ حضرت علیؓ نے بصرہ کے نزدیک قیام فرمایا۔ لشکر علیؓ کو دیکھ کر ابوالجرباء نے زبیرؓ بن العوام سے کہا کہ تم اسی وقت ایک ہزار سوار روانہ کردو تاکہ علیؓ کے ساتھ یہاں پہنچنے سے قبل ہی فیصلہ ہوجائے۔ ابن العوام نے صلح کو ترجیح دی۔ طلحہؓ و زبیرؓ بھی مصالحت کے بعد جنگ پر راضی نہ ہوئے۔ کعب بن ثور نے اپنی قوم کو بھڑکایا لیکن وہ لوگ بھی نہ مانے۔

حضرت علیؓ روانہ ہوئے اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں بنوقیس ٹھہرے ہوئے تھے تو ان کے لشکر کو آتا دیکھ کر بنوسعد آستینیں چڑھانے لگے۔ احنفؓ بن قیس نے سامنے آکر حضرت علیؓ سے گفت و شنید کی اور جنگ سے علیحدہ ہوگئے۔ حضرت علیؓ کا لشکر زاویہ سے چل کر عبداللہ بن زیاد کے قصر کے سامنے ٹھہرا۔ حضرت عائشہؓ بھی فرضہ سے لشکر لے کر یہیں آگئیں۔ دونوں لشکر روبرو تھے۔ یہ جمعرات کا روز تھا۔ حضرت علیؓ کی حضرات طلحہؓ و زبیرؓ سے بات چیت ہوئی۔ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو رسولؐ اللہ کا قول یاد کروایا کہ "

Marfat.com

اے زبیرؓ تم ایک روز علیؓ سے جنگ کرو گے' حالانکہ زیادتی تمہاری ہوگی۔"

حضرت علیؓ نے شام کے وقت حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس روانہ فرمایا۔ قاصدوں نے دونوں لشکروں میں پہنچ کر صلح کی گفتگو کی اور تمام شرائط صلح آپس میں طے پا گئیں۔ یہ واقعہ جمادی الآخر میں پیش آیا جب شام ہوئی تو حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنے لشکر کے سرداروں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہماری غرض و غایت قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینا تھا' وہ معاملات آپس میں طے پا گئے ہیں۔ اور باہم صلح ہو گئی ہے۔ یہی حکم حضرت علیؓ نے اپنے سرداروں کے پاس کہلا بھیجا۔

لوگوں نے اعلان صلح کی وجہ سے نہایت بے فکری کے ساتھ رات گزاری۔ حتیٰ کہ جب سے یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اس وقت سے لے کر آج تک اطمینان کی کوئی اس جیسی رات نہ گزری تھی۔

مگر وہ لوگ جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور ان کے قتل میں شریک کار تھے پوری رات جاگتے رہے۔ اب سب میں مجلس مشاورت گرم تھی حتیٰ کہ ان سب نے یہ فیصلہ کیا کہ خاموشی کے ساتھ جنگ چھیڑ دینی چاہیے۔ ان کے یہ تمام مشورے انتہائی پوشیدہ طور پر طے پائے کیونکہ ان لوگوں کو یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ صلح سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

یہ شیاطین صبح اندھیرے لشکر سے نکلے اور ان کی آمد کی ان کے پڑوسیوں تک کو خبر نہ ہوئی' یہ تاریکی ہی میں فیصلہ کر کے باہر نکل آئے تھے۔ ان قاتلین میں سے مضری مضر قبیلہ کی طرف گئے اور ربیعہ قبیلے کے لوگ ربیعہ کی طرف اور یمنی یمنیوں کی جانب بڑھے اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایک شور مچ گیا۔ اور اہل بصرہ اور دیگر قبائل نے اپنے اپنے حامیوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ مضری سرداروں کے ساتھ معلومات کے لئے باہر نکلے۔ ان دونوں نے میمنہ کی جانب' جو قبیلہ ربیعہ پر مشتمل تھا' عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو معلومات کے لئے روانہ کیا اور میسرہ کی طرف عبدالرحمٰنؓ بن عتاب بن اسید کو بھیجا اور خود دونوں قلب میں ٹھہر گئے اور لوگوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اہل کوفہ نے رات کو حملہ کر دیا ہے۔

اہل کوفہ نے حضرت علیؓ کے قریب ایک آدمی اس لئے چھوڑ رکھا تھا کہ اگر کوئی حملہ وغیرہ ہو تو اطلاع دے سکے۔ جب یہ شور مچا تو اس شخص نے بتایا کہ ویسے تو رات خیریت سے گزری لیکن ابھی کچھ دیر قبل کچھ آدمی ادھر بڑھے۔ ہم نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ جب

Marfat.com

وہ پیچھے ہٹ گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس جمع ہیں۔ ہم ان کی طرف بڑھے لیکن اتنے میں جنگ چھڑ چکی تھی۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ نے میمنہ اور میسرہ کے روساء کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جاؤ۔ اور یہ بات میں پہلے سے جانتا تھا کہ فسادی اس وقت تک باز نہ آئیں گے تک جب لوگوں کا خون نہ بہالیں گے اور اس طرح ایک حرام کام کو حلال کرلیں گے۔ میں یہ خود جانتا تھا کہ یہ دونوں ہرگز میری اطاعت نہ کریں گے۔

سبائی برابر جنگ بھڑکا رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے چلا کر فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھ روک لو اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک فریق ثانی پر حجت قائم نہ کردی جائے۔ یہ لوگ نہ تو بھاگنے والے کو قتل کررہے تھے اور نہ زخمی پر ہاتھ اٹھا رہے تھے اور دونوں لشکر اسی پر عمل پیرا تھے۔ اور دونوں طرف یہی اعلانات ہو رہے تھے۔

کعب بن ثور حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے عرض کیا کہ اب آپ میدان میں چلئے کیونکہ لوگ جنگ کے علاوہ کسی چیز پر تیار نہیں شاید۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ صلح کرا دے۔ حضرت عائشہؓ ہودج میں سوار ہوئیں، اسی ہودج پر زرہیں چڑھا دیں گئی تھیں۔ وہ اپنے عسکر نامی اونٹ پر سوار تھیں جو یعلیٰ بن امیہ نے دو سو دینار میں خرید کر دیا تھا۔ جب وہ شہر کے مکانات سے باہر نکلیں تو شور کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ ٹھہر گئیں۔ راہ میں جب بھی شور کی آواز آتی وہ ٹھہر جاتیں۔ ایک جگہ وہ ٹھہری ہوئی تھیں کہ نے انہوں زبردست شور کی آواز سنی۔ انہوں نے سوال کیا یہ کیسا شور ہے؟

لوگوں نے جواب دیا، دونوں لشکروں کے باہم ملنے کا۔

حضرت عائشہؓ: کیا یہ صلح کے ساتھ باہم مل رہے ہیں یا کوئی برائی پیدا ہوگئی ہے؟

لوگ: جنگ شروع ہوگئی ہے۔

حضرت عائشہؓ: تو یہ دونوں فریقوں میں سے اس فریق کی آواز ہوگی جس نے شکست کھائی ہوگی۔

ابھی حضرت عائشہؓ کھڑی ہوئی تھیں کہ شکست کی خبر پہنچی۔ اور زبیرؓ سامنے سے آتے نظر آئے۔ وہ میدان چھوڑ کر وادی السباع میں چلے گئے۔

حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس کام

Marfat.com

کے لئے پیش کر سکتا ہے کہ وہ قرآن اٹھا کر فریقین کے درمیان کھڑا ہو جائے اور انہیں قرآن پر چلنے کی دعوت دے۔ اگر اس کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو دوسرے ہاتھ میں قرآن کو لے لے اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو قرآن کو دانتوں سے تھام لے۔ ایک نوجوان نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت علیؑ کی خواہش تھی کہ کوئی اور شخص اس کام کو انجام دے اس لئے اس آپ تمام لشکر میں گھومے اور ہر ایک کے سامنے یہ بات پیش کی لیکن اس نوجوان کے سوا کوئی بھی اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

حضرت علیؑ نے اس نوجوان سے فرمایا۔ یہ قرآن ان کے سامنے پیش کرو اور ان سے کہو کہ یہ اول سے آخر تک ہمارے اور تمہارے خونوں کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن مخالفین کے لشکر نے اس نوجوان پر حملہ کردیا۔ قرآن اس کے ہاتھ میں تھا انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس نے قرآن دانتوں سے تھام لیا۔ حتیٰ کہ یہ نوجوان شہید کردیا گیا۔

اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا اب تمہارے لئے جنگ حلال ہو چکی ہے۔ حضرت علیؑ کے میمنہ نے اہل بصرہ کے میسرہ پر حملہ کیا اور ان دونوں دستوں میں انتہائی سخت جنگ ہوئی۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے قریب پناہ لی۔ ان میں اکثر بنو ضبہ اور ازدی کے شامل تھے۔ یہ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے اردگرد سورج چڑھتے کے وقت سے عصر تک جنگ کرتے رہے، پھر یہ لوگ پیچھے ہٹنے لگے۔ یہ دیکھ کر ایک تیرانداز نے پکار کر کہا کہاں جارہے ہو، واپس لوٹو۔ محمد بن حنیفہ نے ازدیوں پر خوب سخت حملے کئے۔ محمد کے ساتھی چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ ہم علیؑ بن ابی طالب کے دین پر ہیں۔

محمد و طلحہؓ کا بیان ہے کہ جب شروع دن میں لوگ شکست کھانے لگے تو حضرت زبیرؓ نے انہیں آواز دی، میں زبیرؓ ہوں میرے پاس آؤ بھاگ کر کہاں جاتے ہو۔ میں حضرت زبیرؓ کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ پکار کر کہہ رہا تھا کہ کیا تم رسولؐ اللہ کے حواری کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔

اس کے بعد زبیرؓ میدان سے لوٹ گئے اور وادی السباع کی طرف چلے۔ دو آدمیوں نے ان کا پیچھا کیا۔ باقی لوگ ایک دوسرے سے جنگ میں مصروف تھے۔ جب حضرت زبیرؓ نے دیکھا کہ دو سوار ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ میدان کو واپس لوٹ آئے اور آکر سخت حملہ کیا اور دشمنوں کی صفیں تتر بتر کردیں۔ جب دشمن واپس لوٹے تو معلوم ہوا کہ یہ حملہ

Marfat.com

کرنے والے زبیرؓ تھے۔ ساتھیوں نے زبیرؓ کو پکارا۔ یہ علباء بن الہیثم اور ایک جماعت کو لے کر آگے بڑھے۔ دوسری جانب سے تعقاعؓ ایک جماعت لئے ہوئے آرہے تھے۔ جب وہ طلحہؓ کے سامنے پہنچے تو طلحہؓ لوگوں کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اے لوگو! میرے پاس آجاؤ اور ثابت قدمی دکھاؤ۔ تعقاع نے ان سے کہا آپ زخمی ہوچکے ہیں اور جو چیز آپ لے کر کھڑے ہوئے تھے وہ بھی جاں بلب ہے لہٰذا تم کسی گھر میں جاکر آرام کرلو۔

حضرت طلحہؓ نے اپنے غلام سے فرمایا مجھے کسی گھر میں لے چلو۔ اس غلام نے اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں نے انہیں سہارا دیا اور انہیں بصرہ لے کر آئے۔

اس کے بعد بھی جنگ ہوتی رہی۔ پھر لشکر طلحہؓ شکست کھانے لگا یہ لوگ شکست کھا کر بصرہ بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مضر نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کو گھیر لیا ہے تو یہ سب پلٹ پڑے اور قلب لشکر میں پہنچ کر میدان میں ڈٹ گئے اور اب نئے سرے سے جنگ شروع ہوگئی تھی۔ ربیعہ قبیلہ کے آدمی بصرہ ہی میں ٹھہر گئے تھے۔ وہ واپس نہیں لوٹے۔

یہ حال دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے کعب کو حکم دیا کہ سواری سے نیچے اترو اور قرآن اٹھا لو اور انہیں کتاب اللہ کی دعوت دو۔ حضرت عائشہؓ نے اپنا قرآن کعب بن سور کو دے دیا۔ کعب قرآن لے کر آگے بڑھے اور مخالفین کے سامنے سے گزر گئے لیکن لشکر علیؓ میں آگے آگے سبائی تھے انہیں برابر یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں صلح نہ ہوجائے۔ کعب جب قرآن لے کر آگے بڑھے تو یہ کعب کے سامنے آگئے۔ حضرت علیؓ پیچھے لشکر میں تھے' وہ سمجھ رہے تھے کہ مخالف جنگ کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے تیار نہیں۔ جب کعب نے ان کے سامنے قرآن پیش کیا تو ان لوگوں نے انہیں نیزے مار مار کر ختم کردیا اور حضرت عائشہؓ کے ہودج کو تیروں کا نشانہ بنایا۔

حضرت عائشہؓ نے آواز دی' اے میرے بیٹو ادھر آؤ۔ حضرت عائشہؓ کہہ رہی تھیں' اللہ اللہ کو یاد کرو اور روز حساب کا خیال کرو۔ لیکن یہ سبائی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا' اے لوگو قاتلین عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجو۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے ان پر لعنت بھیجی اور اہل بصرہ بھی لعنت بھیجنے لگے۔

حضرت علیؓ کے کان میں یہ لعنت کے الفاظ پڑے تو انہوں نے سوال کیا یہ شور و ہنگامہ

Marfat.com

کیسا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ عائشہؓ اور ان کے حامی قاتلین عثمانؓ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ قاتلین عثمانؓ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیجے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ آگے بڑھے اور عبدالرحمٰن بن عتاب اور عبدالرحمٰن بن الحارث کے پاس کہلا بھیجا کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ ڈٹے رہو۔

جب اہل بصرہ نے یہ دیکھا کہ سبائیوں کا اصل رخ حضرت عائشہؓ کی جانب ہے وہ اس کے علاوہ کہیں اور حملہ نہیں کررہے اور جنگ سے باز نہیں آتے تو بصرہ کے مضریوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور اس کے بعد کوفہ کے مضریوں پر حملہ کیا۔ اس اژدہام میں حضرت علیؓ بھی پھنس گئے۔ حضرت علیؓ نے پیچھے سے اپنے بیٹے محمد کی گردن پکڑی اور محمد سے فرمایا کہ حملہ کرو۔ انہوں نے کچھ پس و پیش کی۔ حضرت علیؓ نے جھنڈا لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھ کر محمد نے حملہ کیا۔ حضرت علیؓ نے جھنڈا ان کے پیچھے چھوڑ دیا۔

کوفہ کے مضریوں نے بصرہ کے مضریوں پر حملہ کیا اور اونٹ کے آگے لڑائی شروع ہوگئی۔ جنگ زوروں پر جاری تھی اور کسی کی کامیابی کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت علیؓ کے ساتھ مضریوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ان میں زید بن صوحان بھی تھا۔ اس سے اس کی قوم کے ایک شخص نے کہا تو اپنی قوم کے پاس واپس آجا' تیرا اس جگہ کیا کام ہے کیونکہ مضری تیرے سامنے ہے اور اونٹ بھی تیرے سامنے موجود ہے اور چاروں طرف موت کا بازار گرم ہے۔

الغرض زید اور اس کا بھائی سیحان دونوں لڑتے لڑتے مارے گئے۔ صعصعہ نے ان دونوں کا مرثیہ پڑھا۔ ان کے مرنے کے بعد جنگ اور شدت اختیار کرگئی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ صورت دیکھی تو یمنیوں اور ربیعوں کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے اپنے قریب والوں کی مدد کے لئے پہنچ جاؤ۔

پہلی جنگ دوپہر تک شدت سے جاری رہی۔ اس جنگ میں حضرت طلحہؓ شہید ہوئے اور زبیرؓ بھی اسی جنگ کے دوران چلے گئے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس پناہ لی اور اہل کوفہ جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور لوگوں کا تمام تر حملہ حضرت عائشہؓ پر تھا۔ حضرت عائشہؓ نے حامیوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کے قریب فریقین میں نہایت سخت جنگ ہوئی اور بے انتہا شور اٹھا۔ ظہر کے وقت جنگ بند ہوئی لیکن ظہر کے بعد پھر دوبارہ شروع ہوئی۔ یہ جنگ آخری جمادی الآخر میں بروز جمعرات

Marfat.com

ہوئی۔

شروع روز میں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی ماتحتی میں جنگ جاری رہی۔ دوپہر کے وقت لشکر کی کمان حضرت عائشہؓ کررہی تھیں۔ اس وقت نہایت شدید جنگ ہوئی اور ظہر کے وقت حضرت علیؓ کے میمنہ نے حضرت عائشہؓ کے میسرہ کو شکست دے دی لیکن حضرت عائشہؓ کا میمنہ حضرت علیؓ کے میسرہ پر غالب رہا اور بصرہ کے قبیلہ ربیعہ نے کوفہ کے ربیعوں کو شکست دی۔ حضرت علیؓ نے مجبور ہوکر بصرہ کے مضریوں کے مقابلہ میں کوفیوں کے مضریوں کو بھیجا اور فرمایا موت سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ موت نہ بھاگنے والوں کو چھوڑتی ہے اور نہ کھڑے ہونے والے کو۔

دونوں لشکروں میں اتنی سخت جنگ ہوئی کہ ہر جگہ پر قلب لشکر کا گمان ہوتا تھا اہل یمن نے نہایت جوانمردی دکھائی اور حضرت علیؓ کا جھنڈا سنبھالتے ہوئے کوفہ کے دس آدمی مارے گئے۔ ان میں سے پانچ ہمدانی تھے اور بقیہ یمنی' جب ایک آدمی مارا جاتا تو دوسرا جھنڈا سنبھال لیتا۔ آخر میں یزید بن قیس نے جھنڈا سنبھالا۔ آخر وقت تک یہ جھنڈا اسی کے پاس رہا۔

ربیعہ میدان میں آگے بڑھے۔ اس وقت اہل کوفہ کے میسرہ کے جھنڈے کے نیچے لڑتے لڑتے زید' صعصعہ' سلیمان اور عبداللہ بن رقبہ المغیرہ مارے گئے۔ ان کے بعد ابوعبیدۃ بن راشد بن سلمٰی یہ دعاء کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اے اللہ آپ ہی نے ہمیں گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ہمیں جہالت سے محفوظ رکھا اور ہمیں ایسی آزمائش میں مبتلا کیا جس کے بارے میں ہم آج تک شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ اس کے بعد یہ قتل کردیا گیا۔ پھر حصین بن معبد بن النعمان قتل ہوا۔ قتل ہوتے وقت اس نے جھنڈا اپنے بیٹے کو دے دیا اور اس سے کہا اے معبد اس جھنڈے کو قریب ہی رکھنا اور زیادہ آگے نہ بڑھنا۔ اس کے بعد یہ جھنڈا آخر وقت تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔

اس سے قبل اور نہ اس کے بعد کوئی ایسی جنگ ہوئی ہے اور نہ آج تک کوئی ایسا واقعہ سننے میں آیا ہے جس میں لوگوں کے اتنے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں جیسا کہ اس جنگ میں کٹے تھے۔ یہ نہ معلوم ہوسکا تھا کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اور یہ کس کا پاؤں ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عتاب کا شہادت سے قبل ہاتھ کٹ چکا تھا۔ ان دونوں لشکروں میں سے جس کا بھی ہاتھ پاؤں کٹ جاتا تھا وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ وہ قتل ہوجائے' اس لئے وہ

Marfat.com

برابر میدان جنگ میں جما رہتا تھا۔

جب جنگ زوروں پر ہونے لگی تو اہل کوفہ کا میمنہ اہل بصرہ کے قلب میں گھس گیا اسی طرح اہل بصرہ کا میسرہ اہل کوفہ کے قلب میں گھس گیا۔ لیکن اہل کوفہ کے میمنہ اور میسرہ نے مخالفین کو اپنے دستوں میں قطعاً" گھسنے نہیں دیا۔ اسی طرح بصرہ کے میسرہ نے بھی مخالف کو اس کا قطعاً" موقعہ نہیں دیا۔

حضرت عائشہؓ نے ان لوگوں سے سوال کیا' جو ان کے بائیں جانب تھے' کہ یہ کون سا قبیلہ ہے۔ صبرۃ بن شیمان نے جواب دیا کہ آپ کے لڑکے ازد ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے آل غسان تمہاری شجاعت عام سننے میں آتی ہے۔ آج اپنی شجاعت و بہادری قائم رکھتے ہوئے اپنی عزت کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے داہنی جانب والوں سے سوال کیا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا بکر بن وائل۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

اے بکر بن وائل تمہارے مقابلے میں بنوعبدالقیس ہیں۔ تم آج ان سے بڑھ کر جنگ کرو۔

اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے اس دستہ سے سوال کیا جو ان کے آگے تھا۔ تم کون لوگ ہو' انہوں نے جواب دیا کہ ہم بنوناجیہ ہیں۔

حضرت عائشہؓ: خوب چہ خوب۔ آج ابطحی اور قریشی تلواریں باہم ٹکرا رہی ہیں۔ آج تم لوگ ایسی جنگ کرو جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

کچھ دیر بعد حضرت عائشہؓ کے اردگرد بنو ضبہ آگئے۔ حضرت عائشہؓ نے انہیں دیکھ کر فرمایا اب چنگاریاں اچھی طرح بھڑک اٹھی ہیں۔ جب بنو ضبہ نرم پڑگئے تو ان کے ساتھ بنوعدی شامل ہوگئے' حتیٰ کہ اکثریت بنوعدی کی ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ مخلوط ہیں' کوئی متعینہ قبیلہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب تک بنو ضبہ میرے اردگرد لڑتے رہے اس وقت تک اونٹ کا سر جھکنے نہیں پایا۔ انہوں نے آخر وقت تک اونٹ کے سر کو سیدھا رکھا۔ انہوں نے ایسی جنگ کی کہ ان پر کوئی الزام قائم نہیں کرسکتا اور جتنے ان کے ہاتھ پاؤں کٹے ہیں اتنے کسی قبیلہ کے نہیں کٹے اور وہ دونوں لشکروں میں سے سب سے زیادہ غالب رہے کہ مخالفین اونٹ پر تیراندازی کررہے تھے اور بنو ضبہ برابر کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور مجھے بچا رہے تھے۔

اس کے بعد ابن یثربی نے اونٹ کی مہار پکڑی۔ یہ ابن یثربی وہ ہے جس نے علباء بن الہیثم، زید بن صوحان اور ہند بن عمرو کے قتل کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت عمارؓ نے ابن یثربی کو اپنے مقابلے کے لئے للکارا اور کہا کہ میں دنیا کا بہت مزا چکھ چکا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ میں تیرے مقابلے کی طاقت نہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اپنے دستے سے آگے نکل کر میرے مقابلے پر آ۔ ابن یثربی نے اونٹ کی مہار بنوعدی کے ایک شخص کو دے دی اور دستہ سے نکل کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہوگیا۔ لوگوں نے عمارؓ کی حفاظت کے لئے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جب ابن یثربی عمارؓ کے قریب آیا تو عمارؓ نے اپنی ڈھال اس کے کھینچ کر ماری جو اس کی تلوار پر پڑی۔ تلوار اچٹ کر اس کی ٹانگوں پر گئی اور اس کے دونوں پیر کٹ گئے۔ عمارؓ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے لشکری ابن یثربی کو اٹھا کر حضرت علیؓ کے پاس لے گئے۔ حضرت علیؓ نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم دیا۔

عمرو نے ابوالحسن، حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں میں زخمی ہوگیا اور تلواروں اور نیزوں کے میرے سینتیس زخم آئے تھے اور میں نے اس روز جیسی جنگ کبھی نہ دیکھی تھی کہ نہ تو ہم ہی شکست کھاتے تھے اور نہ مخالفین ہی کو شکست ہورہی تھی اور ہم میں سے ہر شخص سیاہ پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تھا اور جو شخص بھی مہار پکڑتا وہ قتل ضرور ہوجاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب نے اونٹ کی مہار پکڑی اور وہ بھی شہید ہوئے۔ اس کے بعد اسود بن ابی البختری نے مہار تھامی، وہ بھی ختم ہوگئے۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر مہار تھام لی۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یہ کون ہے۔ میں نے جواب دیا آپ کا بھانجا عبداللہؓ بن الزبیرؓ ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہائے اسماء کا غم۔ اتنے میں میرے سامنے سے اشتر نکلا۔ میں اسے جھپٹ گیا۔ ہم دونوں کشتی لڑتے لڑتے نیچے گر گئے۔ میں نے چلانا شروع کیا اے لوگو مجھے بھی قتل کردو اور مالک کو بھی قتل کردو (یعنی اشتر کو)۔

الغرض ہمارے اور مخالفین کے آدمی برابر جنگ میں مصروف رہے حتیٰ کہ ہم مغلوب ہونے لگے اور مہار ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور حضرت علیؓ نے چلا کر کہا کہ اونٹ ذبح کردو۔ اگر اونٹ ذبح ہوگیا تو یہ لوگ منتشر ہوجائیں گے۔ ایک آدمی نے اونٹ کو زخمی کرکے گرا دیا۔ اونٹ کے زخمی ہوتے ہیں اس کے منہ سے ایسی بری آواز نکلی کہ میں نے آج تک کبھی ایسی آواز نہ سنی تھی۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ ہودج اٹھالو اور اس پر ایک خیمہ لگا دو اور دیکھو کہ عائشہؓ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔

Marfat.com

عمرو نے ابوالحسن کے حوالے سے صلت بن دینار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ لشکر علیؓ میں سے بنو عقیل کا ایک شخص کعب بن سور کی لاش کے پاس سے گزرا۔ یہ مقتول پڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا نیزہ ان کی آنکھوں میں داخل کر کے اسے خوب ہلایا اور بولا میں نے تجھ سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا نقد مال نہیں دیکھا۔

عباس بن محمد نے روح بن عبادہ اور روح کے حوالے سے ابورجاء کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں جنگ جمل کے مقتولوں کے درمیان پھر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو تکلیف سے اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہا ہے۔

میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے کلمہ پڑھ۔

زخمی: میرے قریب آ کر مجھے کلمہ کی تلقین کرو۔ کیونکہ میں اونچا سنتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا۔

زخمی: تم کون ہو۔

ابورجاء: میں کوفہ کا باشندہ ہوں۔

یہ سنتے ہی اس زخمی نے مجھے پکڑ لیا اور میرے دونوں کان اکھاڑ لئے جیسا کہ تمہیں نظر آ رہے ہیں۔ پھر مجھ سے بولا کہ جب تم اپنی ماں کے پاس جاؤ تو اس سے کہنا کہ عمیر بن الضبی نے میرے کان اکھاڑ لئے ہیں۔

جب شام ہوگئی اور حضرت علیؓ آگے بڑھے اور اونٹ اور اس کے اردگرد جو لوگ تھے انہیں گھیر لیا گیا اور بجیر بن دلجہ نے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں سے فرمایا تمہیں امان ہے۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ روک لئے۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو حضرت علیؓ نے بطور افسوس اشعار پڑھے۔

محمد بن ابوبکرؓ اور عمارؓ بن یاسرؓ اونٹ کے ذبح ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان کے ہودج کے بندھن کاٹے اور ان کا ہودج اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ بعد میں حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہؓ کو بصرہ لے جاؤ۔ یہ دونوں انہیں بصرہ لے گئے اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں ٹھہرایا۔

جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہؓ کا ہودج اٹھا لیا جائے قعقاعؓ اور زفر بن الحارث نے پہلے ہی ہودج اونٹ سے اتار کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے اس حکم کے بعد محمد بن ابی بکر ایک جماعت

Marfat.com

کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔

حضرت عائشہؓ: یہ کون ہے؟

محمد: آپ کا نیک بھائی۔

حضرت عائشہؓ: نہیں بلکہ نافرمان بھائی۔

عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا اے میری ماں آج آپ نے اپنے بیٹوں کی جنگ کیسی پائی؟

حضرت عائشہؓ: یہ کون ہے؟

عمارؓ: آپ کا نیک بیٹا عمار ہے۔

حضرت عائشہؓ: میں تیری ماں نہیں ہوں۔

عمارؓ: کیوں نہیں' خواہ آپ برا کیوں نہ مانیں۔

حضرت عائشہؓ: اگر تم کامیاب ہوگئے تو اس پر فخر کر رہے ہو۔ حالانکہ جیسا تم نے دوسروں کو نقصان پہنچایا ہے' ویسا ہی تمہیں بھی پہنچا ہے۔ افسوس۔ خدا کی قسم جن کی عادات اس قسم کی ہوتی ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اس گفتگو کے بعد لوگوں نے ہودج کو اٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا جہاں قریب میں کوئی آدمی نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ کا ہودج ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک پرندہ ہے جس کے پر نکل آئے ہوں۔

جب ہودج علیحدہ علیحدہ رکھ دیا گیا تو اعین بن صیعتہ المجاشعی خاموشی کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور ہودج کے اندر جھانکا۔

حضرت عائشہؓ: یہ کون۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

اعین نے چلا کر کہا: خدا کی قسم آج میں نے حمیرا کو دیکھ لیا ہے۔ (حمیرا سرخ گالوں والی عورت کو کہتے ہیں)

حضرت عائشہؓ: اللہ تعالیٰ تیرا پردہ چاک کرے' تیرے ہاتھ کاٹے اور تجھے ننگا کرے۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد اعین کو بصرہ میں قتل کردیا گیا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ بھی کاٹے گئے اور بنوازد کے ایک ٹوٹے ہوئے مکان میں لوگوں نے اسے ننگا کرکے اس پر تیر اندازی کی۔

آخر میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے میری ماں' اللہ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے۔

Marfat.com

محمد حضرت عائشہؓ کو لے چلا۔ اس وقت رات کا آخری حصہ تھا وہ انہیں لے کے بصرہ میں داخل ہوا اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں صفیہ بن الحارث بن طلحہ بن ابی طلحہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبداللہ کے پاس ٹھہرا دیا۔ یہ صفیہ ام طلحہ الطلحات بن عبد اللہ بن خلف کی ماں تھیں۔ یہ واقعہ بقول واقدی 15 جمادی الاخر 36 ھ کو پیش آیا۔

مروان بن الحکم شکست کے بعد بنوعزہ کے ایک مکان پر پہنچا اور مکینوں سے کہا کہ تم مالک بن مسمع کے پاس جاؤ اور اسے جاکر بتا دو کہ مروان آیا ہے۔ یہ لوگ مالک کے پاس گئے اور اسے مطلع کیا۔ مالک نے اپنے بھائی مقاتل سے سوال کیا کہ اس شخص نے خود کو ہم پر ظاہر کردیا ہے اور اپنا پتہ بتا دیا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔

مقاتل: آپ اپنے بھتیجے کو بھیج دیجئے کہ وہ اسے اپنی امان میں لے لے۔ پھر ایک آدمی امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیجئے کہ وہ امیرالمومنینؑ سے مروان کے لئے امان طلب کرے۔ اگر وہ امان دے دیں تو ہمارا بھی منشا یہی ہے۔ اور اگر وہ امان نہ دیں تو اسے یہاں سے نکال دینا چاہیے اور اس دوران میں اگر کوئی اس پر حملہ آور ہو تو ہم اپنی تلواروں سے اس کی حفاظت کریں۔ اس صورت میں اگر ہم محفوظ رہے اور ہمیں کسی مقابلے کی ضرورت پیش نہ آئی تو فبہا۔ اور اگر ہم اس کی حفاظت میں مارے جائیں تو عزت و شرافت کی موت مریں گے۔

مالک نے اپنے رشتہ داروں سے بھی مشورہ کیا تھا۔ لیکن اوروں کے مشورے کو اس نے قبول نہ کیا اور مقاتل کی رائے کو پسند کرتے ہوئے مروان کے پاس ایک آدمی روانہ کیا کہ اسے میرے گھر میں لا کر ٹھہرا دو۔ مالک نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ اگر مروان کی حفاظت میں کوئی سد راہ ہوا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا' امان کی خاطر جان دینا ہی وفاداری ہے۔ بنومروان نے آگے چل کر اس قبیلہ کی وفاداری کا نہایت عمدہ صلہ دیا اور انہیں بہت فوائد پہنچائے اور انہیں بڑے بڑے رتبوں پر فائز کیا۔

حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ نے وزیر نامی ایک ازدی شخص کے مکان میں پناہ لی اور اس سے کہا کہ ام المومنینؓ کے پاس جاؤ اور انہیں میری جائے پناہ بتا دو اور یہ بھی کہہ دو کہ محمد بن ابی بکر کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ وہ شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان

Marfat.com

سے تمام واقعہ عرض کیا۔

ام المومنینؓ: جاؤ محمد کو میرے پاس لاؤ۔

وزیر: عبداللہؓ بن الزبیرؓ نے مجھے اس سے منع کیا ہے کہ محمد کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔

حضرت عائشہؓ نے ایک دوسرا شخص بھیج کر محمد کو طلب کیا۔ جب محمد آیا تو اس سے فرمایا' اس شخص کے ساتھ جاؤ اور میرے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد بن ابی بکر اس ازدی کے ساتھ گیا اور عبداللہؓ بن الزبیرؓ کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس مجبور ہوکر آیا ہوں اور ام المومنینؓ نے مجھے اس پر مجبور کیا۔

الغرض عبداللہؓ اور محمد دونوں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور تمام راستے دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے۔ اور وجہ یہ پیش آئی کہ محمد نے عثمانؓ کو برا کہا۔ اس پر عبداللہ نے محمد کو برا بھلا کہا حتیٰ کہ یہ دونوں حضرت عائشہؓ کے پاس عبداللہ بن خلف کے مکان میں پہنچ گئے۔

عبداللہ بن خلف جنگ جمل سے قبل حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے اور عبداللہ کے بھائی عثمان حضرت علیؓ کی حمایت میں لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے زخمیوں کی تلاش کے لئے کچھ آدمی روانہ کئے' جتنے بھی زخمی تھے سب کو اسی مکان میں بلا لیا اور اپنی پناہ میں لے لیا۔ مروان کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان فرمایا۔

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ کے بعد حضرت عائشہؓ کے لئے پردہ کردیا گیا۔ جب حضرت عائشہؓ پردے میں بیٹھ گئیں تو سب سے پہلے قعقاعؓ بن عمرو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام المومنینؓ کو سلام کیا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے کل دو شخصوں کو دیکھا تھا جو تلواریں لئے ہوئے میرے سامنے حملہ آور ہوئے تھے اور فلاں فلاں رجز پڑھ رہے تھے۔ کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

قعقاعؓ: جی ہاں جو یہ کہہ رہا تھا ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت مہربان ماں ہیں خدا کی قسم اس شخص نے جھوٹ بولا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی نیک ماں ہیں لیکن کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔

حضرت عائشہؓ: کاش میں آج سے بیس سال قبل مرگئی ہوتی۔

قعقاعؓ حضرت عائشہؓ کے پاس سے نکل کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ سوال کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ: وہ آخر دو شخص کون تھے؟
قعاعؓ: اس میں سے ایک تو ابوہالہ تھا جو آپ کا ساتھی ہے۔
حضرت علیؓ: کاش میں اس واقعہ سے بیس سال قبل مرگیا ہوتا۔ الغرض حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ دونوں نے ایک ہی بات کہی۔

رات کی تاریکی میں جو زخمی چل سکتے تھے اٹھ اٹھ کر بصرہ پہنچ گئے۔ حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے معلوم کیا کہ ان کے ساتھ اور علیؓ کے ساتھ کل کتنے آدمی تھے اور ان میں سے کتنے قتل ہوئے اور کتنے بچے تاکہ انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ کتنے آدمی لاپتہ ہیں۔

جب وہ عبداللہ بن خلف کے مکان میں تھیں تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ جب ان سے کسی کی موت کا ذکر کیا جاتا تو وہ فرماتیں اللہ ان پر رحم کرے۔ ان کے کسی ساتھی نے سوال کیا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کیسے رحم فرمائے گا۔

حضرت عائشہؓ: کیونکہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں جنت میں جائے گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ جس شخص کا دل ان لوگوں کی طرف سے صاف ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جتنی آیات نازل ہوئیں ان تمام آیات سے زیادہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر خوش ہوئے "اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔"

اس آیت کے نازل ہونے پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی جان پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ ان کے گناہوں کی بدولت آتی ہے اور ان میں سے بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور دنیا میں اسے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے لئے کفارہ اور مغفرت کا سبب ہوتی ہے جس کی قیامت کے روز کوئی سزا نہ ملے گی۔
اور جو کچھ اللہ عزوجل نے دنیا میں معاف فرما دیا ہے وہ معاف ہوچکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو معاف کرنے کے بعد اس پر سزا نہیں دیتا۔

حضرت علیؓ تین روز تک لشکرگاہ میں مقیم رہے اور بصرہ میں قیام نہیں کیا کیونکہ لوگ اپنے مقتولین کو تلاش کرکے دفن کررہے تھے۔ حضرت علیؓ نے بھی تمام مقتولین کا چکر لگایا۔

Marfat.com

جب کعب بن سور کی لاش پر سے گزر ہوا تو اپنی جماعت سے مخاطب ہوکر فرمایا تم لوگ یہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ بے وقوف لوگ آئے ہیں حالانکہ یہ تو ایک عالم کی لاش ہے۔

جب حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب کی لاش پر سے گزرے تو فرمایا یہ تو قریش کے سردار ہیں لوگ ان پر جان دیتے تھے اور سب ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے متحد تھے۔

حضرت علیؓ جس لاش پر سے بھی گزرتے اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ ضرور فرماتے اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ صرف فتنہ گر لوگ ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ یہ مرنے والا شخص تو انتہائی عابد اور مجتھد آدمی تھا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے تمام مقتولین کوفہ اور مقتولین بصرہ کی نماز پڑھائی اور دونوں طرف کے قریشی لوگوں کی بھی یہ قریشی مدینہ اور مکہ کے رہنے والے تھے۔ اور اطراف میں ایک بڑی قبر میں سب کو دفن کردیا گیا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ میدان میں جتنی چیزیں ملیں سب جمع کرکے لے آؤ۔ جب سب چیزیں جمع ہوگئیں تو مسجد بصرہ میں بھیج کر اعلان کرایا کہ ہر شخص اپنی چیز پہچان کر لے لے' لیکن ہتھیار خزانہ میں داخل کئے جائیں گے اور جس چیز کو پہچاننے والا موجود نہ ہو تو وہ تم لے سکتے ہو کیونکہ وہ اللہ عزوجل نے تمہیں عطا کیا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مرنے والے مسلمان کا مال حلال نہیں اور یہ ہتھیار چونکہ ان کے ہاتھوں میں تھے اس لئے حکومت کے دیئے بغیر ملکیت میں نہیں آسکتے۔

جنگ جمل میں اونٹ کے اردگرد لڑتے ہوئے دس ہزار آدمی مارے گئے ان میں سے آدھے حضرت عائشہؓ کے ساتھی تھے اور آدھے حضرت علیؓ کے۔

قبیلہ ازد کے دو ہزار' یمن کے پانچ سو' مصر کے دو ہزار' بنوقیس کے پانچ سو' بنوتمیم کے پانچ سو' بنو ضبہ کے ایک ہزار اور بنوبکر بن وائل کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی جنگ میں بصرہ کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور اس کے بعد پوری جنگ میں پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ اس طرح بصرہ کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی۔ اور پانچ ہزار کوفی مارے گئے۔ بنوعدی کے ستر قاری قرآن قتل ہوئے۔ بنوعدی کے نوجوان اور وہ لوگ اس کے علاوہ ہیں جو قاری نہ تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک بنوعدی کی آوازیں آتی رہیں مجھے کامیابی کی امید

Marfat.com

رہی۔

حضرت علیؑ دو شنبہ کے روز بصرہ میں داخل ہوئے' پہلے مسجد میں پہنچے اور نماز پڑھی لوگ ان کے پاس جمع ہوگئے۔ پھر حضرت علیؑ اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گئے اور عبداللہ بن خلف کے مکان پر پہنچے یہ بصرہ کا سب سے بڑا مکان تھا۔

جب حضرت علیؑ یہاں پہنچے تو عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا۔ یہ خلف کے بیٹے عبداللہ اور عثمان پر رو رہی تھیں اور صفیہ بن الحارث بھی منہ ڈھانپے رو رہی تھیں۔ جب صفیہ نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو انہیں برا بھلا کہنے لگی۔ حضرت علیؑ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھتے چلے گئے اور حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچے' انہیں سلام کیا اور بیٹھنے کے بعد فرمایا مجھے صفیہ نے برا بھلا کہا ہے۔ میں نے اسے بچپن کے بعد آج دیکھا ہے۔

حضرت علیؑ باہر نکلنے لگے تو حضرت عائشہؓ نے صفیہ سے حضرت علیؑ کا قول نقل کیا۔ حضرت علیؑ نے اپنا خچر روک کر دروازوں کی جانب اشارہ کرکے فرمایا۔ میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ان بند کمروں کے دروازوں کو کھول کر جو لوگ ان میں چھپے ہیں ان کو قتل کردوں۔ ہاں میری تبعیت یہی چاہتی ہے کہ میں انہیں قتل کردوں۔

ان کمروں میں زخمی پوشیدہ تھے جنھوں نے حضرت عائشہؓ کی پناہ لی تھی۔ اس جملے سے حضرت علیؑ کا مقصد یہ تھا کہ صفیہ کو بتادیں کہ مجھے تمھاری حرکت کا علم ہے لیکن تب بھی میں نے ان سے تغافل اختیار کررکھا ہے۔ یہ سن کر صفیہ خاموش ہوگئی اور حضرت علیؑ باہر تشریف لے گئے۔

جب حضرت علیؑ باہر نکلے تو ایک ازدی بولا' خدا کی قسم ہم اس عورت کو ضرور قتل کردیں گے۔ یہ سن کو حضرت علیؑ کو غصہ آگیا اور فرمایا: خبردار نہ تو کسی کی پردہ دری کرو' نہ کسی مکان میں داخل ہو۔ نہ کسی عورت کو ایذاء پہنچائی جائے اگرچہ وہ تمھاری توہین کرے' تمھارے امراء اور نیک لوگوں کو برا کہے' کیونکہ عورت کمزور ہوتی ہے۔ ہمیں تو مشرک عورتوں پر بھی ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا تھا اور جو شخص عورت پر ہاتھ اٹھاتا یا اسے مارتا تو لوگ اس کی اولاد کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ تیرے باپ نے فلاں عورت کو مارا تھا۔ خبردار اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے کسی عورت کو اس لئے تکلیف پہنچائی ہے کہ اس نے تمہیں کچھ کہا تھا اور تمھاری آبروریزی کی تھی تو میں بدترین سزا دوں گا۔

ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی اے امیرالمومنینؑ دو

Marfat.com

شخص حضرت عائشہؓ کے دروازہ پر گئے اور صفیہ نے جو آپ کو برا بھلا کہا تھا اس کے عوض انہوں نے حضرت عائشہؓ کی شان میں گستاخی کی۔

حضرت علیؓ: کیا عائشہؓ کی شان میں؟

شخص مذکور: جی ہاں۔

حضرت علیؓ: انہوں نے کیا کہا؟

شخص مذکور: ان میں سے ایک شخص نے تو یہ مصرعہ پڑھا' ہماری ماں کو نامہربان ہونے کی سزا ملی

دوسرے نے یہ مصرعہ پڑھا' اے ہماری ماں آپ توبہ کر لیجئے۔ آپ نے غلطی کی ہے۔

حضرت علیؓ نے قعقاعؓ بن عمرو کو بھیج کر ان دونوں کو اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور فرمایا میں انہیں قتل کروں گا۔ لیکن کچھ دیر بعد فرمایا میں نے سزا میں کچھ تخفیف کر دی ہے - پھر حضرت علیؓ نے ان کے کپڑے اتروا کے ان کے سو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت علیؓ کا یہ اصول تھا کہ وہ کسی بھاگتے ہوئے اور زخمی کو قتل نہ کرتے تھے اور نہ کسی کا پردہ فاش کرتے تھے اور نہ کسی کا مال لیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان لوگوں کا خون تو ہمارے لئے حلال ہے اور ان کے مال حرام ہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جس نے ہم سے درگزر کی وہ ہم میں داخل ہوا اور ہم ان میں داخل ہیں۔ اور جو شخص ہمارے مقابلے میں قتل ہوا وہ میری جانب سے ابتدا کے باعث ہوا اس لئے ان کے مال خمس نہیں لیا جاسکتا۔ اسی وقت سے وہ لوگ جو بعد میں خارجی ہو گئے تھے حضرت علیؓ کے خلاف اندرونی سازشیں کرنے لگے۔

حضرت عائشہؓ نے بصرہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ مروان بن اسود بن ابی البختری راستہ میں حضرت عائشہؓ کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عائشہؓ حج کے زمانہ تک مکہ ہی میں مقیم رہیں اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ واپس ہوئیں۔

اہل مدینہ کو جنگ جمل کی اطلاع جمعرات ہی کے روز مل گئی تھی جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک گدھ مغرب سے قبل مدینہ کے اوپر سے گزرا جس کے پنجوں میں گوشت کے لوتھڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوگوں نے پیچھا کیا اور اس کے پتھر مارے جس کی وجہ سے گدھ کے پنجے سے ایک ٹکڑا نیچے گر پڑا۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ ایک انسانی ہاتھ تھا اور انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر عبدالرحمن بن عتاب کا نام کندہ تھا۔

Marfat.com

یہ گدھ مدینہ اور مکہ کے قرب و جوار کے علاقے میں پھیل گئے اور جہاں جہاں گدھ گئے وہاں انسانوں کے ہاتھ اور پیر بھی اٹھا کر لے گئے جس سے دور دراز کے لوگوں کو اس جنگ کی اطلاع مل گئی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کی روانگی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی مہیا کیں۔ سواری، سامان، اور زاد راہ وغیرہ۔ اور جو لوگ مکہ سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ آئے تھے ان میں سے جو بچ گئے وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ گئے ان میں سے صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے بصرہ میں قیام پسند کیا اور بصرہ کی مشہور و معروف چالیس عورتوں کو ساتھ کیا اور محمد سے فرمایا اپنی بہن کے لئے کوچ کی تیاری کرو۔

حضرت عائشہؓ کو بھی اطلاع مل گئی تھی جب کوچ کا دن آیا تو حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہیں رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے، لوگ بھی حاضر ہوئے، حضرت عائشہؓ باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو رخصت کیا۔ کوچ کے وقت حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے فرمایا:

> اے میرے بیٹو! ہم جلد بازی میں ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے آئندہ ہمارے ان اختلافات کے باعث کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔ خدا کی قسم میرا علیؓ کا شروع ہی سے اختلاف تھا لیکن یہ اختلاف اسی قسم کا تھا جیسے ساس اور داماد کا ہوتا ہے۔ فی الحقیقت علیؓ میرے نزدیک نیک آدمی ہیں۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> اے لوگو! خدا کی قسم ام المومنینؓ نے سچ فرمایا اور نیک بات کہی ہے۔ میرا اور ان کا اختلاف واقعتاً اسی قسم کا تھا اور حضرت عائشہؓ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے نبی ﷺ کی زوجہ ہیں

حضرت عائشہؓ نے شروع رجب 36 ھ میں ہفتہ کے روز بصرہ سے کوچ کیا اور کئی میل تک حضرت علیؓ انہیں پیدل چھوڑنے آئے اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ایک ایک دن ام المومنینؓ کا ساتھ دینے کے بعد واپس آئیں۔

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور محمد بن الفضل الخراسانی کے حوالے سے سعید القطعی کا بیان نقل ہے کہ ہم مقتولین جمل کے بارے میں آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس جنگ میں چھ ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

پندرھواں باب

جنگ صفین اور مسئلہ تحکیم (37-36ھ)

امیرالمومنین حضرت علیؓ جنگ جمل سے فارغ ہو کر بقصد شام کوفہ واپس کوفہ آئے جریرہ بن عبداللہ البجلی گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذربائیجان کو (یہ دونوں امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے ہوئے تھے) لکھا' تم مسلمانوں سے ہماری امارت کی بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ پس جب جریر اور اشعث حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے جریر کو ایک خط دے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا جس میں اپنی خلافت اور طلحہؓ و زبیرؓ کی عہد شکنی کا حال لکھا تھا امیر معاویہؓ کو بیعت خلافت کرنے کا حکم دیا تھا جریر یہ خط لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دینے میں تاخیر کی اور ایک مدت تک کچھ جواب نہ دیا۔ مقصود یہ تھا کہ جریر اپنی آنکھوں سے اہل شام کی مستعدی' خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کے کا جوش دیکھیں اور اپنے کانوں سے خون عثمانؓ کا اتہام علیؓ پر اہل شام کی زبانوں سے سنیں۔

اہل شام کی یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نعمان بن بشیر امیرالمومنین عثمانؓ کا خون آلودہ قمیص اور ان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں لے کر ملک شام پہنچے تو لوگوں کو ابھارنے کی غرض سے قمیض کو منبر پر رکھا اور اس کے سامنے انگلیاں رکھیں۔ مسلمانان شام یہ دیکھ کر رو پڑے اور انہوں نے متفق ہوکر قسمیں کھائیں کہ جب تک خون عثمانؓ کا معاوضہ نہ لیں گے اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے' سوائے غسل جنابت کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے اور جو شخص اس معاوضہ لینے میں سدراہ ہوگا اس کو قتل کریں گے۔

جریر یہ ماجرا دیکھ کر واپس ہوئے۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ سے کل حالات بیان کئے۔ اشتر نے حضرت علیؓ کو جریر کے بھیجنے پر نصیحت کی اور یہ کہا کہ جریر نے زیادہ دنوں تک شام میں اس غرض سے قیام کیا کہ اہل شام اپنا انتظام کرلیں۔ جریر اس تقریر سے کشیدہ خاطر ہوکر قرقیساہ اور وہاں سے معاویہؓ کی طلبی پر شام کو چلے گئے۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

شرجیل بن السمط الکندی کی تحریک سے معاویہؓ نے جریر کو طلب کیا تھا۔ عہد خلافت فاروق اعظمؓ سے ان دونوں میں اتحاد و مراسم تھے۔

عہد خلافت فاروقی میں شرجیل عراق میں سعد کے پاس بھیجے گئے۔ سعد نے ان کی خاطر و مدارت کی اور اپنا ہم نشین و مقرب بنا لیا۔ اشعث بن قیس کو شرجیل کا رسوخ ناگوار گزرا' کشیدگی پیدا ہوئی۔ جب جریر عراق سے واپس مدینہ آنے لگے تو اشعث نے جریر سے شرجیل کی شکایت کرنے کی ہدایت کی لیکن انہوں نے بوجہ مراسم اتحاد شرجیل کی شکایت نہ کی۔ پس جب جریر امیرالمومنین علیؓ کا خط لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آگئے تو شرجیل کی رائے سے حضرت امیر معاویہؓ نے جواب تحریر کرنے میں تاخیر کی اور خون عثانؓ کا معاوضہ لینے کا انتظام کرنے لگے۔ بعد چندے جب پھر مدینہ سے جریر کے قرقیسا آنے کی خبر معلوم ہوئی تو شرجیل کی تحریک سے حضرت امیر معاویہؓ نے جریر کو اپنے پاس بلالیا۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو بجائے اپنے مقرر کرکے نخیلہ تشریف لے گئے اور ترتیب لشکر میں مصروف ہوئے۔ عبداللہ بن عباس اہل بصرہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ امیرمعاویہؓ کو اس کی خبر لگی' وہ بھی آراستگی لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمرو بن العاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خط لکھا کہ "اہل عراق میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ ان کی اجتماعی صورت باقی نہیں ہے' چونکہ واقعہ جمل میں اہل بصرہ کے نامی گرامی سردار مارے گئے ہیں اس وجہ سے حضرت علیؓ کی مخالفت پر تل گئے ہیں۔ حضرت علیؓ ایک گروہ قلیل لے کر نکلے ہیں۔" حضرت امیر معاویہؓ نے ایک علم عمرو بن العاصؓ کے لئے اور ایک ایک ان کے لڑکوں عبداللہ اور محمد اور ان کے غلام وردان کے لئے روانہ کیا اور سامان جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے زیاد بن نصر حارثی کو بطور مقدمتہ الجیش حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد چار ہزار کی جمعیت سے شریح بن ہانی کو بھیجا اور خود نخیلہ سے کوچ کرکے مدائن آئے۔ یہاں معد بن مسعود ثقفی (عم مختار) کو اپنا نائب مقرر کیا اور معقل بن قیس کو بسرکردگی تین ہزار لشکر آگے بڑھنے کا حکم دے کر یہ ہدایت کی کہ موصل ہوتے ہوئے رقہ میں مجھ سے مل جانا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ مدائن سے روانہ ہوکر رقہ پہنچے اہل رقہ نے پل بنا دیا۔ آپ مع لشکر عبور فرما گئے۔ فرات پر پہنچے تو زیاد اور شریح ملے۔ ان کے پیچھے رہ جانے کا یہ سبب ہوا کہ انہوں

نے امیر معاویہؓ کی خبر سن کر اس خیال سے کہ حضرت امیر معاویہؓ سے ایسی حالت میں مقابلہ نہ ہوجائے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں دریا حائل ہو' ہیت کی طرف لوٹ گئے اور وہاں سے دریائے فرات عبور کرکے حضرت علیؓ سے آملے۔ حضرت علیؓ نے ان کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ حدود روم میں پہنچے تو ابولاعور السلمی امیر لشکر شام ملا اور شریح نے حضرت علیؓ کو مطلع کیا۔ آپؓ نے اشتر کو روانگی کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ "جس وقت تم زیاد اور شریح کے پاس پہنچ جاؤ تو زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ پر مامور کرنا اور تم خود پورے لشکر کی افسری کرنا۔ لیکن خبردار جنگ کرنے میں تم پہل نہ کرنا جب تک فریق مقابلہ حملہ نہ کرے ہرگز نہ لڑنا۔" اشتر کے پہنچنے پر زیاد و شریح اشتر کے حکم سے میمنہ و میسرہ کے سردار ہوئے۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ دن بھر کسی نے چھیڑ چھاڑ نہ کی۔ شام کے وقت ابوالاعور نے حملہ کردیا' تھوڑی دیر تک لڑائی لڑ کر علیحدہ ہوگئے۔ دوسرے دن صبح ہوتے اشتر کی جانب سے ہاشم بن عتبہ الرقال اور لشکر شام سے ابولاعور میدان میں آئے تمام دن لڑائی ہوتی رہی شام کے قریب فریقین واپس ہورہے تھے کہ اشتر نے پھر حملہ کیا۔ ابولاعور نے بھی مراجعت کرکے جنگ کا بازار گرم کردیا۔ اشتر نے سنان بن مالک نخعی کو ابوالاعوز کے پاس بھیجا کہ اگر تم کو دعویٰ مردانگی ہو تو قلب لشکر سے نکل کر میدان میں ہمارے مقابلے پر آؤ۔ ابوالاعوز نے جواب نہ دیا۔ لڑائی جس صورت سے جاری ہوئی تھی اسی کی کیفیت سے جاری رہی۔ رات ہوگئی' دونوں حریف کشت و خون سے رک گئے۔ اگلے دن حضرت علیؓ بھی آگئے اور اشتر کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے دریائے فرات پر حضرت امیر معاویہؓ پہنچ گئے اور قبضہ کرلیا تھا۔

حضرت علیؓ کے لشکریوں نے پانی کی شکایت کی۔ آپؓ نے صعصعہ بن صوحان کی معرفت حضرت امیر معاویہؓ سے کہلا بھیجا کہ ہم تم سے اس وقت تک نہ لڑتے جب تک تمہارے عذرات نہ سن لیتے مگر تمہارے لشکریوں نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی پھر بھی ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم تم کو راہ حق کی دعوت دیں اور جب تک قطع حجت نہ کرلیں ہرگز نہ لڑائی شروع کریں۔ تم نے فرات پر قبضہ کرکے پانی روک دیا ہے' لوگوں کا پیاس کے مارے برا حال ہورہا ہے۔ تم اپنے ہمراہیوں کو حکم دے دو کہ جب تک امور متنازعہ کا فیصلہ نہ ہو اس وقت تک پانی لینے سے ہم کو نہ روکیں۔ اور اگر تمہارا یہ مطلب ہو کہ جس غرض سے ہم آئے ہیں

Marfat.com

اس کو چھوڑ کر پانی پر ہی لڑیں اور جو شخص غالب ہو وہ پانی اپنے صرف میں لائے تو ہم اس پر بھی تیار ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے رفیقوں سے رائے طلب کی عمرو بن العاصؓ نے پانی پر قبضہ اٹھا لینے کی رائے دی۔ ابن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بولے' پانی پر سے قبضہ نہ اٹھایا جائے اور ان کو پانی نہ دیا جائے' ان لوگوں کو پیاسا ہی مارنا چاہیے۔ صعصعہ اور ولید ابن ابی سرح میں سختی کے ساتھ گفتگو ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آگئی۔ بالآخر صعصعہ نے واپس ہوکر اشتر سے کل ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؓ کو اس سے مطلع کیا۔ امیر معاویہؓ نے ابوالاعور السلمی کو حکم دیا کہ حضرت علیؓ کی فوج پانی نہ لینے پائے۔

اشعث بن قیس چند سواروں کو لے کر پانی لینے گئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ابوالاعور کی مدد پر یزید بن اسد قسری (جد خالد بن عبداللہ) کو اور ان کے بعد عمرو بن العاصؓ کو روانہ کیا حضرت علیؓ نے اشعث کی کمک پر شیث بن ربعی کو بعدہ اشتر کو بھیجا۔ فریقین میں لڑائی ہونے لگی' تھوڑی دیر تک دونوں طرف سے تیراندازی ہوتی رہی' جب ترکش تیر سے خالی ہو چلے تو جنگ آوروں نے جھپٹ جھپٹ کر نیزے کے وار شروع کردیے۔ جب نیزوں نے بھی جواب دے دیا تو فریقین ایک دوسرے سے گتھ گئے' تلواریں چلنے لگیں۔ ہمراہیان حضرت علیؓ نے اس تیزی سے حملے شروع کئے کہ لشکر شام کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دریائے فرات سے ان کا قبضہ اٹھ گیا۔ اشتر اور ان کے ہمراہی پانی پر قابض ہوگئے ان لوگوں کا بھی قصد ہوا کہ ہمراہیان امیر معاویہؓ کو پانی نہ دیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس فعل سے باز رکھا۔

دو دن تک بلا جدال و قتال فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑے رہے۔ تیسرے روز یکم ذی الحجہ 36ھ کو حضرت علیؓ نے ابو عمر' بشیر بن عمرو بن محصن انصاری' سعید بن قیس ہمدانی اور شیث بن ربعی تمیمی کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بیعت و اطاعت کا پیام دے کر بھیجا۔ بشیر بن عمر نے حمد و ثنا کے بعد نصیحتیں کیں اور خدا کی قسم دلا کر کہا کہ تفریق جماعت نہ کرو' خوں ریزی سے باز آؤ' حضرت امیر معاویہؓ نے قطع کلام کرکے کہا:

کیا تم نے اپنے دوست (امیرالمومنین علیؓ) کو بھی اس کی ہدایت کی ہے)۔

بشیر: وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ وہ بوجہ سابق الاسلام اور رسول اللہ سے قریب ہونے کے امارت کے حق دار ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

Marfat.com

بشیر: جس راہ حق کی طرف تم کو وہ بلاتے ہیں اس کو قبول کرو۔

امیر معاویہؓ: اور کیا ہم خون عثمانؓ کا مطالبہ نہ کریں؟ واللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

شبت: اے معاویہؓ تم خون عثمانؓ کو طلب کرتے ہو۔ ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے تم نے عثمانؓ کی امداد میں اس امر کے حاصل کرنے کے خیال سے تاخیر کی تھی۔ جس خیال سے تمہارا دل پابند ہے اس کو چھوڑ دو اور اس شخص سے جو امارت کا مستحق ہے جھگڑا نہ کرو۔

امیر معاویہؓ: ہم کو تیری شرافت کا حال معلوم ہے۔ ہمارے اور تیرے درمیان تلوار ہے۔

شبت: کیا تو ہم کو تلوار سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم بہت جلد تمہارے سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں برسا دیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ اس کا کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ شبت مع اپنے ہمراہیوں کے اٹھ کر چلے آئے اور حضرت علیؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ فریقین میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ ذی الحجہ کا پورا مہینہ لڑائیوں میں صرف ہوگیا۔ ایک ایک دستہ دونوں لشکروں سے نکل کر لڑتا تھا۔ جنگ مغلوبہ کسی طرح سے شروع نہیں ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ اگر کل اہل عراق' اہل شام کے پورے لشکر سے لڑیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں فوجوں کا تقریباً" کل حصہ تلف ہوجائے گا۔ ماہ محرم 37ھ کے آجانے سے بہ امید صلح لڑائی بند ہوگئی مگر یہ زمانہ بھی منقضی ہوگیا اور صلح نہ ہوئی۔

حضرت علیؓ نے دوبارہ عدی بن حاتمؓ' زید بن قیس الارحبی' شبت بن ربعی' زیاد ابن حفصہ کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ عدی نے بعد حمدوثنا کے کہا "اے معاویہؓ امیرالمومنین کی اطاعت قبول کرلو' شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بیعت کرنے سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کردے اور واقعی تمہارے سوا کسی شخص نے بیعت سے انکار نہیں کیا۔ اے معاویہؓ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سامنے وہی واقعہ پیش آئے جو اصحاب جمل کے آگے آیا تھا۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے قطع کلام کرکے کہا " اے عدی تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ گویا تو لڑنے کو آیا ہے نہ کہ صلح کو۔ اے عدی تو نہیں جانتا میں حرب کا بیٹا اور صخر کا پوتا ہوں۔ واللہ مجھے لڑائی سے مطلق ہراس نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تجھے بھی قتل کرائے گا۔"

زید بن قیس: ہم لوگ سفیر ہو کر آئے ہیں' سوائے اس کے ہم کو اور کچھ حق حاصل نہیں

Marfat.com

ہے جو پیام ہم لے کر آئے ہیں تم سے کہہ دیں اور جو تم جواب دو اس کو حضرت علیؑ تک پہنچا دیں۔ ہم تم سے بحث و مباحثہ کرنے نہیں آئے۔ لیکن اس امر کی ضرور کوشش کریں گے کہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے' آپس میں ربط و اتحاد بڑھے۔ اس قدر کہہ کر حضرت علیؑ کی فضیلت' تقویٰ اور زہد کی وجہ سے خلافت کا مستحق ہونا بیان کیا۔

حضرت امیر معاویہؓ: (حمد و ثنا کے بعد) جماعت کی بابت تم کیا کہتے ہو اور تم ہم کو اس کی طرف کیوں بلاتے ہوں۔ جماعت ہمارے ساتھ بھی ہے۔ باقی رہا کہنا کہ ہم تمہارے دوست کی اطاعت قبول کرلیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان کو مستحق نہیں سمجھتے۔ باوجود اس کے تم ہم کو ان کی اطاعت اور جماعت کی طرف بلاتے ہو' صلح اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کردیں۔

شبت اور اس کے ہمراہی اس خشونت آمیز تقریر سے برا گیختہ ہو کر اٹھ آئے۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد بن حفصہ کو تنہائی میں لے جا کر حضرت علیؑ کی شکایت کی اور ان کے قبیلے سے مدد طلب کی اور یہ کہا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں میں جس کو پسند کرو گے اس کا تم کو والی مقرر کردوں گا۔ زیاد نے کہا "میں موید من اللہ ہوں' میں گنہگاروں کا معین نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے حکومت کی پرواہ ہے۔" اور اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا "میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں جس سے کچھ بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا ان سب کا دل ایک ہی ہے۔"

پھر حضرت امیر معاویہؓ نے حبیب بن مسلمہ' شرجیل بن السلمط' معن بن یزید بن الا خنس کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا۔ حبیب نے حمد و ثنا کے بعد بیان کیا کہ "عثمانؓ خلیفہ برحق تھے" کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور اس کے موافق حکم دیتے تھے۔ ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کردو' اور مسلمانوں کی امارت چھوڑ دو' وہ جس کو چاہیں گے متفق ہو کر اپنا امیر بنا لیں گے۔" حضرت علیؑ نے برہم ہو کر جواب دیا تو کون ہے؟ اور تجھ کو امارت کی بابت ایسے کلام کرنے کا کیا حق ہے؟ خاموش ہو جا۔ تو ایسی تقریر کرنے کا مستحق نہیں ہے۔

اس نے جواب دیا "واللہ مجھے تم عنقریب ایسی حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار گزرے گی۔" حضرت علیؑ نے ارشاد کیا' اللہ اللہ تیرا یہ دماغ اللہ تجھے اس دن کے لئے زندہ رکھے۔ جا! جو تیرے امکان میں ہو کر گزر۔"

حضرت علیؑ نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد رسول اللہؐ کے مبعوث ہونے اور

Marfat.com

خلافت شیخین اور ان کے خصائل پسندیدہ کو بیان کر کے فرمایا "چونکہ ہم نے ان دونوں (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) کو خلافت کے فرائض منصبی عمدگی سے ادا کرتے ہوئے دیکھا' اگرچہ ہم ان کی نسبت رسولؐ اللہ کے قریب تر تھے' لیکن ہم نے ان کی امارت میں کچھ دست اندازی نہ کی۔ پھر لوگوں نے ان دونوں کے بعد عثمانؓ کو خلیفہ کیا۔ عوام الناس کو ان سے کشیدگی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے بلوہ کرکے قتل کرڈالا' اس کے بعد لوگوں نے بہ خیال تفرقہ میرے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی' میں نے قبول کرلیا۔ بیعت کے بعد دو شخصوں نے عہد شکنی کی اور تمہارے رفیق (معاویہؓ) نے میری مخالفت کی' حالانکہ اس کو میری طرح اسلام کی سبقت نصیب نہیں ہوئی' مجھے تعجب ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس کے کیسے مطیع ہوگئے۔ میں تم کو کتاب و سنت اور ارکان دین اور باطل کو دبانے اور حق کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں۔" حضرت امیر معاویہؓ کے سفیروں نے کہا "کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ عثمانؓ مظلوم نہیں مارے گئے؟" حضرت علیؓ نے جواب دیا' "میں نہ ان کو مظلوم کہتا ہوں اور نہ ظالم" اس پر وہ لوگ یہ کہہ کر کہ جو شخص عثمانؓ کو مظلوم نہیں کہتا ہم اس سے بیزار ہیں" اٹھے اور اپنے لشکرگاہ میں واپس آئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو مخاطب ہوکر فرمایا" یہ لوگ گمراہی میں اس قدر برابر کوشش کرتے رہیں گے' جس قدر تم لوگ طلب حق اور اطاعت رب میں سعی کرو گے۔"

عدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ اور عامر بن قیس حرمزی بنوحرمز کے ساتھ حضرت علیؓ کے ہمراہ صفین میں تھے۔ عدی اور عامر میں سرداری کی بابت جھگڑا ہوگیا۔ بنوحرمز نسبتاً قبیلہ طے سے زیادہ تھے۔ عبداللہ بن خلیفہ نے کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں کوئی شخص نہ عدی سے افضل ہے اور نہ اس کے باپ حاتم سے۔ عدی رسولؐ اللہ کی خدمت میں وفد کے ساتھ گیا تھا۔ نخیلہ قادسیہ' مدائن جلولا' نہاوند اور تشتر میں اہل طے کا سردار تھا۔" حضرت علیؓ نے یہ سن کر دریافت کیا۔ لوگوں نے عدی کے قول کی تصدیق کی۔ پس جناب موصوف نے طے اور حرمز کی سرداری عدی بن حاتم کو مرحمت فرمائی۔

ماہ محرم 37ھ کے ختم ہونے پر حضرت علیؓ نے اعلان جنگ کیا' رسالوں کو تیاری کا حکم دیا' عام طور سے ہدایت کی کہ جب تک حریف تم سے نہ لڑے تم لوگ ہرگز حملہ نہ کرنا اور جب ان کو شکست ہو تو بھاگنے والوں کا تعاقب اور قتل نہ کرنا اور زخمیوں کا اسباب نہ چھیننا' کسی کا ستر نہ کھولنا اور نہ مثلہ کرنا اور نہ کسی کے مال اسباب کو لوٹنا اور نہ کسی عورت پر

دست درازی کرنا' اگرچہ وہ تم کو گالیاں دیں کیونکہ وہ ضعیف النفس و القویٰ ہیں۔ اس کے بعد لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ ان کے حق میں فتحیابی کی دعا کی' اشتر کو سواران کوفہ پر' سہیل بن حنیف کو سواران بصرہ پر' قیس کو بن سعد کو پیادہ فوج بصرہ پر' عمارؓ بن یاسر کو پیادہ فوج کوفہ پر متعین فرمایا۔ ہاشم بن عتبہ کو پورے لشکر کا علم دیا اور مسعربن فدکی کو قاریوں پر مامور کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر ذوالکلاع حمیری کو' میسرہ پر حبیب بن مسلمہ کو' مقدمہ پر ابولاعور کو' سواران دمشق پر عمروبن العاص کو' پیدل فوج پر مسلم بن عقبتہ المری کو مامور کیا اور پورے لشکر کی افسری ضحاک بن قیس کو دی۔ لشکر شام کے سپاہیوں نے مرجانے اور نہ بھاگنے پر بیعت کی اور اپنے کو عماموں سے باندھ کر جنگ کرنے کو نکلے۔ اور ان کی پانچ صفیں تھیں۔

یکم صفر 37ھ سے لڑائی شروع ہوئی۔ اس لڑائی میں لشکر کوفہ کی سرداری کا علم اشتر کے ہاتھ میں تھا اور اہل شام حبیب بن مسلمہ کے علم کے نیچے تھے تمام دن لڑائی ہوتی رہی' کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سواروں اور پیادوں کو لے کر نکلا' اہل شام کی طرف سے ابولاعورا السلمی نے صف لشکر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ تمام دن کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ عصر کے قریب جنگ ہائے سابقہ نہایت سخت و خون ریز تھی۔ آخر عمارؓ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عمرو بن العاص کو مجبوراً" پیچھے ہٹنا پڑا۔ چوتھی لڑائی میں محمد بن الحنیفہ اور عبیداللہ بن فاروق اعظمؓ کا سامنا ہوا۔ دونوں حریف کے جنگ آور جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے۔ شام ہوتے ہوتے عبیداللہ بن عمر صف لشکر سے نکلے' لیکن حضرت علیؓ نے گھوڑا دوڑا کر واپس بلا لیا۔ ان کے واپس ہوتے ہی عبیداللہ بن عمر بھی لشکر شام لے کر لوٹ گئے۔

پانچویں روز عبداللہ بن عباس اور ولید بن عقبہ سے لڑائی ٹھنی۔ تمام دن سختی سے لڑائی جاری رہی۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب فریقین اپنے اپنے لشکرگاہ کو واپس گئے' چھٹے روز اشتر اور حبیب اپنے اپنے رکاب کی فوج لے کر میدان جنگ میں آئے' شام تک لڑتے رہے' آخرکار رات کو دونوں فریق کو جنگ سے روک کر ہر ایک کو ان کے لشکرگاہ کی طرف واپس کردیا۔ اسی شب میں حضرت علیؓ نے تمام لشکر کو جمع کر کے خطبہ دیا' صبح ہوتے مجموعی قوت سے حملہ کرنے اور تمام رات اللہ جل شانہ کی عبادت اور دعا کرنے اور قرآن شریف پڑھنے کی ہدایت کی۔ تمام رات لشکر میں تلاوت و عبادت و دعا ہوتی رہی۔ فجر کی نماز پڑھ لشکریوں نے آلات حرب سنبھالے۔ زرہ' خود جس کے پاس جو سامان تھے زیب تن کیا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے بعد ترتیب لشکر ہر قبیلہ کو حکم دیا کہ وہ اہل شام کے لشکر کے اس دستہ فوج پر حملہ کرے جس میں اس کے قبیلے والے ہوں۔ اگر اتفاق سے اس قبیلے والے لشکرشام میں نہ ہوں تو عراقیوں پر جو (اس کے مقابل ہوں) حملہ آور ہوں مثلاً نخیلہ کو لخم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

چہار شنبہ کو صبح ہوتے حضرت امیر معاویہؓ نے لشکر شام لے کر حملہ کیا' تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام ہونے کے بعد فریقین اپنے اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ پنج شنبہ کو اول وقت نماز فجر پڑھ کر حضرت علیؓ نے لشکر مرتب کر کے لشکر شام پر حملہ کیا۔ میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ابن ورقاء خزاعی' میسرہ پر عبداللہ بن عباس مامور تھے' قاریوں کا گروہ عمار' قیس بن سعد اور عبداللہ بن یزید کے ہمراہ تھا۔ ہر قبیلہ کا لشکر اپنے اپنے پرچموں اور مورچوں پر مستعدی کے ساتھ موجود تھا۔ حضرت علیؓ نے قلب لشکر میں مع سرداران کوفہ و بصرہ اور مدینہ رونق افروز تھے۔ مدنی فوج میں اکثر انصار اور کچھ لوگ خزاعہ و کنانہ کے بھی تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک پر تکلف خیمہ استادہ کرایا تھا اور اس میں بیٹھ کر لوگوں سے مر جانے کی بیعت لے رہے تھے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے عبداللہ بن بدیل نے اپنے رکاب کی فوج کو بڑھا کر حبیب بن مسلمہ پر جو لشکر شام کے میسرہ کے افسر تھے حملہ کیا۔ دوپہر تک نہایت سرگرمی سے لڑتے رہے۔ بعد ظہر عبداللہ بن بدیل نے اپنے ہمراہیوں کو جنگ پر ابھار کر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ حبیب بن مسلمہ کے پاؤں اکھڑ گئے مجبور ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کے خیمہ کی طرف پسپا ہو کر لوٹے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو حبیب مسلمہ کی کمک پر روانہ کیا جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی۔ پس ان گروہ نے حبیب کے ساتھ ہو کر اس شدت کا حملہ کیا کہ میمنہ اہل عراق و ہمراہیان عبداللہ بن بدیل کی ترتیب جاتی رہی۔ عبداللہ بن بدیل کے رکاب میں صرف دو سو یا تین سو سپاہی باقی رہ گئے۔ باقی شکست کھا کر حضرت علیؓ کے پاس جا پہنچے۔ آپؓ نے سہیل بن حنیف کو اہل مدینہ کا سرگروہ مقرر فرما کر عبداللہ بن بدیل کی مدد کو بھیجا۔ اہل شام کے لشکر سے ایک جم غفیر نے صف لشکر سے نکل کر سہیل بن حنیف کا راستہ روکا اور ان کو عبداللہ تک نہ پہنچنے دیا۔ لڑائی کا عنوان فریقین کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مضر کو' جو حضرت علیؓ کے لشکر کے میسرہ میں تھے' شکست ہوئی۔

ربیعہ کمال استقلال سے لڑتے رہے۔ حضرت حسنؓ' حضرت حسینؓ اور محمد پسران

Marfat.com

حضرت علیؑ اپنے بزرگ والد کے ہمراہ تھے آپ نے میسرہ کی کمک کے خیال سے قدم بڑھایا احمر (خادم ابوسفیان) آپ کو تنہا بڑھتے دیکھ کر تیزی سے جھپٹا لیکن کیسان نے (امیرالمومنین علیؑ کا خادم) بڑھ کر اس پر وار کیا۔ دونوں میں تلواریں چلنے لگیں۔ احمر نے کیسان کا کام تمام کردیا۔ حضرت علیؑ نے لپک کر احمر کی زرہ پکڑ لی اور سر سے بلند کر کے زمین پر اس زور سے پٹکا کہ ہاتھ اور بازو بیکار ہوگئے۔ لشکر شام نے حضرت علیؑ کو مصروف جنگ دیکھ کر تیزی سے حرکت کی، لیکن قبیلہ ربیعہ نے بڑھ کر روک لیا۔ اس دارو گیر میں میدان جنگ سے اس قدر غبار اٹھا کہ کسی کا علم پہچانا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علیؑ نے دریافت فرمایا کہ کون قبیلہ لڑ رہا ہے اور کس کا علم ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ ربیعہ کا علم ہے! آپ نے فرمایا "نہیں بلکہ ان کا علم ہے جن کا اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔" پھر آپ نے لشکریوں کو مخاطب کرکے استقلال اور جوانمردی سے لڑنے کی ہدایت کی۔ سردار قبیلہ ربیعہ نے للکار کر کہا "دیکھنا دشمنوں کا زور زیادہ ہے اگر حضرت علیؑ کو کوئی صدمہ پہنچ گیا اور تم میں سے کوئی ایک شخص زندہ رہا تو تم سے زیادہ عرب میں کوئی بے عزت نہ ہوگا۔ لڑو لڑو!! آگے بڑھو قدم پیچھے نہ پڑیں" اتنے میں اشتر اہل میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر آہستہ آہستہ دکھائی دیا۔

حضرت علیؑ نے بلا کر کہا "جاؤ منہزم گروہ سے میرا یہ پیام کہو کہ تم لوگ اس صورت سے کہاں بھاگے جاتے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ سے مجبور و عاجز نہ کرسکو گے اور یہ حیات تمہاری ہمیشہ باقی نہ رہے گی۔" اشتر یہ پیام بہ آواز بلند جوش میں آکر چلا اٹھا (میں اشتر ہوں میں اشتر ہوں میرے پاس آجاؤ) چنانچہ بعض سپاہی اشتر کے پاس لوٹ آئے۔ پھر اشتر نے مذحج کو جنگ کے لئے پکارا۔ مذحج نے بڑھ کر لشکر شام کے سب سے بڑے گروہ پر حملہ کیا، ہمدان کے نو سو جوان جو میمنہ میں تھے اور جس کے ایک سو آٹھ آدمی اور گیارہ نامی گرامی سردار معرکہ میں کام آگئے تھے میمنہ کی شکست دل برداشتہ ہوکر میدان جنگ سے یہ کہتے ہوئے واپس جارہے تھے "کاش! عرب میں ہمارا کوئی ایسا ساتھی ہوتا جو موت پر بیعت کرتا اور مرکریا فتحیاب ہوکر میدان جنگ سے واپس ہونے کا حلف لیتا۔ اشتر نے جواب دیا "تم لوگ دلبرداشتہ خاطر نہ ہو، ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ جب تک فتح نہ حاصل کرلیں گے میدان جنگ سے نہ لوٹیں گے۔" اہل ہمدان اشتر کے ہمراہ ہو لئے۔ اشتر نے میمنہ اہل شام پر حملہ کیا۔ اشتر کے حملہ کرتے ہی لوگوں نے بھی حملے شروع کردیئے۔ لڑائی کا زور جو چند لمحے کے لئے سرد ہوگیا تھا ازسرنو پہلے سے زیادہ گرم ہوگیا۔ مابین عصر و مغرب لشکر شام

Marfat.com

غیر مرتب ہو کر میدان سے بھاگ نکلا۔ اشتر نے شکست یافتوں کو مار دھاڑ کرتے حضرت امیر معاویہؓ تک پہنچا دیا اور ابن بدیل کے پاس لڑے بھڑتے جا پہنچے جو مع دو سو سپاہیوں کے اہل شام کے محاصرے میں تھے۔

جس وقت لشکر شام سامنے سے ہٹ گیا اور ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا تو فرط مسرت سے تکبیر کہہ اٹھے۔ حضرت علیؓ کو دریافت کیا۔ جواب دیا گیا کہ اس وقت میسرہ میں ہیں اور جنگ کر رہے ہیں۔ ابن بدیل نے آگے بڑھنے کا قصد کیا' اشتر نے مخالفت کی لیکن ابن بدیل' اشتر کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کرکے اپنے ہمراہیوں کو لئے لڑتے بھڑتے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بڑھے۔ لشکر شام راستہ روکنے کو بڑھا۔ ابن بدیل ------- ان کی صفوں کو پھاڑتے حضرت امیر معاویہؓ کے قریب پہنچ گئے۔ شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ابن بدیل اور ان کے ہمراہیوں میں سے اکثر آدمیوں کو مار ڈالا۔ باقی زخمی ہو کر لوٹے۔ اہل شام نے تعاقب کیا' اشتر نے ان کو بچانے اور بحفاظت حضرت علیؓ کے لشکر میں لانے کی غرض سے حرث بن ہمان جعفی کو بھیجا۔ چنانچہ بقیتہ السیف' بحفاظت حضرت علیؓ کے لشکر میں آگئے۔ اس کے بعد اشتر نے قبیلہ ہمدان اور دوسرے قبائل سے منتخب سپاہیوں کو لے کر اہل شام پر اس شدت کا حملہ کیا کہ اہل شام مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی جماعت سے مل گئے جنھوں نے موت پر بیعت کی تھی اور عماموں سے حضرت امیر معاویہؓ کے اردگرد اپنے کو باندھ رکھا تھا۔ اشتر نے دوبارہ حملہ کرکے ان کی چار صفیں کاٹ ڈالیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور سوار ہوئے۔ عبداللہ بن ابی الحصین ازدی (جو عمارؓ بن یاسر کے ہمراہیوں میں سے تھے) صف لشکر سے نکل کر رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے۔ عتبہ بن حدید نمیری نے مع اپنے بھائیوں کے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا' تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب یہ سب مارے گئے تو شمر بن ذی الجوشن شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آیا۔ ادہم بن محرز باہلی نے تلوار چلائی' ذی الجوشن نے وار خالی دے کر ادہم پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہوا۔ قیس بن مکشوح کے ہاتھ میں نخیلہ کا علم تھا جب لڑتے لڑتے یہ بھی کام آگئے تو عبداللہ بن قلع احمی نے علم سنبھالا اور لڑتے لڑتے یہ بھی مارے گئے۔ تب عفیف بن ایاس نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور اختتام جنگ تک علم انہیں کے ہاتھ میں رہا۔ حضرت علیؓ نے یہ دیکھ کر کہ اہل میمنہ لڑتے لڑتے پھر اپنے مورچہ پر آگئے اور اپنے دشمنوں کو پسپا کر دیا اور ان کی طرف تشریف لائے اور ان

Marfat.com

لوگوں کو مخاطب کر کے پہلے بھاگنے پر ملامت و نصیحت کی اور پھر لوٹ کر کمال مردانگی سے مقابلہ کرنے پر تعریف و توصیف فرمائی اور دوبارہ کمر ہمت باندھ کر جنگ کرنے کی ترغیب دی۔

قبیلہ طے اور نخع علی کے لشکر سے نکل کر شامیوں کی طرف بڑھا' اہل شام کے میمنہ سے حمیر نے جن کا سردار ذوالکلاع تھا اور جس میں عبداللہ بن عمر بن خطاب بھی تھے۔ ربیعہ پر بنو حملہ کیا میسرہ اہل عراق میں بسرگروہی ابن عباس تھے۔ ربیعہ نے ایسی مردانگی سے مقابلہ کیا کہ لشکر شام کو مجبوراً" پیچھے ہٹنا پڑا۔ عبیداللہ بن عمر نے للکارا' اے اہل شام انہیں لوگوں نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے' ذرا اللہ کا خیال کرو اس مردانگی پر' امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ لشکر شام کا دل ان پرجوش فقروں سے بھر آیا اور انہوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ خالد بن معمر مع چند لوگوں کے بھاگ نکلا لیکن ربیعہ کا علم بردار اور حفاظ نہایت استقلال سے لڑتے رہے۔ پھر منہزموں کو ربیعہ کے کسی شخص نے للکارا اور جنگ کی ترغیب دے کر میدان کی طرف واپس کیا۔ اس عرصہ میں قبیلہ عبدالقیس نے پہنچ کر قبیلہ ربیعہ کی گئی ہوئی قوت کو سنبھال دیا۔ عنوان جنگ جو اس سے بیشتر ان کے حق میں نقصان رساں محسوس ہو رہا تھا موافق ہو گیا۔ محرز نے ذوالکلاع کی تلوار ذوالوشاح لے لی تھی جو فاروق اعظمؓ کی دی ہوئی تھی۔ پھر جب حضرت امیر معاویہؓ کو عراق کی حکومت بھی مسلم ہو گئی تو اس تلوار کو محرز سے لے لیا۔

اس جنگ کے بعد عمارؓ بن یاسر صف لشکر سے یہ کہتے ہوئے نکلے "اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اسی میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریا میں پھینک دوں تو میں بے شک ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں تلوار کی دھار اپنے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دباؤں کہ پشت سے نکل آئے تو میں بلاشبہ ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! آج میں ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کہ تو ان فاسقوں کی جنگ سے زیادہ اس پر راضی ہو گا۔" پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر آواز بلند کہا "کوئی ایسا شخص ایسا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور جو شخص اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کو چاہیے کہ وہ مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی امید نہ رکھے۔" عمارؓ کی زبان سے یہ فقرے تمام ہونے ہی کو تھے کہ ایک گروہ نے سینہ سپر ہو کر کہا "ہمارے ساتھ ان لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمانؓ کے طالب ہیں

Marfat.com

اور اس ذریعہ سے اپنی دلی خواہشات باطلہ کے مکر کو پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ عمارؓ اس گروہ کو لے کر لشکر شام کی طرف چلے رفتہ رفتہ ہاشم بن عتبہ تک پہنچے (جن کے ہاتھ میں حضرت علیؓ کے لشکر کا علم تھا) ان کو بھی ترغیب جنگ دی۔ وہ مستعد ہوگئے اور عمارؓ کے ہمراہ ہوکر لشکر شام پر حملہ کرتے ہوئے عمرو بن العاصؓ تک پہنچ گئے۔

عمارؓ نے پکار کر کہا "اے عمرو! تف ہو تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کرڈالا۔" عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا "نہیں بلکہ میں خون عثمانؓ کا معاوضہ طلب کرتا ہوں۔" عمارؓ بولے "میں اپنے علم و یقین سے شہادت دیتا ہوں کہ تو اللہ کی خوشنودی نہیں چاہتا۔ مرنے کے بعد تجھ کو اس کا حال ظاہر ہوگا۔ تو نے آج ہی اس لشکر کے علم بردار سے نبرد آزمائی نہیں' کی تین بار رسولؐ اللہ کے ساتھ اس علم بردار سے لڑ چکا ہے اور آج یہ چوتھا واقعہ ہے۔ کیا تجھے یہ یاد نہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے "عمارؓ کو گروہ باغی مارے گا۔" عمرو بن العاصؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔ عمارؓ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ قبائل ربیعہ' مضر اور ہمدان نے متفق ہوکر حملہ کیا جس سے لشکر شام کی صف کی صف الٹ گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ حضرت علیؓ نے لشکر شام کو قتل کرتے اور ان کی جماعت کو منتشر کرتے حضرت امیر معاویہؓ کے قریب پہنچ گئے اور جوش میں آکر للکار اٹھے "اے امیر معاویہؓ! ناحق لوگوں کی خوں ریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے' آؤ ہم تم نپٹ لیں جو اپنے مقابل کو مار ڈالے وہی صاحب الامر (یعنی امیر) ہو"۔ عمرو بن العاصؓ نے امیر معاویہؓ سے خطاب کر کے کہا یہ فیصلہ تو اچھا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ "تم کیوں اس فیصلہ کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو' کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ پر جو جاتا ہے وہ جانبر نہیں ہوتا۔" دوران جنگ میں حضرت علیؓ کے لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہوگیا' حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو رہا کردیا۔ ایسا ہی حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا۔

حضرت علیؓ لڑتے لڑتے اہل شام کے ایک رسالے کی طرف گزرے' دیکھا کہ وہ نہایت مردانگی اور ثابت قدمی سے لڑ رہا ہے۔ آپ نے بلند آواز سے ارشاد کیا "کہاں ہیں مردان خدا جو آخرت کی خواہش میں اپنی جانوں کا خیال نہیں کرتے۔" مسلمانوں کا ایک گروہ لبیک کہہ کر حاضر ہوگیا۔ آپ نے اپنے لڑکے محمد بن الحنفیہ کو ان پر افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ محمد بن الحنفیہ نے لڑ کر رسالہ کو پیچھے ہٹا دیا اور مورچے پر قابض ہوگئے۔ اس واقعہ میں بہت

Marfat.com

سے آدمی فریقین کے کام آگئے۔ ازانجملہ عبداللہ بن کعب مرادی تھے۔ اتفاق سے اسود بن قیس ان کی طرف سے ہو کر گزرا دیکھا' تو عبداللہ بن کعب خاک و خون میں لوٹ رہے ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر ان کے پاس آیا۔ عبداللہ نے آنکھیں کھولیں' صاحب سلامت ہوئی' دریافت کیا "حضرت علیؓ کہاں ہیں؟" اسودؓ نے جواب دیا کہ لڑ رہے ہیں! عبداللہ نے کہا " میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور حضرت علیؓ کے ہمراہ ہوکر لڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر بے ہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو بولے "حضرت علیؓ کو میرا سلام پہنچانا اور میری طرف سے کہہ دینا کہ میں میدان جنگ میں اس قدر لڑو کہ میدان جنگ پس پشت ہوجائے۔ پس بے شک جس شخص کی صبح اس حال سے ہوئی کہ میدان جنگ اس کے پس پشت پر رہا تو وہی فتح مند ہوگا۔ عبداللہ یہ کہہ کر انتقال کرگئے۔

اسود نے یہ پیام حضرت علیؓ تک پہنچایا۔ آپؓ نے سن کر ارشاد کیا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ زندگی میں ہمارے مخالفین سے لڑتا رہا اور مرنے کے بعد وصیت کرگیا۔ غرض تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ یہ رات جمعہ کی تھی۔ اس کو لیلتہ الہریر کہتے ہیں۔ تمام شب حضرت علیؓ صفوف لشکر میں چکر لگاتے اور سواروں پیادوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور لڑائی جس عنوان سے جاری ہوئی تھی اسی طرح جاری رہی۔ اشتر بدستور میمنہ میں اور ابن عباس میسرہ میں تھے اور پورا لشکر چاروں طرف سے سمٹ کر مجموعی قوت سے جنگ کررہا تھا اور یہ دن جمعہ کا تھا۔ دوپہر ڈھلے اشتر نے علم حیان بن ہوذہ نخعی کے سپرد کیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر سواروں کی طرف سے گیا۔ اہل شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ایک گروہ کثیر جان دینے اور لینے پر مستعد ہوگیا۔ چنانچہ اشتر ان کو لئے ہوئے اپنے مورچے پر آیا اور نعرہ تکبیر مار کر ایک قوی حملہ کیا جس سے لشکر شام کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اشتر مع اپنی رکاب کی فوج کے لڑتا ہوا شامیوں کی لشکر گاہوں تک پہنچ گیا۔ ان کے علم بردار کو مار ڈالا۔ حضرت علیؓ نے اشتر کو فتح یاب ہوتے دیکھ کر پیہم مدد بھیجنا شروع کی۔

عمرو بن العاصؓ کو اشتر کے حملے سے اضطراب پیدا ہوا اور اپنے ہمراہیوں کے کشت و خون سے ڈر کر حضرت امیر معاویہؓ سے کہا "کیا دیکھتے ہو۔ تمہارے ہاتھ میدان نہ آئے گا۔ لوگوں کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن شریف ہے۔ اگر اس کو وہ لوگ منظور کرلیں تو سردست لڑائی بند ہوجائے

Marfat.com

گی۔ کشت و خون سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔" چنانچہ مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے۔ حضرت علیؓ کے ہمراہی بولے ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے للکارا' اے اللہ کے بندو! اپنے حق کے حاصل کرنے کو بڑھو اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں تامل نہ کرو کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ ابن ابی معیط حبیب' ابن ابی سرح اور ضحاک' نہ دین دار ہیں اور نہ عامل بالقرآن اور نہ صاحب ایمان' ہم ان کی حالت سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم اور یہ لڑکپن سے بڑے ہونے کے بعد تک ایک ہی صحبت میں رہے ہیں۔ لڑکپن میں یہ لوگ نہایت شریر لڑکوں سے تھے اور سن شعور پر پہنچ کر بھی بے حد شریر آدمیوں سے ہوئے۔ افسوس ہے' لوگ اس کو کیوں نہ سمجھتے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو براہ مکروفریب درمیان میں لاتے ہیں۔" لوگوں نے کہا "یہ ناممکن ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور اس کو منظور نہ کریں۔" حضرت علیؓ نے ارشاد کیا "ہم ان لوگوں سے اسی لئے لڑتے ہیں کہ کتاب اللہ پر عمل کریں کیونکہ انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔"

مسعر بن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی مع ان لوگوں کے جو بعد کو فرقہ خارجی میں داخل ہوگیا تھا بولا "اے علیؓ کتاب اللہ کو قبول و منظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو ابن عفان کے ساتھ ہم نے کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہوا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو۔" مسعر وغیرہ نے جواب دیا "آپ اشتر کو بلوایئے اور اس کو لڑائی سے روک دیجئے۔" حضرت علیؓ نے یزید بن ہانی کو اشتر کے بلانے کو بھیجا اشتر نے کہلا بھیجا "یہ وقت میری طلبی کا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں موقع جنگ سے ہٹایا جاؤں۔ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت عنایت فرمائے گا۔" یزید نے یوں ہی یہ پیام پہنچایا۔ مسعر کے ہمراہیوں نے شور و غل مچانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ "بے شک تم ہی نے اشتر کو جنگ کا حکم دیا ہے' بہتر ہے کہ اس کو جلد بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کردیں گے۔"

حضرت علیؓ نے یزید کو جھڑک کر کہا "جا اشتر سے کہہ دے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو میرے پاس آجائے کیونکہ فساد کا دروازہ کھلا چاہتا ہے۔ اشتر نے دریافت کیا' کیا قرآن شریف کے اٹھانے سے؟ یزید نے جواب دیا ہاں' اشتر بولا مجھے اس کا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لوگوں

Marfat.com

میں اختلاف پڑ جائے گا اور اتفاق و اتحاد کا خاتمہ ہوجائے گا' میں کس طرح جنگ چھوڑ کر واپس چلوں' اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح حاصل ہوا چاہتی ہے۔" یزید نے کہا' کیا تم یہ دوست رکھتے ہو کہ تم فتح یاب ہوجاؤ اور حضرت علیؓ دشمنوں کے حوالے ہوجائیں یا شہید کر ڈالے جائیں۔ اشتر یہ سنتے ہی مسعر وغیرہ کے پاس چلے آئے اور ان سے مخاطب ہوکر کہا "اے اہل عراق! بڑے افسوس کا مقام ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں پر غالب کیا اس وقت تم لوگ اہل شام کے فریب میں آگئے۔ تم لوگ مجھے دو چار گھنٹے کی مہلت دو' مجھے اپنی کامیابی کا یقین کامل ہے' ان لوگوں نے مہلت نہ دی۔ اشتر نے دوبارہ مہلت طلب کی۔ اس پر ان لوگوں نے جھلا کر کہا "اے اشتر کیا تو ہم کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کو بلاتا ہے؟" اشتر نے جواب دیا "افسوس تم کو ان لوگوں نے فریب دیا اور تم ان کے دام مکر میں آگئے۔" اس فقرے سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہوگئی' ایک دوسرے کو سخت سست و کلمات کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آگئی۔ عجب نہ تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی' لیکن حضرت علیؓ کے ڈانٹنے سے شور و غل فرو ہوگیا۔

اب اس وقت لڑائی بند ہوگئی تھی۔ چاروں طرف سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا۔ سوائے آہ و زاری کے نہ تو ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی اور نہ للکارنے اور رجز کی صدا کانوں تک پہنچتی تھی۔ اتنے میں اشعث بن قیس نے بڑھ کر عرض کی "امیرالمومنینؓ! لوگ اس امر پر راضی ہوگئے جس کی طرف بلائے گئے (یعنی قرآن کو انہوں نے حکم مان لیا۔) اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جاؤں اور ان سے ان کے منشاء دلی کو دریافت کروں۔" آپ نے اجازت دی۔ اشعث حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ دریافت کیا تم نے کس غرض سے قرآن شریف کو اٹھایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا تاکہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں' تم اپنی طرف سے ایک شخص کو منتخب کرو اور ہم اپنی طرف سے۔ اور ان دونوں آدمیوں سے حلف لیا جائے کہ کتاب اللہ کے موافق وہ فیصلہ کریں گے۔ بعد ازاں جو وہ فیصلہ کریں اس پر ہم اور تم دونوں راضی ہوجائیں۔ اشعث حضرت امیر معاویہؓ کے پاس سے اٹھ آئے۔

حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور حضرت امیر معاویہؓ کا پیام پہنچایا۔ حاضرین نے کہا ہم بھی اس امر پر راضی ہیں اور اس فیصلے کو قبول کرتے ہیں۔ اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاصؓ کو منتخب کیا۔ اشعث اور ان لوگوں نے جو بعد میں خارجی ہوگئے تھے ابوموسیٰ

اشعری کو منتخب کیا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد کیا "میں اس انتخاب سے راضی نہیں ہوں۔" اشعث یزید بن الحصین، مسعر بن فدک متفق اللکلمہ ہوکر بولے "ہم تو انہیں کو انتخاب کرتے ہیں۔ دوسرے کو اپنی طرف سے ہم حکم نہ بنائیں گے۔" حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اس کو ثقہ نہیں سمجھتا۔ اس نے میری رفاقت ترک کردی، لوگوں کو میرے ساتھ واقعہ جمل میں جانے سے روکا، مجھ سے متنفر ہوکر بھاگا۔ پھر بھی میں نے ایک ماہ بعد اس کو امن دی۔ میں اس کو ہرگز حکم نہ بناؤں گا۔ البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے منتخب کرسکتا ہوں۔" اشعث اور اس کے ہمراہی کہنے لگے، ابن عباس تمہارے عزیز ہیں ہم ان کو حکم نہ بنائیں گے۔ ہم ایسے شخص کو حکم مقرر کرنا چاہتے ہیں، جس کا تعلق تمہارے اور حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ یکساں ہو۔ حضرت علیؓ بولے، اچھا اشتر تو میرا عزیز نہیں ہے۔ اشعث نے کہا، کیا اشتر کے سوا روئے زمین کوئی شخص نہیں ملتا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا پھر کیا ابو موسیٰ کے سوا اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے۔ اشعث اور ان کے ہمراہی کہنے لگے نہیں! اس کو رسولؐ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی اور اشتر اس سے محروم ہے۔

حضرت علیؓ ان کی مباحث سے تنگ ہوگئے، مجبور ہوکر ارشاد کیا، اچھا اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو۔ الغرض حاضرین نے ابو موسیٰ کو بلوایا، ابو موسیٰ نے اسوقت لڑائی موقف کردی تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ ابو موسیٰ بولے الحمدللہ۔ پھر کہا گیا کہ تم حکم مقرر کیے گئے۔ اس پر ابو موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور لشکر کی طرف آئے۔ احنف بن قیس نے امیرالمومنینؓ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بھی موسیٰ کے ساتھ حکم بنایئے۔ لیکن لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

علیؓ ابن ابی طالب کے لشکر میں قصہ یہ پیش تھا کہ عمرو بن العاصؓ حضرت علیؓ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔ کاتب نے بسم اللہ کے بعد لکھا ھذا ما تقضی علیہ امیرالمومنین۔ عمرو بن العاصؓ نے جھٹ قلم پکڑ لیا۔ کہنے لگا، یہ ہمارے امیر نہیں ہیں تمہارے امیر ہوں تو ہوں۔"

احنف: اس لفظ کو محو نہ کرو، مجھے اس کے محو کرنے سے بدفالی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

اشعث: امیرالمومنین کا لفظ ضرور محو کردو۔

امیرالمومنینؓ: اللہ اکبر۔ صلح حدیبیہ میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا، کفار نے آنحضرتؐ کے اسم مبارک کے ساتھ رسولؐ اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔ کیوں عمرو بن العاص اس واقعہ میں بھی

Marfat.com

تم ایسا ہی چاہتے ہو؟

عمرو بن العاصؓ: سبحان اللہ، آپ کفار سے ہماری تشبیہ دیتے ہیں، حالانکہ ہم مومن ہیں۔

امیرالمومنینؓ: اے ابن النابغہ تو کب فاسقین کا ولی اور مومنین کا دشمن نہ تھا۔

عمرو بن العاصؓ: خدا کرے آج کے بعد پھر تمہاری صورت دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔

امیرالمومنینؓ: میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مجلس تجھ سے اور تجھ ایسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے۔ عمرو بن العاصؓ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور کاتب نے لکھنا شروع کیا:

"یہ تحریر ہے جس کو علیؓ ابی طالب اور حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرارنامہ لکھا ہے، علیؓ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے ہمراہ تھے حکم مقرر کیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں، اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرا کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے اس کو جس نے اس کو زندہ کیا اور ماریں گے اس کو جس کو اس نے مارا ہے۔ پس جو کچھ حکمیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں۔ اور وہ حکم ابوموسیٰ، عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاصؓ ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں۔"

حکمین نے بعد تحریر اقرار نامہ حضرت علیؓ، امیرمعاویہؓ بن ابی سفیان اور ان کے لشکریوں سے اس امر کا عہدوپیمان لیا کہ حکمین کو ان کی جانوں اور اہل و عیال کو امن دیا جائے اور امت مرحومہ پر یہ فرض ہے کہ جو فیصلہ کریں اس کے نفاذ پر اعانت و مدد کرے اور حکمین پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناصر سمجھ کر صحیح صحیح کتاب اللہ کے موجب فیصلہ کریں اور امت مرحومہ کو لڑائی و فساد اور تفرقہ میں نہ ڈالیں۔ اگرچہ معیاد فیصلہ کی

Marfat.com

رمضان تک ہے لیکن حکمین کو اختیار ہے کہ اس کے بعد جب چاہیں فیصلہ کریں اور مقام فیصلہ ایسا ہو کہ جو مابین اہل کوفہ و اہل شام کے نصف پر واقع ہو۔

ان شرائط کے طے ہوجانے پر اہل شام کے سربر آوردہ لوگوں نے دستخط کئے' لیکن اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ اشعث مصر ہوئے۔ اشتر نے سختی سے جواب دینا شروع کیا' دونوں آدمیوں میں سخت گفتگو ہونے لگی۔ یہ وثیقہ صفر 37ھ کو لکھا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علیؓ مقام دومتہ الجندل یا اذرح میں حکمین کے پاس وقت فیصلہ ماہ رمضان میں موجود رہیں۔

اس وثیقہ کی تحریر کے بعد چند لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان کو جنگ کرنے کی رائے دی۔ آپ نے فرمایا صلح کے بعد جنگ کرنا' اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے۔ لوگ یہ جواب سن کر خاموش ہوگئے۔ فریقین صفین سے واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ صفین سے مع اپنے لشکر کے کوفہ روانہ ہوئے حروریہ نے واپسی سے اختلاف کیا' تقرر حکمین سے بیزاری ظاہر کی اور حضرت علیؓ سے علیحدہ ہوکر دوسری راہ کو اختیار کیا۔ اثناء راہ میں حضرت علیؓ کی خباب بن الارت کی قبر پر نگاہ پڑی' آپ نے فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ خباب بن الارت کی قبر ہے' جن کا آپ کی روانگی کے بعد انتقال ہوا۔ حضرت علیؓ یہ سن کر ٹھہر گئے اور ان کے حق میں دعا کی۔ بعدازاں روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک مکان سے رونے کی آواز سنائی دی۔ استفسار سے معلوم ہوا کہ مقتولین کے ورثاء رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو لوگ میرے ساتھ صفین میں کام آئے' شہید ہوئے۔ غرض لوگوں کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے قصر خلافت میں داخل ہوئے۔

خوارج آپ سے علیحدہ ہوکر حروراء کی طرف آئے جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور وہیں بارہ ہزار کی جمیت سے قیام کیا۔ امیر جنگ شبت بن عمرا تمیمی اور عبداللہ بن الکوا یشکری کو امام نماز مقرر کیا گیا۔ پھر منادی نے ندا کی کہ بیعت اللہ عزوجل کی ہے' نیک کاموں کا حکم کرنا برے کاموں سے بچانا فرض ہے۔ فتح کے بعد شوریٰ سے کل کام انجام دیا جائے گا۔ حامیان امیرالمومنینؓ نے کہا کہ ہماری گردنوں میں حضرت علیؓ کی بیعت ہے۔ جس کے وہ دوست ہوں گے ہم بھی اس کے دوست ہوں گے جس کے وہ مخالف ہوں گے ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ خوارج بولے "کیا خوب! تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی جس

Marfat.com

سے تم پر فرض یہ ہوگیا کہ جس کے وہ دوست ہوں تم بھی اس کے دوست ہو اور جس کے وہ دشمن ہوں تم بھی اس کی دشمنی کرو؟ اور اہل شام نے جس کو دوست رکھا اس کی بیعت کی۔ پس ہمارے نزدیک تم دونوں حق سے منزلوں دور ہو۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کردی کہ جب تک میں نہ آؤں اس وقت تک اعتراضات کے جوابات دینے میں عجلت نہ کرنا۔ لیکن عبداللہ بن عباس جس وقت خوارج کے پاس پہنچے اور خوارج نے اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کئے' ان سے صبر نہ ہوسکا بول پڑے' تم لوگ تقرر حکم پر کیوں حرف گیری کرتے ہو۔ اللہ جل شانہ نے جب تقرر کا حکم زوجین (میاں اور بیوی) میں بحالت منازعت حکم دیا ہے تو امت مرحومہ کے نزاعات میں حکم مقرر کرنا بہت زیادہ مناسب ہے۔ حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے آپ نے خوارج سے خطاب کرکے ارشاد کیا' تمہارا مشیر اور سردار کون ہے۔ خوارج نے جواب دیا' ابن لکواء۔ آپ نے فرمایا' بیعت کر کے پھر اس سے خروج کرنے کا کیا سبب ہے۔ خوارج نے کہا جنگ میں تمہارے بے جا تحکم کی وجہ سے۔ آپ نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ وہ میری رائے نہ تھی بلکہ تمہاری رائے تھی۔ بایں ہمہ میں نے حکمین سے یہ عہد لیا ہے کہ قرآن شریف کے مطابق فیصلہ کریں گے اور ہم ان کے فیصلے سے بری اور بیزار ہیں۔ خوارج بولے مسلمانوں کی خونریزی میں حکم مقرر کرنے کے کیا معنی اور اس میں حکم مقرر کرنا عدل ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن شریف کو حکم بنایا ہے' مگر وہ بولتا نہیں ہے۔ بولنے والے آدمی ہی ہیں۔ اس پر خوارج نے مدت مقرر کرنے کا اعتراض پیش کیا۔ امیرالمومنین نے ارشاد کیا اس وجہ سے کہ شاید اللہ تعالیٰ زمانہ صلح میں امت مرحومہ کا اختلاف باہمی دفع کردے۔ خوارج کے دل کو اس تقریر سے ایک گونہ تسکین ہوگئی اور انہوں نے حضرت علیؓ کی رائے سردست پسند کرلی۔ آپ نے پھر ان کو مخاطب ہوکر فرمایا چلو شہر میں قیام کرو۔ چھ مہینے تک ٹھہرے رہنا۔ جب مال و اسباب جمع ہوجائے گا تو پھر اپنے دشمنوں کی طرف خروج کریں گے۔ چنانچہ سب کے سب حضرت علیؓ کے ساتھ شہر میں داخل ہوگئے۔

جس وقت معیاد مقررہ قریب اختتام کو پہنچی اور حکمین کے جمع ہونے کا وقت آیا تو حضرت علیؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو چارسو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ شریح بن ہانی الحارثی کو

Marfat.com

ان کی سرداری پر اور عبداللہ بن عباس کو امامت پر مامور فرمایا۔ روانگی کے وقت شریح بن ہانی سے ارشاد کیا کہ عمرو بن العاصؓ سے میری طرف سے کہہ دینا کہ راستی اختیار کرو' ایک نہ ایک دن تم کو مرنا ہے اور احکم الحاکمین کے روبرو جانا ہے۔ پس جب شریح نے عمرو بن العاصؓ کو حضرت علیؓ کا پیام پہنچایا تو عمرو بن العاصؓ غصہ سے سرخ ہوکر بولے تم کو مجھے مشورہ دینے کا کیا حق ہے۔ شریح نے جواب دیا تجھ کو کون امر سید المسلمین امیرالمومنینؓ کی نصیحت قبول کرنے سے روک رہا ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے اس کا درشتی سے جواب دیا اور ان کی نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی اور اپنی رائے پر عمل کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے چار سو شامی کی جمیت سے عمرو بن العاصؓ کو روانہ کیا تھا۔

حکمین نے مع اپنے ساتھیوں کے مقام اذرج (مضافات دومتہ الجندل) میں قیام اختیار کیا۔ عمرو بن العاصؓ کے ہمراہی' ہمراہیان ابن عباس سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے۔ جب کبھی حضرت امیر معاویہؓ کا خط آتا تو عمرو بن العاصؓ سے اس کے مضامین کو دریافت نہ کرتے تھے۔ لیکن اہل عراق ابن عباس سے حضرت علیؓ کے خطوط کے مضامین کو پوچھتے اور بایں ہمہ ان کو اخفائے مضامین کے ساتھ متہم بھی کرتے تھے۔ حکمین کے ساتھ مجلس حکم میں عبداللہ بن عمر' عبدالرحمٰن بن ابی بکر' عبداللہ بن زبیر' عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام' عبدالرحمٰن بن عبدا یغوث زہری' ابو جہم بن حذیفہ عدوی' مغیرہ بن شعبہ' سعد بن ابی وقاص موجود تھے (مؤرخین نے سعد بن ابی وقاص کی حاضری میں اختلاف کیا ہے۔)

عمرو بن العاصؓ نے کہا اے ابو موسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمانؓ ظلماً" شہید کئے گئے اور حضرت امیر معاویہؓ ان کے ایک جدی ولی اور وارث ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا ہاں۔ پھر عمرو بن العاصؓ بولے۔ پس کون امر تم کو ان کی خلافت سے روکتا ہے' حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو اگرچہ سابق السلام نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا مادہ بہت زیادہ ہے اور وہ ام المومنین ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں۔ اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اور مدتوں رسولؐ اللہ کے کاتب رہے ہیں اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر تم میری رائے سے موافقت کرو گے اور حضرت امیر معاویہؓ کو امارت کی کرسی پر متمکن کرو گے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو فوراً" دی جائے گی۔

ابو موسیٰ اے کہا عمرو اللہ سے ڈرو اور یہ جان رکھو کہ امارت و خلافت' سیاست و ملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آل ابرہہ بن الصباح زیادہ مستحق تھے' بلکہ

Marfat.com

دین داری، تقویٰ و ایمانداری کے لحاظ سے امیر و خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو بھی حضرت علیؓ ابن ابی طالب اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت امیر معاویہؓ خون عثمانؓ کے طالب ہیں اس وجہ سے ان کو امارت دی جائے تو میں اس کو بھی نہیں پسند کرتا کہ مہاجرین سابقین اسلام کو چھوڑ کر امارت حضرت امیر معاویہؓ کو دی جائے اور تمہارا یہ کہنا کہ اگر حضرت امیر معاویہؓ کو امیر بناؤ گے تو تم کو حکومت دی جائے تو اس کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ واللہ اگر معاویہؓ مجھ کو اپنی کل حکومت و سلطنت دینے کو کہیں تو بھی میں ہرگز اس کو امیر خلیفہ نہ بناؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا۔ بہتر ہوگا کہ عبداللہ بن عمر کو حاکم بناؤ۔

عمرو بن العاصؓ: تم کو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت و صلاحیت و فضیلت سے بخوبی واقف ہو۔

ابو موسیٰ: تمہار لڑکا نیک اور سچا تھا۔ لیکن تم نے اس کو بھی تو فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

عمرو بن العاصؓ: یہ کام ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہیے کہ جس کے دانت نہ ہوں جس سے وہ کھاتا پیتا ہو۔

ابو موسیٰ اور عمرو بن العاصؓ میں اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی عبداللہ بن عمر خاموش، سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ عبداللہ بن الزبیر ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ابن الزبیر منشاء گفتگو سمجھ گئے۔ عبداللہ بن عمر کو ذرا چونکا دیا، ابن عمر چلا اٹھے واللہ میں اس معاملے میں رشوت ہرگز نہ لوں گا۔ ابو موسیٰ نے کہا، اے ابن العاص عرب نے بعد جدال و قتال اپنی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پھر فتنے میں نہ ڈالو۔

عمرو بن العاصؓ: تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو تمہارا مقصد کیا ہے۔

ابو موسیٰ: میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کو ہم معزول کردیں اور اس کام کو عام مسلمانوں کے سپرد کردیں جس کو وہ چاہیں مشورہ کرکے امیر مقرر کریں۔

عمرو بن العاصؓ نے بہت خوشی سے اس کی رائے کو پسند کیا۔ دونوں آدمی ایک ساتھ باہر آئے ایک جم غفیر فیصلہ سننے کو موجود تھا۔ عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰ سے کہا چونکہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اور آپ نے اتفاق کیا

Marfat.com

ہے۔ ابو موسیٰ دنیا کے داؤ پیچ سے واقف نہ تھے' سادگی کے ساتھ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "ہم لوگ ایسے امر پر متفق ہوئے ہیں' عجب نہیں کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ امت مرحومہ میں صلح کرادے۔ ابوموسیٰ اس قدر کہنے پائے تھے کہ ابن عباس نے قطع کلام کرکے کہا "واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تمہیں دھوکہ دیا جائے گا۔ اگر فی الواقع تم لوگوں نے کسی امر پر اتفاق کرلیا ہے تو اسی کو (یعنی عمرو بن العاصؓ کو) پہلے تقریر کرنے دو۔" ابوموسیٰ نے کچھ توجہ نہ کی' ابن عباس خاموش ہوگئے' اور ابوموسیٰ بولے "اے لوگو ہم نے بہت غور و غوص کیا لیکن سواء اس کے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ہم اور عمرو بن العاصؓ دونوں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کردیں اور مسلمانوں کو اختیار دیں جس کو چاہیں متفق ہوکر خلیفہ بنائیں۔ چنانچہ میں نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کردیا۔ پس تم جس کو لائق سمجھو اس کو خلیفہ بناؤ۔" اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہوکر کہا "حاضرین جلسہ تم لوگ گواہ رہنا (ابو موسیٰ کی طرف اشارہ کرکے) اس شخص نے اپنے رفیق (علیؓ) کو معزول کردیا ہے اور بے شک میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے معزول کیا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول نہیں کرتا اور اسی کو امیرالمومنین تسلیم کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمانؓ ابن عفان مظلوم کا ولی ہے اور وہ اس کا قائم مقام ہونے کا مستحق ہے۔

ابن عباس اور سعد' ابو موسیٰ کو ملامت کرنے لگے۔ ابوموسیٰ نے معذرت کی' "میں کیا کروں مجھے عمرو بن العاصؓ نے دھوکہ دیا۔ اقرار کرکے مکر گیا۔" پھر عمرو بن العاصؓ سے مخاطب ہوکر کہا "اللہ تجھے ہدایت دے کہ تو نے مجھ سے اقرار کرکے بدعہدی کی۔" شریح بن ہانی نے عمرو بن العاصؓ پر تلوار چلائی۔ عمرو بن العاص نے جواب ترکی بہ ترکی دیا لوگ درمیان میں پڑ گئے۔ قصہ طول نہ کھنچنے پایا' رفع دفع ہوگیا۔

ابو موسیٰ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو بن العاصؓ مع اہل شام' شام کی طرف سے واپس ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ سے کل ماجرا بیان کرکے خلافت سپرد کردی۔ ابن عباس اور شریح حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ نماز میں قنوت پڑھنے اور دعا کرنے لگے۔

Marfat.com

سولھواں باب

شہادت حضرت علیؓ (40ھ)

احمد بن ثابت نے اسحاق بن عیسیٰ کے ذریعہ ابو معشر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ جمعہ کے روز سترہ رمضان 40ھ میں شہید ہوئے۔ یہی واقدی کا قول ہے جیسا کہ حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی نقل نقل کیا ہے۔ ابو زید نے علی بن محمد کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کوفہ میں جمعہ کے روز گیارہ رمضان کو شہید ہوئے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ رمضان ختم ہونے میں سترہ روز باقی تھے اور ایک قول یہ کہ ربیع الآخر 40ھ میں شہید ہوئے۔

موسیٰ ابن عبدالرحمٰن المسروقی نے ابوعبدالرحمٰن الحرانی کے ذریعہ اسماعیل بن راشد کا بیان ذکر کیا ہے کہ ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر التیمی نے ایک جگہ جمع ہو کر معاملات پر غور و فکر کیا اور ان تینوں نے حکام کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی۔ اس کے بعد نہروان کے لوگوں (خارجی) کا ذکر کیا اور ان کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کی، اور بولے: "ہم ان لوگوں کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ لوگ ایسے بھائی تھے کہ جو لوگوں کو پروردگار کی طرف دعوت دیتے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کردیں اور ان اماموں کے پاس جائیں اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کریں (اماموں سے مراد حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص ہیں) اس طرح تمام علاقہ کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا اور ہم اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔"

اس پر ابن ملجم نے کہا، علیؓ ابن طالب سے تمہیں چھٹکارا میں دلاؤں گا۔ یہ ابن ملجم مصر کا باشندہ تھا۔ برک بن عبداللہ نے امیر معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لیا اور عمرو بن بکر نے عمروؓ بن العاص کے قتل کا۔ ان تینوں نے معاہدہ کیا کہ ہم تینوں میں سے کوئی بھی اپنے عہد سے پیچھے نہ ہٹے گا۔ یا تو اس شخص کو قتل کردے گا یا خود قتل ہوجائے گا۔ ان لوگوں نے اپنی

Marfat.com

تلواروں کو زہر میں بجھایا اور ان تینوں صحابہ کے قتل کے لئے سترہ رمضان متعین کی گئی اور اس کے بعد یہ تینوں ان تینوں روانہ ہوگئے۔

ابن ملجم المرادی کا شمار بنوکندہ میں ہوتا تھا۔ یہ شخص کوفہ پہنچا اور وہاں اپنے ہم قوم اور دوست احباب سے ملا لیکن اس راز کو اس نے سینہ میں چھپائے رکھا اور اپنی قوم اور دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تاکہ کہیں راز پہلے سے فاش نہ ہوجائے۔

ایک روز اس نے بنوتیم الرباب کے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے اپنے مقتولوں کا ذکر کررہے ہیں جو حضرت علیؓ نے جنگ نہروان میں ان کے دس افراد قتل کئے تھے۔ اسی روز تیم الرباب کی ایک عورت سے ملا جس کا نام قطام انبتہ الشجنہ تھا حضرت علیؓ نے نہروان کی جنگ میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ عورت حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھی ابن ملجم نے جب اسے دیکھا تو اپنی عقل کھو بیٹھا اور جس کام کے لئے آیا تھا وہ بھول گیا۔ اور اسے پیغام نکاح دیا۔

قطامہ نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کرسکتی جب تک تو میرے کلیجے کی آگ نہ بجھادے۔ ابن ملجم نے پوچھا وہ کس طرح۔ قطامہ نے جواب دیا تین ہزار درہم' ایک غلام اور علیؓ بن ابی طالب کا قتل۔

ابن ملجم: کیا یہ تیرا حق مہر ہوگا۔ کیونکہ تو نے علیؓ کے قتل کا بلاوجہ ذکر نہیں کیا ہے۔

قطامہ: ہاں یہ میرا مہر ہوگا۔ میں علیؓ کا سر چاہتی ہوں۔ اگر تو نے ایسا کیا تو اپنا اور میرا دونوں کا دل ٹھنڈا کرے گا اور عیش سے زندگی گزارے گا اور اگر تو قتل ہوگیا تو اللہ کے پاس جو اجر ہے وہ دنیا اور دنیا کی زینت سے بہت بہتر ہے۔

ابن ملجم: خدا کی قسم میں اس شہر میں علیؓ کے قتل کے لئے ہی آیا ہوں۔ میں تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔

قطامہ: میں یہ چاہتی ہوں کہ تیرے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو تیری پشت پناہی اور مدد کرسکے۔ اس کے بعد قطامہ نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک شخص کو جس کا نام وردان تھا طلب کیا۔ اس کے سامنے یہ منصوبہ رکھا۔ اس نے اسے قبول کیا۔

اس کے بعد ابن ملجم بنو اشجع کے ایک شخص کے پاس گیا جس کا نام شیب بن بجرہ تھا اور اس سے کہا کیا تو دنیا اور آخرت کی عزت و کرامت کا طلب گار ہے؟

شبیب: وہ کس طرح؟

Marfat.com

ابن ملجم: وہ عزت و شرافت علیؑ کو قتل کرکے حاصل ہو سکتی ہے۔
شبیب: تیری ماں تجھے روئے' تو نے بہت ہی بری بات زبان سے نکالی ہے۔ تو حضرت علیؑ پر کیسے قابو پاسکتا ہے؟
ابن ملجم: میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا۔ جس وقت حضرت علیؑ صبح کی نماز کے لئے نکلیں گے ہم ان پر حملہ کرکے اسے قتل کردیں گے۔ اس کے بعد اگر ہم بچ گئے تو ہمارے دل ٹھنڈے ہوجائیں گے اور ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ بھی لے لیں گے۔
شبیب: تجھ پر افسوس۔ اگر حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور شخص تیرا نشانہ ہوتا تو مجھے اتنا شاق نہ گزرتا۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسلام کی خاطر کتنے مصائب برداشت کئے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ساتھ دینے میں انہوں نے ہی سبقت کی ہے۔ میرا دل ان کے قتل پر مطمئن نہیں۔
ابن ملجم: تو یہ بات جانتا ہے کہ علیؑ نے اہل نہروان کو قتل کیا تھا۔
شبیب: کیوں نہیں؟
ابن ملجم: تو ہم ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔

اس بات پر شبیب نے ابن ملجم کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ سب مل کر قطامہ کے پاس پہنچے۔ وہ جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھی تھی۔ ان سب نے اس سے جاکر کہا ہم سب نے علیؑ کے قتل پر اتفاق کرلیا ہے۔
قطامہ نے کہا جس روز تم قتل کرنا چاہو اس روز میرے پاس آنا۔

جب اس جمعہ کی شب جس کی صبح کو حضرت علیؑ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا تو ابن ملجم قطامہ کے پاس پہنچا اور بولا' یہی وہ رات ہے جس کی صبح کو ہم لوگوں نے اپنے اپنے ساتھی کے قتل کا عہد کیا تھا۔

ان کے بعد قطامہ نے ریشم کی ایک پٹی منگوئی اور ان لوگوں کے سروں پر باندھ دی۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور اس کی چوکھٹ کے قریب بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علیؑ نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت علیؑ صبح کے وقت نماز کے لئے نکلے تو شبیب نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا' جو دروازے کی چوکھٹ یا طاق پر پڑا۔ ابن ملجم نے پیشانی پر وار کیا اور بھاگ کر اپنے گھر گھس گیا۔ اسی کے باپ کی اولاد میں سے ایک شخص اس کے گھر اچانک پہنچ گیا۔ وہ اپنے سینہ سے ریشم کی پٹی اتار رہا تھا۔ اس نے سوال

Marfat.com

کیا یہ تلوار اور ریشم کی پٹی کیسی ہے۔ وردانؓ نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ شخص اپنے گھر گیا اور تلوار لے کر آیا اور وردان کو قتل کردیا۔

شبیب اندھیرے میں بنوکندہ کے گھروں کی طرف چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے چلائے۔ راہ میں اسے حضر موت کا ایک شخص ملا جس کا نام عویمر تھا۔ جب اس نے شبیب کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو اسے پکڑ لیا اور حضرمی نے اسے نیچے گرا دیا۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ لوگ ادھر اس شخص کی تلاش میں دوڑے ہوئے آرہے ہیں تو حضرمی کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اس نے شبیب کو چھوڑ دیا اور شبیب لوگوں کے ساتھ شامل ہوگیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

ابن ملجم کو لوگوں نے گھیر کر پکڑ لیا اور ہمدان کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابوادماء تھی اپنی تلوار نکال کر ابن ملجم کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔

حضرت علیؓ زخمی ہوکر پیچھے ہٹے اور اپنی جگہ جعدۃ بن ہبیرۃ ابن ابی وہب کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا' قاتل کو میرے پاس لاؤ۔ قاتل حاضر کیا گیا آپؓ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کئے تھے؟

ابن ملجم: کیوں نہیں۔

حضرت علیؓ: پھر وہ آخر کیا شے ہے جس نے تجھے میرے قتل پر ابھارا؟

ابن ملجم: میں چالیس روز تک استخارہ کرتا رہا اور اللہ سے سوال کرتا رہا کہ اس کی مخلوق میں جو شخص بدترین خلائق ہو وہ قتل ہوجائے۔

حضرت علیؓ: تو میرا خیال ہے کہ وہ مقتول بھی تو اور تو ہی وہ بدترین خلائق ہے۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے پیش آنے سے قبل ایک روز ابن ملجم بنوبکر بن وائل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ یہ مرنے والا ابوحجار ابجر بن جابرالعجلی نصرانی تھا۔ عیسائی اس جنازے کے اردگرد تھے اور مرنے والے کی لوگوں کے دلوں میں نہایت عزت تھی' اس لئے سب لوگ جنازے کے ساتھ جارہے تھے' انہی میں شقیق بن ثور بھی تھا۔ ابن ملجم نے سوال کیا یہ کون لوگ ہیں اور کیا بات ہے۔ لوگوں نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اس پر بن ملجم نے اشعار پڑھے۔

محمد بن حنیفہ کا بیان ہے کہ جس صبح کو حضرت علیؓ کو زخمی کیا گیا میں اس رات جامع

Marfat.com

مسجد میں تمام رات نماز میں مشغول رہا اور دیگر لوگ بھی جو مصر کے باشندے تھے چوکھٹ کے قریب نمازوں میں مشغول رہے۔ ان لوگوں نے تمام رات قیام و رکوع اور سجدوں میں گزاری اور شروع رات سے آخر رات تک قطعاً" نہیں سوئے۔

جب صبح کے وقت حضرت علیؓ نماز کے لئے نکلے تو ان لوگوں کو آواز دی: نماز' نماز یعنی نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت علیؓ نے یہ کلمات چوکھٹ سے نکل کر کہے تھے یا چوکھٹ کے اندر کہے تھے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں نے ایک چمک دیکھی اور میں نے یہ الفاظ سنے' اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں' اور حکم کا اے علیؓ نہ تجھے اختیار ہے اور نہ تیرے ساتھیوں کو۔ میں نے ایک تلوار دیکھی۔ پھر دوسری تلوار دیکھی پھر حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم سے یہ شخص بچ کر نہ نکل جائے' اور لوگ اس پر ہر جانب سے ٹوٹ پڑے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ابن ملجم پکڑا گیا اور حضرت علیؓ کے روبرو پیش کیا گیا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ حضرت علیؓ فرما رہے تھے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ اگر میں مرجاؤں تو تم بھی اسے اسی طرح قتل کردینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں زندہ باقی رہ گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا۔

راوی کہتا ہے کہ لوگ گھبرائے ہوئے حضرت حسنؓ کے پاس پہنچے' انہیں مطلع کیا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جبکہ ابن ملجم کو باندھ کر لوگوں نے ان کے سامنے پیش کیا۔ ام کلثوم بنت علیؓ نے روتے ہوئے ابن ملجم سے مخاطب ہو کر کہا' اے اللہ کے دشمن' تو نے میرے باپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔

جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' اے امیرالمومنینؓ اگر آپ ہم سے روپوش ہوجائیں اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو تو کیا ہم حضرت حسنؓ سے بیعت کرلیں؟

حضرت علیؓ نے فرمایا نہ تمہیں میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں' تم لوگ زیادہ مناسب سمجھ سکتے ہو۔ جندب نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلوایا اور ان سے فرمایا:

> میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم دونوں دنیا کو ہرگز تلاش نہ کرنا۔ خواہ دنیا تم سے بغاوت کیوں نہ کرے اور جو شے تم سے ہٹا دی جائے اس پر رونا نہیں۔ ہمیشہ حق بات کہنا۔

Marfat.com

یتیموں پر رحم کرنا۔ پریشان کی مدد کرنا۔ آخر کی تیاری میں مصروف رہنا۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کرنے سے نہ گھبرانا۔

پھر محمد بن حنیفہ کی جانب دیکھ کر فرمایا' میں نے تیرے بھائیوں کو جو نصیحت کی ہے تو نے اسے سن کر محفوظ کرلیا؟ محمد نے عرض کیا ہاں جی۔ آپؑ نے محمد سے مخاطب ہوکر کہا۔

میں تجھے بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تیرے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی عزت و توقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو ان کا تیرے ذمہ ہے۔ ان دونوں کے حکم کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔

اس کے بعد حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے فرمایا:

میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہار باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر خاص طور پر حضرت حسنؑ سے مخاطب ہوکر انہیں نصیحت فرمائی:

اے میرے بیٹے تیرے لئے میری وصیت یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرنا' نماز وقت پر ادا کرنا' زکوٰۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا اور وضو اچھی طرح کرنا کیونکہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور زکوٰۃ روکنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا' غصہ پینا' صلہ رحمی کرنا۔ جاہلوں سے بردباری سے کام لینا۔ دین میں تفقہ حاصل کرنا۔ ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا۔ قرآن کو لازم پکڑے رہنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور برائیوں سے بچنا۔

جب وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو نصیحت فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو علیؑ بن ابی طالب

نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں۔ خواہ یہ بات مشرکوں کو بری ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔

اے حسنؑ میں تجھے اور اپنی اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پرودگار ہے، اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام کی حالت میں جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوط تھام لو اور باہم متفرق نہ ہوجاؤ۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ باہم ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور ان کی اصطلاح کرنا۔ نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے کہ تم لوگ اپنے تمام رشتے داروں کے ساتھ سلوک کرو۔ اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ نہ تو انہیں اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں نہ تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ڈرو۔ کیونکہ تمہارے نبی ﷺ کی نصیحت ہے۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہتے حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہوگیا کہ کہیں آپؐ پڑوسیوں کو وارث نہ بنا دیں۔

قرآن کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ کہیں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اغیار تم سے سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے، تم اپنے پروردگار کے گھر (مسجد) کے معاملہ میں بھی اللہ سے

ڈرو۔ اللہ سے ڈرو اور کسی وقت بھی جب تم زندہ ہو اسے خالی نہ چھوڑو کیونکہ اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو وہاں کوئی نظر نہ آئے گا۔ اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو - اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ اپنے نبیؐ کی ذمہ داری کے لئے بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ رسولؐ اللہ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ انہیں اپنی روزیوں اور کھانے میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو' دین کے معاملہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا تو اللہ تمہیں کافی ہوگا۔ لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا۔ ہے امربالمعروف اور نہی عن المنکر ترک نہ کرو۔ اگر تم اسے ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو حاکم بنا دے گا۔ پھر تم دعا کرو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ صلہ رحمی کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ پشت دکھانے' قطع رحمی اور تفرقہ اندازی سے احتراز کرو۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری' تمہارے اہل بیت کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریمؐ کی تم میں حفاظت کی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ پڑھنے میں مشغول رہے حتیٰ کہ طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔ آپؑ کو آپؑ کے بیٹوں حسنؑ اور عبداللہؓ بن جعفرؓ نے غسل دیا۔ تین کپڑوں

میں آپ کو کفن دیا گیا جس میں قمیض نہ تھی اور حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ میں نو تکبیریں کہیں۔ پھر چھ ماہ تک حضرت حسنؓ والی رہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو قاتل کے مثلہ سے منع فرمایا اور پھر فرمایا:

> اے بنی عبدالمطلب کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا نہ دینا۔ اور یہ کہتے پھرو کہ امیرالمومنین قتل کردیئے گئے ہیں۔ سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ اے حسنؓ اگر میں اس کے وار سے مرجاؤں تو قاتل کو ایک ہی وار سے ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہی ہونا چاہیے۔ اور اس شخص کا مثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے احتراز کرو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

جب حضرت علیؓ وفات پا گئے تو حضرت حسنؓ نے ابن ملجم کو طلب کیا۔ ابن ملجم نے حضرت حسنؓ سے کہا کیا تم ایک اچھا کام کرنے پر آمادہ ہو اور وہ یہ کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں اسے ضرور پورا کروں گا۔ وہ عہد میں نے حطیم کے قریب کیا تھا کہ میں علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا۔ اگر تم یہ پسند کرتے ہو تو مجھے معاویہؓ کو ختم کرنے کے لئے چھوڑ دو اور میں تجھ سے اللہ کے نام پر عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اسے قتل نہ کروں یا اسے قتل کر کے زندہ بچ جاؤں تو تیرے پاس آکر تیرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔

حضرت حسنؓ نے کہا' میں اس کام کے لئے تجھے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا کہ تو آگ کو اور بھڑکا دے۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے اسے آگے بڑھ کر قتل کردیا۔ پھر لوگ اس کی لاش کو چپٹ گئے اور اس کی بوٹیاں کر کے آگ میں ڈال دیا۔

جس رات حضرت علیؓ پر وار کیا گیا اسی رات برک بن عبداللہ امیر معاویہؓ کے قتل کے لئے گھات میں بیٹھا تھا۔ جب امیر معاویہؓ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے نکلے تو ان پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس کا وار ان کے کولھوں پر پڑا۔ امیر معاویہؓ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا۔ قاتل نے کہا' میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جس کے سننے پر آپ خوش ہوجائیں گے اور اگر میں آپ سے خبر بیان کردوں گا تو آپ کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

امیر معاویہؓ نے فرمایا' اچھا وہ خبر بیان کرو۔

Marfat.com

برک نے جواب دیا کہ آج میرے بھائی نے علیؓ کو قتل کردیا ہوگا۔
امیرمعاویہؓ: کاش تیرا بھائی ان پر قدرت نہ پاسکے۔
برک: کیوں نہیں۔ اس لئے کہ علیؓ جب باہر نکلتے ہیں تو ان کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا۔
امیرمعاویہؓ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ قتل کردیا گیا۔

اس کے بعد امیرمعاویہؓ نے ساعدی کو طلب کیا۔ یہ ایک طبیب تھا۔ اس نے جب حضرت امیرمعاویہؓ کے زخم کو دیکھا تو کہا اے امیر تم دو باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو یا تو میں لوہا جلا کر اس زخم کی جگہ پر لگا دیتا ہوں یا آپ پسند کرلیں کہ میں آپ کو پینے کے لئے ایسا شربت دوں جس سے آئندہ آپ کے کوئی اولاد نہ ہو۔ کیونکہ تلوار زہر آلودہ تھی۔

امیرمعاویہؓ نے فرمایا' آگ تو میں برداشت نہیں کرسکتا۔ رہا اولاد نہ ہونا تو یزید اور عبد اللہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ طبیب نے امیرمعاویہؓ کو یہ شربت پلا دیا جس سے وہ شفایاب ہوگئے لیکن آئندہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

اس کے بعد امیرمعاویہؓ نے مسجد میں محرابیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ راتوں کو پہرہ دار متعین کئے اور جس وقت امیرمعاویہؓ سجدے میں جاتے تو پولیس کے آدمی ننگی تلواریں لئے ہوئے ان کی حفاظت کرتے۔

اسی رات عمرو بن بکر بھی عمروؓ بن العاص کی گھات میں بیٹھا رہا۔ لیکن صبح کو عمروؓ بن العاص نماز پڑھانے نہیں آئے کیونکہ ان کے پیٹ میں سخت تکلیف تھی۔ عمروؓ بن العاص نے خارجہؓ بن حذافہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ ان کے محافظ دستہ میں تھے اور بنوعامر بن لوی کے خاندان میں سے تھے۔ یہ نماز پڑھانے کے لئے نکلے۔ عمروبن برک نے انہیں عمروؓ بن العاص سمجھ کر حملہ کردیا اور انہیں قتل کردیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا عمروؓ بن العاص کے سامنے پیش کیا گیا۔ تمام لوگ عمروؓ بن العاص کو اسی طرح سلام کررہے تھے جیسے حاکم کو کیا جاتا ہے۔ عمرو بن برک نے پوچھا یہ کون شخص ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ عمروؓ بن العاص ہیں۔
عمرو بن برگ: پھر میں نے کسے قتل کیا ہے۔
لوگ: خارجہؓ بن حذافہ کو۔
عمرو بن برک: اے فاسق (یعنی عمروؓ بن العاص) خدا کی قسم میں نے تیرے علاوہ کسی کا ارادہ نہ کیا تھا۔

Marfat.com

عمروؓ بن العاص: ہاں تو نے میرا ارادہ ضرور کیا تھا لیکن اللہ نے خارجہ کا ارادہ کیا تھا۔

حضرت عائشہؓ کو جب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اس نے اپنی لاٹھی ٹیک دی اور جدائی کو قرار مل گیا جس طرح مسافر کی آنکھیں واپسی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اس کے بعد سوال کیا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا' بنومراد کے ایک شخص نے۔ انہوں نے اس پر دوسرا شعر کہاؔ

وہ دور تھا اس کی موت کی خبر ایک لڑکا لے کر آیا۔ افسوس کہ اس کے منہ میں مٹی کسی نے نہ بھر دی۔

اس پر حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ حضرت علیؓ کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں تو سب (واقعات) بھول گئی تھی۔ لیکن جب میں بھول جایا کروں تو تم یاد دلا دیا کرو۔

ان کے پاس حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سفیان بن عبد شمس بن ابی وقاص الزہری لے کر گئے تھے۔

ابن سنان القزار نے ابوعاصم' سکین بن عبدالعزیز حفص بن خالد کی سند سے ابو خالد بن جابر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ قتل کئے گئے تو حضرت حسنؓ خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔

> تم نے رات ایک شخص قتل کردیا ہے۔ ایسی رات جس میں قرآن نازل ہوا' جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے' جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت یوشع ابن نون شہید کئے گئے۔ خدا کی قسم جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ بھی علیؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے۔ خدا کی قسم رسولؐ اللہ انہیں لشکر دے کر روانہ فرماتے اور جبرئیل و میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے۔ خدا کی قسم نہ تو انہوں نے کچھ سونا چھوڑا ہے اور نہ کچھ چاندی چھوڑی ہے۔ صرف آٹھ سو یا سات سو درہم اپنے خادم کے لئے چھوڑے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

سترھواں باب

صلح حسنؑ (41ھ)

حضرت امام حسنؓ ایک راست باز آدمی تھے' پھوٹ اور اختلاف کی بات ان کو پسند نہ تھی' وہ باہمی اتفاق کے خواہاں تھے' غالب گمان یہ ہے کہ فتنے کی باتوں میں وہ اپنی طبیعت کے خلاف حصہ لیتے رہے۔ ان سے جہاں تک ہوسکا انہوں نے عہد عثمانی کی کش مکش کا مقابلہ کیا' نہ لوگوں کی طرح فتنہ و فساد کی باتیں کیں اور نہ شرارت بہت بڑھ جانے پر مخالفت کا ساتھ دیا۔ حضرت امام حسنؓ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھر دوڑتے ہوئے آئے اور خلیفہ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے لیکن اس کے باوجود خلیفہ شہید ہوئے اس لئے کہ باغی دیوار پر چڑھ کر گھر میں اتر آئے۔

جب حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے تو حضرت امام حسنؓ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ مدینہ میں رہیں اور نہ بیعت کے لئے پیش ہوں بلکہ اگر بیعت پیش بھی کی جائے تو قبول نہ کریں۔ اگر حضرت امام حسنؓ کے بس میں ہوتا تو وہ کنارہ کش صحابہ کی طرح اس کشمکش سے اپنے آپ کو دور رکھتے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ باپ کا ان پر حق ہے اس لئے ان کے ساتھ رہے اور تمام معرکوں میں باپ کا ساتھ دیا۔

حضرت امام حسنؓ کے دل سے حضرت عثمانؓ کا غم نہ نکل سکا۔ البتہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی اس لئے کہ وہ خود کو اس کا مستحق خیال نہیں کرتے تھے۔

تعلق نبویؐ کے پیش نظر حضرت علیؓ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور آپ کے ساتھی اس معاملے میں آپ ہی کی طرح دونوں پر خصوصی عنایت اور توجہ کی نظر رکھتے اور اپنے حسن سلوک سے نوازتے تھے۔

شہادت علیؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ نے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا اور نہ لوگوں سے اپنی بیعت کے لئے کہا۔ البتہ قیس بن سعد بن عبادہ نے آپ کی بیعت کی تحریک کی' لوگ

Marfat.com

اس پر رو پڑے اور اس کو منظور کرلیا۔ حضرت امام حسنؓ کو لایا گیا اور بیعت کے لئے بٹھایا گیا۔ بقول زہری حضرت امام حسنؓ اپنی بیعت کے موقع پر اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ اپنی شرط باربار دہراتے رہے کہ جس سے وہ لڑیں گے اس سے لڑنا ہوگا اور جس سے وہ صلح کریں گے اس سے صلح کرنا پڑے گی۔

بیعت کے بعد حضرت امام حسنؓ دو ماہ یا کچھ کم بیٹھے رہے' نہ لڑائی کا نام لیا نہ لڑائی کی تیاری کی کوئی بات ظاہر کی۔ تا آنکہ قیس بن سعد اور عبیداللہ بن عباسؓ نے زور دیا مکہ سے عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو جنگ پر آمادہ کرنے کا خط لکھا جس میں تاکید کی کہ اپنے باپ کی راہ چلنے کے لئے تیار ہوں' تب آپ لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے اور بارہ ہزار فوج جمع کی۔ قیس بن سعد کو افسر مقرر کیا اور عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے ساتھ کیا۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس فوج کا افسر اپنے عم زاد بھائی عبیداللہ بن عباسؓ کو بنایا اور ان کو ہدایت کی کہ قیس بن سعد اور سعید بن ہمدانی سے مشورہ لیا کریں۔

یہ فوج نکلی اور ان کے پیچھے حضرت امام حسنؓ بھی عراقیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ نکلے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو وہ جنگ کے ارادے سے نکلے ہیں' لیکن اندرونی طور پر اپنے مقربین اور مصاحبوں کے ذریعے صلح کا معاملہ ٹھیک کرنے میں مصروف ہوئے۔ جب مدائن پہنچے تو فوج میں بعض باتیں پہنچ چکی تھیں' پھر لوگوں میں ہیجان اور اضطراب پیدا ہوگیا۔ لوگ حضرت امام حسنؓ کے خیمے میں گھس پڑے اور ان کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آئے' یہاں تک کہ ان کا ساز و سامان لوٹ لیا۔ تب آپ نے مدائن کا رخ کیا۔

اس وقت ایک شخص نے آپ پر نیزے سے حملہ کیا۔ لیکن یہ وار مہلک نہیں تھا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حملہ آور آپ کے ساتھیوں میں سے تھا اور بعض کا خیال ہے کہ یہ کوئی خارجی تھا۔ حضرت امام حسنؓ زخم کے اچھا ہونے تک مدائن میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران میں مصالحت کی رفتار تیز کردی۔

تمام معاملات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا رخ اس وقت دین سے کہیں زیادہ دنیا کی طرف ہوگیا تھا' حضرت امام حسنؓ ان کے باپ اور ان کے جیسوں کی مختصر سی جماعت مسلمانوں کی اس نئی نسل میں ایک اجنبی کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ پھر اس چھوٹی سی جماعت میں کچھ تو وہ لوگ تھے جنہیں فتنہ و فساد ناگوار تھا اور وہ ماحول سے مایوس اپنا دین اپنے ساتھ لئے گوشہ نشین ہوگئے اور کچھ وہ تھے جن کا خیال تھا کہ نبی ﷺ کو

Marfat.com

دین کا یہ حکم نہیں ہے کہ خرابیوں سے بھرے ہوئے سماج سے اپنی ذات الگ کرلیں اور علیحدہ ہوجائیں۔ دین نے تو نبی ﷺ کو یہ تعلیم دی کہ لوگوں میں جو خرابیاں پیدا ہوگئیں ہیں ان کو دور کیا جائے' زندگی میں جو الجھاؤ اور پیچیدگیاں پڑ گئیں ہیں اس کو سلجھایا جائے۔

حضرت علیؓ اور آپ کے جیسوں کی مختصر اقلیت نے دیکھا کہ اللہ کا حکم جاری کرنے اور لوگوں کو حق پر آمادہ کرنے کا نبی کریمؐ نے ایک طریقہ بتایا ہے' پس وہ اسی پر گامزن ہوگئے اور وہی راہ چلنے لگے۔ پھر اس راہ میں جو کچھ بھی پیش آیا سب نے برداشت کیا۔ ہر قسم کی مصیبتیں آئیں' لڑائیوں کے معرکے رہے' نماز کے لئے نکل رہے تھے کہ قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔

اس کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہوا' عربوں کا مقابلہ دوسری قوموں سے ہوا۔ عرب ان کے ملک کے وارث بنے' ان کی تہذیب و تمدن سے آشنا ہوئے' ان کی زندگی کی خوبیوں اور خرابیوں کو ان کے تلخ و شیریں کو آزمایا۔ پس قدرتی بات تھی کہ اس صورت حال کا دو میں سے ایک انجام ہوا۔ یا تو غالب آنے والے فاتح اپنی قوت سے ان قوموں کو عرب بنالیں یا پھر مفتوح قومیں عرب فاتحین کو اپنا لیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عرب اپنی بہت سی باتوں سے دست بردار ہوگئے' انہوں نے اپنی سنت راشدہ سے روگردانی کی' وہ شاہی کی طرف چل پڑے' جس میں نبی ﷺ اور شیخین سے زیادہ انہوں نے قیصرو کسریٰ کی پیروی کی۔

طٰہٰ حسین کہتے ہیں کہ عراق کے رئیسوں اور سرداروں کا حضرت امیرمعاویہؓ سے تعلق حضرت علیؓ کے زمانے ہی سے تھا۔ وہ حضرت امیرمعاویہؓ سے رقمیں پاتے تھے اور ان کے لئے راستہ ہموار کرتے تھے۔ مزید یہ بھی پیش نظر رکھئے کہ حضرت امام حسنؑ کی بیعت کے بعد ہی عراقی سرداروں کی ایک جماعت حضرت امیرمعاویہؓ کے پاس پہنچی۔ اس میں بعض ایسے تھے کہ شام جاکر ٹھہرے اور بیعت کرلی اور پھر ان کو ساتھ لے کر عراق واپس ہوئے۔ اور کچھ عراقی ایسے تھے کہ جنہوں نے حضرت امیرمعاویہؓ کو خطوط لکھے کہ حضرت امام حسنؑ کا معاملہ بہت کمزور ہے اور ڈھیلا۔ لوگ ان سے اختلاف رکھتے ہیں' اور چاہتے ہیں کہ آپ بہت جلد عراق آجائیں۔ تب حضرت امیرمعاویہؓ نے کچھ حرج نہ سمجھا کہ اپنے شامی ساتھیوں سے عراق جانے کی اجازت مانگیں۔

اوروں کی طرح حضرت امیرمعاویہؓ بھی جانتے تھے کہ نبی کریمؐ کی نگاہ میں حضرت امام

Marfat.com

حسنؓ کا کیا درجہ ہے اور یہ کہ حضرت امام حسنؓ بھلائی کی طرف مائل اور برائی سے گریزاں ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی حضرت امام حسنؓ نے جندب بن عبداللہ ازدی کو یہ خط دے کر بھیجا کہ لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے آپ بھی کر لیجئے تو حضرت امیرمعاویہؓ نے اس کا نہایت نرم جواب دیا۔

حضرت امیرمعاویہؓ نے اپنے جواب میں لکھا کہ اگر انہیں اس بات کا یقین ہوتا کہ آپ میں انتظامی قابلیت زیادہ ہے اور لوگوں کو اچھی طرح کنٹرول میں رکھ سکیں گے' دشمن کے لئے بڑے مدبر اور مسلمانوں کے لئے بڑے محتاط ثابت ہوں گے' مالیات اور سیاسیات میں آپ کی مقدرت مجھ سے زیادہ ہے' تو میں منظور کرلیتا' اس لئے کہ آپ تمام خوبیوں کے اہل ہیں۔ آج پھر وہی نقشہ ہے جو نبی کریمؐ کی وفات کے بعد درپیش تھا۔ اہل بیت کا درجہ اتنا ہی بلند ہے اور ہر بزرگی کے مستحق بھی ہیں۔ لیکن غیر اہل بیت یعنی معاویہؓ خلافت کے اقتدار کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

حضرت امام حسنؓ نے کسی بزدلی یا تفرقے کے پیش نظر جنگ سے پہلو تہی نہیں کی' بلکہ ایک طرف تو وہ خونریزی پسند نہیں کرتے تھے اور دوسری طرف ان کو ساتھیوں پر بھروسہ نہ تھا' اور مدائن پہنچنے تک لوگوں نے ان کے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا اس سے واضح ہوگیا کہ وہ غلطی پر نہ تھے۔ خصوصا" جب ان کو معلوم ہوا کہ کوفہ کے سرداروں کا ایک وفد حضرت امیرمعاویہؓ کی خدمت میں پہنچا اور جو لوگ وفد میں شرکت نہیں کرسکے انہوں نے خطوط لکھے۔ حضرت امام حسنؓ نے عراقیوں کو خطاب کرکے کہا کرتے تھے' تمہیں نے میرے باپ کو جنگ پر مجبور کیا اور تمہیں نے ان سے ثالثی قبول کروائی' پھر تمہیں نے مخالفت کرکے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا' اور یہ تمہارے سردار معاویہؓ کے پاس وفد لے کر پہنچتے ہیں اور بیعت کے لئے خطوط لکھتے ہیں' تم مجھ کو اپنے فریب میں بتلا نہیں کرسکتے۔

حضرت امیرمعاویہؓ نے عبداللہ بن عامر' کو جو بصرہ میں حضرت عثمانؓ کے گورنر رہ چکے تھے حضرت امام حسنؓ کے پاس بھیجا اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بھی ساتھ کردیا اور دونوں نے آپ پر صلح کی بات پیش کی اور اس پر اصرار بھی کیا۔ آپ نے صلح کی تحریک سے اتفاق کا اظہار کیا اور حضرت امیرمعاویہؓ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے' عمرو بن مسلمہ ہمدانی اور محمد بن اشعث کندی' تاکہ وثوق کے ساتھ ان کی رائے معلوم کریں' حضرت امیرمعاویہؓ نے ان سفیروں کو یہ خط دیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حضرت امام حسنؑ بن علیؓ کے نام ہے' معاویہؓ ابن سفیان کی طرف سے میں نے آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ میرے بعد آپ میرے ولی عہد ہوں گے اور آپ کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عہد کرتا ہوں نہایت پختہ عہد کہ کسی کے فریب اور بدی کا خواہ نہیں بنوں گا' اور یہ کہ آپ کو سالانہ بیت المال سے دس لاکھ درہم دوں گا اور بسا اور دارب کے دونوں علاقوں کا خراج آپ کے لئے ہے۔ اپنے عامل بھیج کر ان دونوں علاقوں کا جیسا چاہیں انتظام کرلیں۔ اس کے گواہ عبداللہ بن عامر' عمرو بن سلمہ کندی' عبدالرحمٰن بن سمرہ اور محمد ابن اشعث کندی۔ تاریخ تحریر ربیع الآخر 41ھ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس خط کے آغاز میں اپنا نام مقدم نہیں کیا جس طرح حضرت علیؓ کے جوابات میں کیا کرتے تھے کہ "معاویہؓ کی طرف سے علیؓ ابن ابی طالب کے نام" بلکہ حضرت امام حسنؑ کا نام پہلے لکھا۔ گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ حضرت امام حسنؑ کی بڑی عزت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کا برتاؤ وہ نہیں ہے جو ان کے باپ کے ساتھ تھا۔

علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی پختگی اور قطعیت کے ساتھ اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ وہ حضرت امام حسنؑ کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے اور ان پر کوئی مصیبت نہیں آنے دیں گے۔ حضرت امام حسنؑ نے امیر معاویہؓ کی ان پیش کردہ باتوں کو کافی نہیں سمجھا اس لئے کہ ان کے خیال میں ایک بات تو ایسی ہے جس پر امیر معاویہؓ کو کوئی اختیار نہیں' یعنی ولی عہدی اور دوسری باتیں ایک قسم کا فریب ہیں اور ان کی کوئی وقعت نہیں' عراق کا بیت المال خود حضرت امام حسنؑ کے قبضے میں ہے' فارس کے کل علاقے بھی انہیں کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ نے اس تحریر میں ایک سب سے اہم بات کا کچھ تذکرہ نہیں کیا یعنی حضرت امام حسنؑ کے تمام ساتھیوں کو امان دینے کی بات جو حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ سے لڑتے رہے اور جو حضرت امام حسنؑ کے ساتھ رہ کر حضرت امیر معاویہؓ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لئے حضرت امام حسنؑ نے یہ خط اپنے پاس رکھا اور حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا جو ایک طرف عبدالمطلب کے

Marfat.com

خاندان سے متعلق تھا اور دوسری طرف امیر معاویہؓ کا بڑا قریبی رشتہ دار بھی تھا یعنی عبداللہ ابن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جس کی ماں حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے اس سے کہلا بھیجا کہ اپنے ماموں سے کہو اگر وہ لوگوں کو امان دینا منظور کریں تو میں بیعت کرلوں گا۔

گویا حضرت امام حسنؓ نے ظرافت کے رنگ میں ایک مزید اقدام کیا اور حضرت امیر معاویہؓ کی سابقہ پیش کش کو محفوظ رکھتے ہوئے لوگوں کی امان کا مطالبہ بھی کردیا' لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بھانجے کو ایک سادہ کاغذ پر نیچے دستخط کر کے دے دیا کہ جو چاہو لکھ لو۔

عبداللہ بن حارث یہ سادہ کاغذ لے کر حضرت امام حسنؓ کے پاس آئے۔ آپ نے اس پر لکھا' یہ ابن علیؓ کا امیر معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ سے صلح نامہ ہے حضرت امام حسنؓ اس شرط پر معاویہؓ کو مسلمانوں کی حکومت سپرد کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب نبیؐ کی سنت اور خلفائے صالحین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے اور یہ کہ معاویہؓ اپنی طرف سے کسی کو ولی عہد نہیں بنا سکتے بلکہ یہ بات شوریٰ کے حوالے ہوگی اور لوگ جہاں کہیں بھی ہوں ان کے بال بچوں کو امان ہوگی' ان کے مال و دولت محفوظ ہوں گے' علانیہ یا خفیہ کسی طرح بھی حسنؓ ابن علیؓ کی بدخواہی نہیں کی جائے گی' ان کے کسی ساتھی کو نہیں ڈرایا دھمکایا نہیں جائے گا۔ عبداللہ ابن حارث و عمرو بن سلمہ اس کے گواہ ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ ابن حارث نے یہ خط امیر معاویہؓ کو دیدیا کہ اس پر اپنے جس آدمی کے چاہیں دستخط کرالیں' چنانچہ بعد میں دستخط ہوگئے' صلح تکمیل کو پہنچ گئی' لیکن اختلاف رائے کا ایک پہلو باقی رہ گیا۔ جس کو آجکل کی زبان میں غلط فہمی کہا جاتا ہے یعنی پہلا خط جو امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کے نام لکھا تھا جس میں حضرت امام حسنؓ کو ولی عہدی کے علاوہ بعض اور حقوق دیئے گئے تھے' وہ اپنی جگہ باقی ہے یا حضرت امام حسنؓ کے اس خط کے بعد کالعدم ہوگیا۔

حضرت امام حسنؓ اس خیال میں تھے کہ وہ پہلا خط اپنی جگہ باقی ہے اور امیر معاویہؓ ان کا سالانہ وظیفہ اور زندگی بھر دو علاقوں کا خراج دینے کے پابند ہیں۔ اور حضرت امیر معاویہؓ خیال کرتے تھے کہ دوسرے خط نے پہلے خط کو منسوخ کردیا۔ اب حضرت امام حسنؓ کا ان سے یہ مطالبہ ہے کہ ان کی موت کے بعد حکومت شوریٰ کے حوالے کی جائے اور یہ کہ ان لوگوں کو ان کی جان و مال اور اہل و عیال کو امان دی جائے اور حضرت امام حسنؓ کے خلاف

Marfat.com

خفیہ یا علانیہ کوئی کاروائی نہ کی جائے اور مسلمانوں کے معاملے میں اللہ کی کتاب' رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفا کی سیرت راہ عمل ہو۔

اس غلط فہمی کی بناء پر حضرت امام حسنؓ نے معاملات ٹھیک ہوجانے پر جب امیرمعاویہؓ سے مالی حقوق کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہہ دیا' مجھ پر تو آپ کا بجز' آپ کی حفاظت کے اب کوئی مطالبہ نہیں رہا۔ تب حضرت امام حسنؓ نے ثالثی سے اس کا فیصلہ چاہا' اور چاہاکہ سعدؓ بن ابی وقاص حکم ہوں' لیکن حضرت امیرمعاویہؓ نے یہ منظور نہیں کیا۔

یہاں پہنچ کر راویوں نے طرح طرح کی باتیں لکھیں ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت امیرمعاویہؓ نے معاہدہ کی تمام شرطیں پوری کردیں' لیکن بصرہ والوں کو خفیہ طور پر ورغلایا' اور انہوں نے دونوں علاقوں سے حضرت امام حسنؓ کے عاملوں کو ہانک دیا' اور خراج دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا' یہ تو ہمارا خراج ہے۔ ہمارے سوا اس پر کسی کا حق نہیں۔

حضرت امیرمعاویہؓ بہرحال خوش خوش امن و سکون کی فضا میں کوفہ آئے۔ اس کے بعد لوگوں نے بیعت کی' پھر حضرت امیرمعاویہؓ نے چاہاکہ حضرت امام حسنؓ اس مصالحت سے اپنی رضامندی کا اعلان کریں اور جدید نظام سے اپنے اطمینان کا اظہار فرمائیں۔

یہ طبعی تقاضا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے کسی تصنع کی ضرورت نہیں جو مؤرخین پیش کرتے ہیں کہ عمروؓ بن عاص نے حضرت امیرمعاویہؓ کو آمادہ کیاکہ اس موقعہ پر حضرت امام حسنؓ سے کچھ بلوانا چاہیے' تاکہ لوگوں پر عیاں ہونا ہوسکے کہ وہ کس قدر بے بس اور مجبور ہیں' اور اس لئے بھی کہ اس طرح وہ اپنے ساتھیوں اور حامیوں کے سامنے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوں۔ لیکن حضرت امام حسنؓ نے یہ صلح چوری چھپے نہیں کی تھی' پھرانہوں نے لوگوں کے سامنے بار بار اپنے باپ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد تقریریں کی تھیں اور کبھی کسی کو محسوس نہیں ہواکہ وہ رک رک کر بولتے ہیں یا بولنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ وہ اس گھرانے کے ہیں جہاں گویائی کے عیب کا گذر نہیں' جو انتہائی فصاحت و بلاغت کا معدن ہے' جہاں بیان اور فعل خطاب کی حیثیت ان کے گھر کی لونڈی کی سی ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے تقریر کی اور حق و صداقت کی بہتر سے بہتر ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! سب سے بڑا دانشمند متقی ہے اور سب سے بڑا احمق بدکار

Marfat.com

ہے۔ یہ معاملہ میں نے معاویہؓ کے سپرد کردیا ہے۔ یا تو مجھ سے زیادہ کا حق دار تھا اور اب اس کو پہنچ گیا ہے' یا یہ کہ وہ میرا ہی حق تھا' لیکن محمدؐ کی امت کی بہتری اور اس کو خونریزی سے بچانے کے لئے میں نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ پس حمد کے لائق وہ خدا ہے جس نے تمہارے اگلوں کو ہماری وجہ سے معزز کیا' اور تمہارے پچھلوں کو خونریزی سے بچالیا۔"

راویوں کا خیال ہے کہ اس تقریر نے حضرت امیرمعاویہؓ کو غضبناک کردیا' اور انہوں نے عمروؓ بن العاص کو سرزنش کی' اس لئے کہ اسی نے اصرار کیا تھا کہ حضرت امام حسنؓ سے کچھ بلوایا جائے۔

اس کے بعد راویوں نے حضرت امام حسنؓ کی تقریر میں اضافے کئے ہیں جس کے صحیح ہونے کے ساتھ غلط ہونے کا امکان بھی ہے۔

حضرت امام حسنؓ اپنی پالیسی سے بالکل مطمئن تھے۔ ان کو اس میں خون کی حفاظت اور جنگ کی بندش نظر آتی تھی۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اس طرح امت میں اتحاد ہوگا اور مسلمانوں کو اس کا موقع ملے گا کہ وہ اپنے معاملات کا مقابلہ کرتے وقت متحد اور متفق ہوں' منتشر اور پراگندہ نہ ہوں' پھر ان کو ایسی فرصت نصیب ہو کہ اپنی سرحدوں کے دشمنوں کے حوصلے پست کردیں اور فتوحات کی حدیں اس جگہ سے آگے بڑھائیں جہاں سے فتنوں نے ان کا راستہ روک لیا ہے۔

ان تمام باتوں سے فراغت پاکر حضرت امام حسنؓ اپنے گھر والوں کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے اور حضرت امیرمعاویہؓ کو کوفہ میں چھوڑ دیا کہ اپنی نئی حکومت جس طرح چاہیں منظم کریں۔ لیکن حضرت امام حسنؓ ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ حضرت امیرمعاویہؓ کا قاصد ان کو خارجیوں کی ایک حملہ آور جماعت کے مقابلے کے لئے بلانے آیا آپ نے جانے سے انکار کردیا اور کہا' میں نے حضرت امیرمعاویہؓ سے صلح کرلی ہے اور اس کا مقصد ہی خون کی حفاظت اور جنگ سے گریز ہے۔ حضرت امام حسنؓ مدینہ پہنچے تو جو بھی ملا کوفہ والوں کی طرح سب نے اس صلح پر اعتراض کیا لیکن آپ نے ان کو جواب دیا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ سے اس حالت میں ملوں کہ ستر ہزار یا اس بھی زیادہ آدمیوں کے نرخروں سے خون بہہ رہا ہو اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہو کہ اے خدا میں کس گناہ میں قتل کیا گیا ہوں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم مقرر کردیا' اور خود دمشق آکر حکومت کی تدبیروں میں مصروف ہوگئے۔

اب عراقیوں کو حضرت علیؑ کے زمانے یاد آنے لگے۔ وہ مغموم اور غمزدہ ہوتے تھے اور پچھتاتے تھے کہ انہوں نے اپنے خلیفہ کے ساتھ بڑی زیادتی سے کام لیا۔ وہ شامیوں کے ساتھ صلح پر بھی ندامت محسوس کرتے تھے۔ جب کبھی ایک دوسرے کی ملاقات ہوتی یا باہم ملامت کرتے اور اس پر بحث کرتے کہ اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ ابھی اس حالت پر چند برس ہی گزرے تھے کہ ان کے وفد مدینہ جانے لگے' کہ حضرت امام حسنؑ سے کہیں' اور کچھ ان سے سنیں۔

ایک دن کوفہ کے رئیسوں اور سرداروں کا ایک وفد حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں آیا' ملاقات کے دوران میں سلیمان ابن صروخزاعی نے آپ سے کہا' اب تک ہماری حیرت اپنی جگہ باقی ہے کہ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی حالانکہ کوفہ کے چالیس ہزار نبرد آزما آپ کے ساتھ ہیں' سب کے سب وظیفہ یاب اور پا بہ رکاب' اور اتنی ہی تعداد میں ان کے لڑکے اور ساتھی' پھر حجاز اور بصرہ میں آپ کے جو حامی ہیں وہ مزید برآں۔ علاوہ ازیں حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ نے معاہدے میں اپنے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی اور نہ وظیفہ میں کوئی حصہ' جو کچھ آپ نے کیا اگر اس میں مشرقی اور مغربی علاقوں کے ممتاز افراد کو اس کا شاہد بنا لیتے اور یہ لکھا لیتے کہ آپ ولی عہد ہیں تو بھی معاملہ ہمارے لئے آسان ہوجاتا' اور حضرت امیر معاویہؓ نے جو آپ کے اور ان کے درمیان طے ہوا ہے اس کی بھی پابندی نہیں کی اور کچھ دنوں بعد سرعام اعلان کردیا کہ میں نے جو کچھ بھی وعدے اور شرطیں کی تھیں لڑائی کی آگ بجھانے اور فتنے کا سلسلہ منقطع کرنے کے لئے کیا تھا۔ اب جب اللہ نے ہماری پراگندگی دور کردی ہے اور پھوٹ اور تفرقے سے بے خوف کردیا ہے تو میں ان وعدوں اور شرطوں کو ٹھوکر مارتا ہوں' بخدا مجھے تو اس بات سے جو خدشہ ہورہا ہے وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے آپ سے جو قول و اقرار کیا تھا اس کو توڑ دیا۔ پس اگر آپ چاہیں تو ازسرنو لڑائی شروع کرتے ہیں اور مجھے اجازت دیں کہ آپ کے کوفہ تشریف لانے تک کوفہ سے حضرت امیر معاویہؓ کے گورنر باہر نکال کروں اور اس کی بیعت توڑ دینے کا اعلان کردوں اور آپ بھی اس کے عہد کو توڑ پھینکئے' اللہ خائنوں اور غداروں کو دوست نہیں رکھتا۔

Marfat.com

وفد کے دوسرے ارکان نے بھی سلیمانؓ ابن صرد کی ہمنوائی کی' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ اس غرض سے آئے تھے کہ حضرت امام حسنؑ سے ملیں گے اور ان پر معترض ہوں گے' قوت اور تیاری کے باوجود انہوں نے صلح کرلی؟ پھر یہ کہ جب صلح نامے پر دستخط کئے تھے تو ممتاز مغربی اور مشرقی افراد کو شاہد کیوں نہیں بنایا' اور اپنے لئے ولی عہد کی شرط کیوں نہیں لکھوائی؟ اس کے بعد ان کو مطلع کریں گے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی ہے' اور ایک مجمع عام میں اس خلاف ورزی کا اعلان بھی کیا ہے' اس کے بعد ان سے درخواست کریں گے کہ لڑائی از سر نو جاری کردیں اور اس بات کی اجازت دیں کہ وہ پہلے کوفہ جاکر امیر معاویہؓ کی بیعتؓ توڑنے کا اعلان کردیں اور جب یہ سب کچھ ہو لے تو وہ خود بھی حضرت امیر معاویہؓ کی طرح توڑ دیں۔ اللہ خیانت کرنے والوں کا دوست نہیں رکھتا۔

حضرت امام حسنؑ نے ان کی بعض باتیں مان لیں اور بعض سے انکار کر دیا۔ اور اس تسلیم و انکار میں وہ ان کے مخلص اور ہمدرد تھے' امن و صلح کی ان کی نگاہ میں مقدم تھا' پھر بھی انہوں نے ان کو مایوس نہیں کیا' ان کی ڈھارس بندھائی۔ بلاذری کی روایت ہے کہ آپ نے ان سے کہا' "تم ہماری جماعت ہو' ہم سے محبت کرتے ہو' اگر میں دنیا میں شدت سے کام لیتا' اور میرے پیش نظر دنیاوی اقتدار ہوتا' تو معاویہؓ مجھ سے زیادہ شان و شوکت والے نہ تھے' اور نہ مجھ سے زیادہ خودار اور ارادے کے پکے تھے۔ لیکن میری نگاہ تم سے جدا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اس سے میرا مقصد خونریزی روکنا ہے اور کچھ نہیں' پس اللہ کے فیصلے پر رضامند رہو اور معاملہ اسی کے حوالے کرو' اپنے گھروں پر بیٹھے رہو اور رکے رہو' اور اپنے ہاتھ کو روکے رکھو تاآنکہ مرد نیک چین پائے یا پھر بدکار سے لوگوں کو نجات مل جائے۔"

اس کے بعد آپ نے ان پر واضح کیا کہ امیر معاویہ سے صلح کسی درماندگی اور کمزوری کی بنیاد پر نہیں ہے' بلکہ آپ کا مقصد اس سے خونریزی روکنا ہے' اور اگر آپ جنگ کا ارادہ کرتے تو معاویہ کچھ زیادہ طاقتور ثابت نہ ہوتے' اس کے بعد آپ نے چاہا کہ اللہ کی مشیت پر راضی رہیں' اقتدار کی اطاعت کریں' اس کی مخالفت سے اپنا ہاتھ روکیں۔ پھر ان کو بتایا کہ یہ روش آخر تک باقی نہیں رہے گی اور نہ وہ بلا مقابلہ دشمن سے دبے رہیں گے' یہ تو وقت کا انتظار ہے' جب اہل حق کو چین نصیب ہوگا یا اہل باطل سے نجات مل جائے گی۔

Marfat.com

گویا حضرت حسنؑ ان کو تیار کررہے تھے، کہ جب موقع آئے گا تو جنگ ہوگی، اور ابھی ایک ہنگامی صلح کے دن ہیں۔ جس میں آرام کریں، اور تیاری، شاید اللہ معاویہ سے نجات دیدے، پھر امت صالحین کی منشاء کے مطابق اپنا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے گی۔

جس دن کوفہ والوں کا وفد حضرت امام حسنؑ سے ملا، حضرت امام حسنؑ نے ان کی باتیں سنیں ان کو اپنی سنائیں اور ان کے لئے پروگرام بنایا، وہ پہلا دن تھا جس میں حضرت علیؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے حامیوں کی ایک منظم جماعت بنائی گئی، اسی مجلس میں مدینہ میں یہ جماعت بنی اور حضرت امام حسنؑ اس کے صدر ہوئے۔ کوفہ کے سرداروں نے واپس آکر متبعین کو ایک نئے نظام اور ایک مقررہ پروگرام کی اطلاع دی اور اس ہنگامی صلح اور اس امکانی جنگ کے لئے لوگوں کو تیار کرنے لگے، جو یثرب کے امام کے اشارے پر چھیڑی جاسکتی ہے۔

پارٹی کا پروگرام اس کے ابتدائی دور میں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، بالکل سیدھا سادا ہے، حضرت علیؑ کے بیٹوں میں سے امام کی اطاعت امن و اطمینان کے ساتھ انتظار، اور حکم پاتے ہیں جنگ چھیڑ دینا۔

Marfat.com

Marfat.com

اٹھارھواں باب

یزید کی ولی عہدی' ملوکیت کی ابتداء (60ھ)

56ھ میں حاکم کوفہ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آکر ضعیفی کی وجہ سے مستعفی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے استعفیٰ منظور کرلیا اور سعید بن عاص کو اس خدمت پر مامور کرنا چاہا۔ یہ خبر ابن اخینس کاتب مغیرہ کو پہنچی۔ یہ سعید بن عاص کے پاس پہنچا اس سے یہ حال بیان کردیا کہ اس وقت سعید کے پاس ربیع یا ربیعہ خزاعی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مغیرہ سے جاکر کہا کہ مغیرہ میں سمجھا ہوں کہ امیرالمؤمنین تم سے آرزدہ ہیں۔ میں نے تمہارے کاتب ابن خنیس کو سعید بن عاص کے پاس دیکھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ امیرالمؤمنین اب تم کو کوفہ کا امیر بنانے والے ہیں۔ مغیرہ نہ کہا اسے تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مغیرہ پھر بڑے اِستکام کے ساتھ واپس آنے والا ہے' ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں۔ مغیرہ نے یزید کے پاس جاکر بیعت لینے کا ذکر کیا۔ یزید نے یہ ذکر اپنے باپ تک پہنچا دیا۔ اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے پھر مغیرہ ہی کو امارت کوفہ پر واپس کیا اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لئے کچھ فکر کرے۔ مغیرہ کا دورہ کوفہ میں ہوا تو ابن خنیس نے آکر کہا' واللہ میں نے کوئی خیانت و بے وفائی آپ کے ساتھ نہیں کی نہ آپ کی امارت کو برا سمجھتا ہوں۔ بات اتنی سی ہے کہ سعید بن عاص کا مجھ پر احسان ہے۔ انہوں نے میرے لئے زحمت اٹھائی ہے۔ میں نے ان کی شکرگزاری کردی۔ مغیرہ نے فکر کی اور اسی باب میں ایک قاصد بھی حضرت امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کو خط لکھ کر اس باب میں مشورہ کیا زیاد بن عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا کہ مشورہ کے لئے کوئی نہ کوئی امین ضرور ہو جاتا ہے۔ دو عادتیں ایسی ہیں جس نے لوگوں کو خراب کررکھا ہے' افشائے راز اور نااہل کی خیرخواہی۔ بس محرم راز اگر ہوسکتے ہیں تو دو شخص ہوسکتے ہیں' ایک تو مرد دیندار جو آخرت کا امیدوار ہو' دوسرے دنیادار شریف النفس جسے اپنی عزت بچانے کی عقل ہو۔ میں نے یہ دونوں وصف تم میں دیکھے اور

Marfat.com

مجھے پسند آئے۔ اس وقت میں نے تم کو ایک ایسی بات کہنے کے لئے لکھا ہے کہ یزید کے لئے بیعت لینے کا انہوں نے ارادہ مصمم کرلیا ہے اور ان لوگوں کے بیزار ہونے کا خوف بھی ہے اور ان کے اتفاق کرنے کی آرزو بھی ہے' اور اس باب میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا تعلق اور ذمہ داری بہت بڑی چیز ہے' اور میں دیکھتا ہوں کہ یزید کی طبیعت میں کاہلی اور سہل انگاری بہت ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ سیر و شکار کا گرویدہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور یزید کے حالات جو میں نے بیان کئے ہیں ان سے بیان کرو' اور یہ کہو کہ ابھی تامل نہ کیجئے۔ آپ جو چاہتے ہیں یہ بات ہوکر رہے گی۔ جلدی نہ کیجئے۔ جس تاخیر میں مطلب ہو وہ اس تعجل سے بہتر ہے جس میں مقصود کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو۔

عبید نے کہا' کیا اس کے علاوہ کوئی اور بات آپ کے خیال میں نہیں؟

زیاد نے کہا' اور کیا بات ہوسکتی ہے؟

عبید نے کہا' حضرت امیرمعاویہؓ کی رائے پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ ان کے بیٹے کی طرف سے ان کو نفرت دلانا مناسب نہیں ہے۔ میں حضرت امیرمعاویہؓ سے چھپ کر یزید سے ملاقات کروں گا اور تمہاری طرف سے کہوں گا کہ "امیرالمومنین نے تمہاری بیعت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے' میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بعض امور سے لوگ بیزار ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری بیعت میں وہ مخالفت کریں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ جن باتوں سے لوگ بیزار ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ وہ سب باتیں ترک کردو۔ اس سے امیرالمومنین کی بات بالا ہوجائے گی اور تم جو چاہتے ہو وہ کام بھی آسانی سے ہوجائے گا۔ اس طرح کرنے میں تم یزید کے بھی خیرخواہ ٹھہرو گے اور امیرالمومنین کو بھی خوش رکھو گے اور ذمہ داری امت اسلام کا جو تمہیں خوف ہے اس سے بھی بچے رہو گے۔

زیاد نے کہا "تمہاری رائے تیر بہدف ہوگئی۔ بس اب خیر و برکت کے ساتھ روانہ ہوجاؤ۔ اگر بہتری ہوئی تو کیا پوچھنا۔ جو چوک ہوگئی تو بھی یہ فعل بے لاگ نہ ہوگا اور خدا نے چاہا تو خطا سے محفوظ رہے گا۔

عبید نے کہا' تم اپنی رائے سے یہ بات کہتے ہو' خدا کو جو منظور ہے وہ غیب میں ہے۔

عبید یزید کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی۔ اور زیاد نے حضرت امیرمعاویہؓ کو تامل کرنے کے لئے لکھا اور جلدی کرنے کو منع کیا۔ حضرت امیرمعاویہؓ نے اس بات کو مان لیا

Marfat.com

اور یزید نے اکثر افعال کو ترک کردیا۔ عبید جب زیاد کے پاس پہنچا واپس آیا تو زیاد نے اسے جاگیر عطا کی۔

زیاد جب مرگیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی۔ اس میں یزید کے جانشین کرنے کا مضمون تھا۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ کی موت واقع ہو تو یزید ولی عہد ہوگا۔ یہ سن کر پانچوں شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہوگئے۔ حضرت امام حسینؓ بن علیؓ، ابن عمروؓ، ابن زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، ابن عباس نے بیعت نہیں کی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ میں آکر حضرت امام حسینؓ کو بلا بھیجا اور کہا، اے فرزند! برادر قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

حضرت امام حسینؓ نے کہا، میں کیا ان کا سرگروہ ہوں؟

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا، ہاں تمہیں ان لوگوں کے سرگروہ ہو۔

کہا، ان لوگوں کو بلائیں اگر وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا، کیا تم ایسا کرو گے؟

کہا، ہاں۔

یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں۔ حضرت امام حسینؓ نے انکار کیا اور باہر نکل آئے۔

یہاں ابن زبیرؓ نے ایک شخص کو حضرت امام حسینؓ کی تاک میں راہ میں بٹھا دیا تھا۔ اس نے پوچھنا شروع کیا کہ تمہارے بھائی ابن زبیرؓ پوچھ رہے ہیں کہ کیا معاملہ ہے اور اصرار کرتا ہی رہا۔ آخر کچھ مطلب پاگیا۔ اب حضرت امیر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ کو بلا بھیجا۔

ان سے کہا، پانچ شخصوں کے سوا جن کے تم سرگروہ ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر اس مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

ابن زبیرؓ نے کہا، کیا میں ان کا سرگروہ ہوں؟

کہا، ہاں تمہیں ان کے سرگروہ ہو۔

کہا، ان سب کو بلاء۔ وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے

Marfat.com

بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

کہا' کیا تم ایسا کرو گے؟

کہا۔ ہاں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔

کہا' اے امیرالمؤمنین ہم لوگ خدا عزوجل کے حرم میں ہیں اور خدا سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے۔ ابن زبیرؓ نے عہد سے انکار کیا اور باہر چلے گئے۔

اب حضرت امیر معاویہؓ نے ابن عمرؓ کو بلا بھیجا۔ اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔

کہا میں نہیں چاہتا کہ امت محمدؐ کو اپنے بعد اس طرح چھوڑ جاؤں' جیسے گلہ گوسپند جس کا چرواہا کوئی نہ ہو۔ اور قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

ابن عمرؓ نے کہا' ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برائی بھی نہیں' خونریزی بھی نہ ہو' تمہارا کام بھی ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا' میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

کہا' اپنی کرسی باہر نکالو تم سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ تمہارے بعد جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اس اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا۔ واللہ تمہارے بعد کسی غلام حبشی پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہوں گا۔

کہا' تم ایسا کرو گے؟

کہا' ہاں۔ ابن عمرؓ یہ کہہ کر باہر نکل آئے۔ گھر پر آکر دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تو اجازت نہ ملتی تھی۔

اب حضرت امیر معاویہؓ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بلا بھیجا۔ کہا' اے پسر ابوبکر کس دل و جگر سے میری تم مخالفت کر رہے ہو؟

ابن ابوبکر نے کہا' میں سمجھتا ہوں میرے حق میں یہی بہتر ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا' میں ارادہ کر چکا ہوں کہ تم کو قتل کروں گا۔

کہا' تو ایسا کرے گا تو ساتھ ہی خدا تجھ پر دنیا میں لعنت بھی بھیجے گا اور آخرت میں تجھے دوزخ میں ڈال دے گا۔

Marfat.com

(اس روایت میں ابن عباس کا ذکر نہیں ہے۔)

اس سال مدینہ کا عامل مروان بن حکم تھا۔ کوفہ پر ضحاک بن قیس، بصرہ پر عبیداللہ بن زیاد۔ خراسان پر سعید بن عثمانؓ تھے۔

سعید بن عثمانؓ نے حضرت امیرمعاویہؓ سے حکومت خراسان طلب کی تو حضرت امیرمعاویہؓ نے کہا، وہاں تو عبیداللہ بن زیاد ہے۔

سعید نے کہا، سنو تم سے میرے باپ نے سلوک کیااور تمہیں اس قدر بلند کیا کہ تم ان کے سلوک کے سبب سے اس حد تک پہنچ گئے جسے کوئی نہیں پاسکتا، نہ کوئی برابری کرسکتا ہے۔ تم نے ان کی جانفشانی کا کچھ عوض، ان کے احسانوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھ پر اس کو یعنی یزید بن حضرت امیرمعاویہؓ کو مقدم کردیا اور اس کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ واللہ میرا باپ اس کے باپ سے، میری ماں اس کی ماں سے، میں خود اس سے بہتر ہوں۔

حضرت امیرمعاویہؓ نے کہا، تمہارے باپ کی جانفشانی کا عوض کرنا مجھ پر واجب ہے۔ یہ بھی تو اس کا عوض تھا کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ یہاں تک کہ تمام امور سلجھ گئے۔ اور اپنے اس طرح آمادہ ہوجانے پر مجھے کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ اپنے باپ کو اس کے باپ سے جو تم نے افضل کہا تو واللہ تمہارا باپ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہیں۔ اپنی ماں کو اس کی ماں سے جو تم نے بہتر کہا تو اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ زن قریشیہ بہتر ہے زن کلبیہ سے۔ تم خود کو جو اس سے بہتر کہتے ہو، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم سا شخص اور یزید کے معاملہ میں خرابی ڈالے۔

یہ سن کر یزید نے کہا، امیرالمومنین یہ تو آپ کا ابن عم ہے آپ سے بڑھ کر کون ان کے حال پر نظرالتفات کرسکتا ہے۔ میرے بارے میں یہ آپ سے خفا ہیں۔ ان کو راضی کرلیجئے۔ اس پر حضرت امیرمعاویہؓ نے سعید کو خراسان کے جنگ و جدال کا اور اسحاق بن طلحہ کو خراج کا حاکم مقرر کردیا۔ اسحاق حضرت امیرمعاویہؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں ان کی ماں ام ابان عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں۔ جب رے میں اسحاق پہنچے تو انتقال کیا اور سعید ہی خراج و جنگ خراسان کے حاکم مقرر ہوئے۔

سعید بن عثمانؓ جب خراسان میں داخل ہوئے تو یہاں اسلم بن زرعہ کلابی عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے حکومت کررہا تھا۔ اب بھی اسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے دوسرا فرمان ولایت خراسان کا اسلم ہی کے نام پر آیا۔ سعید نے جب یہ

Marfat.com

دیکھا تو راتوں رات خراسان سے نکل گئے۔ سعید کی ایک کنیز حمل سے تھی۔ اسی رواروی میں اس کے پیٹ سے بچہ نکل پڑا۔ سعید کہا کرتے تھے کہ اس لڑکے کے بدلے میں بنی حرب کے ایک شخص کو ضرور قتل کروں گا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جاکر اسلم کی شکایت پیش کی۔ اس پر تمام بنی قیس برافروختہ ہوگئے۔ ہمام بن قبیصہ نمری حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے آیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں مارے غصہ کے لال ہو رہی ہیں۔ کہا کہ اے ہمام آنکھیں تمہاری سرخ ہو رہی ہیں۔ ہمام نے جواب دیا کہ صفین میں تو اس سے بھی زیادہ سرخ تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو اس بات سے صدمہ ہوا۔ جب سعید نے یہ دیکھا تو اسلم کی شکایت سے باز آئے۔ غرض اسلم ہی دو برس تک ابن زیاد کی طرف سے خراسان کا حاکم رہا۔

60ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کو مرض موت لاحق ہوا۔ یزید کو بلا بھیجا اور کہا بیٹا' میں نے تجھے زحمت و مشقت سفر سے بچا لیا۔ تیرے لئے ہر امر کو سہل کردیا' تیرے دشمنوں کو میں نے رام کردیا۔ تیرے لئے عرب کی گردنوں کو میں نے جھکا دیا۔ تیرے لئے میں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لئے مستحکم ہوچکا ہے' قریش میں سے چار اشخاص کے سوا کوئی تجھ سے اس باب میں نزاع نہ کرے گا۔ حضرت امام حسینؓ بن علی' عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر۔ ان میں سے عبداللہ بن عمرؓ کا تو عبادت نے خاتمہ کردیا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کرلیں گے۔ حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کرلیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ "اگر تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر قابو پا جائے تو درگزر کرنا۔ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔"

پسر ابوبکرؓ وہ شخص ہے کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتے دیکھے ویسا ہی خود بھی کرے گا۔ اسے عورتوں اور لہو لعب کے سوا اور کسی بات کا خیال نہیں۔ ہاں جو شخص شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکہ دے گا' جب اسے موقع ملے گا حملہ کردے گا' وہ ابن زبیرؓ ہے۔ اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آجائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دینا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی موت کا وقت قریب آیا' اور یہ واقعہ

60ھ کا ہے اور یزید اس وقت موجود نہ تھا' اپنے صاحب شرطہ ضحاک بن قیس فہری کو اور مسلم بن عقبہ مری کو بلایا اور ان دونوں شخصوں سے وصیت کی اور کہا' میری وصیت یزید کو پہنچا دینا کہ "اہل حجاز کے حال پر نظر رکھنا' وہ تیری قوم کے لوگ ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے اس کا اکرام کرنا اور جو دور ہوں ان کا خیال رکھنا' اور اہل عراق کے حال پر نظر رکھنا۔ اگر تجھ سے روز روز یہ سوال کریں کہ ان کے حاکم بدل دے تو بدل دیا کرنا۔ ایک حاکم کو معزول کردینا میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک لاکھ تلوار تیرے مقابلہ میں کھنچ جائے۔ اور اہل شام کے حال پر نظر رکھنا' ان کو ہم راز اور دم ساز بنائے رکھنا۔

"اگر دشمن کی طرف سے کوئی مہم درپیش آئے تو ان کے ذریعہ سے انتقام لینا۔ جب ظفرمند ہوجانا تو اہل شام کو ان کے وطن واپس کردینا۔ غیر شہروں میں وہ رہیں گے تو وہیں کی باتیں سیکھیں گے۔ اور قریش میں تین شخصوں کے سوا مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ حضرت امام حسینؓ بن علیؓ' عبداللہ بن عمرؓ' عبداللہ بن زبیرؓ۔ تو ابن عمرؓ کو دینداری نے مار اتارا ہے وہ تجھ سے کسی بات کے طلبگار نہ ہوں گے۔ حضرت امام حسینؓ بن علیؓ سبک وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انہیں لوگوں کے ذریعہ سے تجھے حضرت امام حسینؓ کی فکر سے بھی نجات دے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کو قربت قریبہ حاصل ہے۔ بہت بڑا ان کا حق ہے اور محمد صلعم کے یگانوں میں ہیں۔

"میرا گمان ہے اہل عراق ان کو خروج پر آمادہ کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ان پر قابو پانا تو معاف کردینا۔ میرے پاس کوئی ایسا شخص آتا تو میں بھی معاف ہی کردیتا۔ ہاں ابن زبیرؓ پرفریب و کینہ توز ہے۔ اس کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا' اگر صلح کا طالب ہو تو مان لینا۔ جہاں تک تجھ سے ہوسکے اپنی قوم میں خونریزی نہ ہونے دینا۔"

حضرت امیرمعاویہؓ کو جب مرض الموت ہوا اور لوگ کہنے لگے کہ یہ مرض الموت ہے تو اپنے گھر کے لوگوں سے حضرت امیرمعاویہؓ نے کہا' میری آنکھ میں سرمہ لگادو۔ میرے سر میں تیل ڈال دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ تیل لگا کر چہرہ کو چکنا کردیا۔ اس کے بعد ان کے لئے فرش بچھا دیا۔ کہا' مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھا دو۔ پھر کہا لوگو کو بلا لو۔ کھڑے کھڑے سلام کرلیں کوئی بیٹھے نہیں۔ لوگ آتے' کھڑے کھڑے سلام کرتے اور دیکھتے تھے کہ سرمہ لگائے ہوئے تیل ڈالے ہوئے ہیں تو کہتے تھے کہ ہم تو سنتے تھے کہ ان کا وقت آخر ہے۔ یہ تو

سب سے زیادہ تندرست ہیں۔ جب لوگ سب باہر چلے گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے یہ شعر پڑھے (مضمون)۔

"میں نے دشمنوں کے لئے اتنی جرات کی ہے کہ ان کو دکھا دوں کہ
حادثات زمانہ سے میں متزلزل نہیں ہوتا۔"

کھنکار میں خون آنے کا مرض انہیں ہوا اور اسی دن انتقال ہوگیا۔ اسی مرض میں دو بیٹیاں جس وقت کہ انہیں کروٹ دلوا رہیں تھیں حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے کہا تم اس شخص کو الٹ پلٹ رہی ہو جو دنیا کے الٹ پلٹ کرنے میں استاد تھا۔ شباب سے لے کر بڑھاپے تک مال جمع کیا۔ پھر شعر پڑھا۔ اسی مرض میں یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے قمیص پہننے کو دیا تھا۔ میں نے اسے رکھ چھوڑا ہے اور ایک دن حضرتؐ نے ناخن تراشے تھے۔ میں نے کترن اٹھالی اور ایک شیشی میں اسے رکھ دیا ہے۔ جب میں مرجاؤں تو قمیص مجھے پہنا دینا اور اس کترن کو ریزہ ریزہ کر کے رگڑ رگڑ کر میری آنکھوں میں اور میرے منہ پر چھڑک دینا۔ امید ہے کہ برکت سے خدا مجھ پر رحم کرے گا۔

ان کی بیٹیوں میں سے کسی نے یا کسی شخص نے کہا' نہیں امیرالمومنین ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ اس مرض کو دفع کردے گا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے یہ شعر پڑھا:

"جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا میں نے دیکھا پھر کوئی تعویز نفع نہیں کرتا۔"

اس کے بعد بے ہوشی سی طاری ہوگئی۔ پھر کچھ ہوش آیا تو جو لوگ موجود تھے ان سے کہا' خدائے عزوجل سے ڈرتے رہو۔ جو کوئی اس سے ڈرتا ہے' اسے اللہ سبحانہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے' اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرتا اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس کے بعد قضا کرگئے۔ حالت احتضار میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے آدھے مال کو بیت المال میں بھیجنے کی وصیت کی تھی۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ باقی مال پاک ہوجائے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ اپنے زمانہ کے عاملوں کا آدھا مال بانٹ لیا کرتے تھے۔ یزید ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ یہ واقعہ رجب کی پندرھویں یا بائیسویں کا ہے۔ بعض غرہ رجب لکھتے ہیں۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ میں اور نعمان بن بشیر کو کوفہ میں بحال رکھا۔ مدینہ کا امیر ولید بن عتبہ بن ابوسفیان تھا اور مکہ کا عمرو بن سعید بن العاص۔ یزید جب والی ملک ہوا تو اسے اس کے سوا کوئی فکر نہ تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنے بعد اس کے ولی عہد کرنے کے لئے لوگوں سے

بیعت طلب کی ہے تو جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہؓ کہ کہنے پر بیعت نہیں کی ان سے بیعت لی جائے اور ان کی طرف سے فراغت حاصل کی جائے۔

اسی بناء پر اس نے ولید بن عتبہ کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امیرالمؤمنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ حضرت امیر معاویہؓ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے ان کو کرامت و خلافت و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمران کی لکھی ہوئی تھی اس وقت تک زندہ رہے' جب مدت تمام ہوگئی مرگئے۔ خدا ان پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور نیکو کار و پرہیزگار ہو کر مرے۔ والسلام۔

ایک اور رقعہ میں اسے لکھا کہ حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لینے میں تشدد کرو اور جب تک بیعت نہ کریں۔ ذرا مہلت نہ دو۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خبرمرگ سے ولید کو تشویش ہوگئی۔ اسے ایک امر عظیم سمجھا اور مروان بن حکم کے پاس کسی کو بھیج کر بلوایا۔ ولید جس روز مدینہ میں گیا مروان بھی بہت کراہت کے ساتھ شہر آیا تھا۔ اس بات پر ولید نے اپنی صحبت میں اسے گالیاں دی تھیں۔ یہ خبر مروان کو ہوئی تو اس نے ولید سے ملنا ترک کردیا اور اس سے قطع تعلق کیا تھا۔ اس کو اتنا زمانہ گذرا کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خبرمرگ ولید کو پہنچی۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کے ہلاک ہونے کو ولید نے امر عظیم سمجھا اور اس کے ساتھ ان لوگوں سے بیعت لینے کا اسے حکم ہوا تو اس وقت مروان سے مشورہ لینے پر وہ مجبور ہوا اور اسے بلا بھیجا۔ جب اس نے یزید کا خط مروان کو پڑھ کر سنایا تو مروان نے کہا' ان اللہ وانا الیہ راجعون و رحمتہ اللہ۔

ولید نے اس باب میں اس سے مشورہ چاہا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے' ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ مروان نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت ان لوگوں کو بلا بھیجو۔ جب وہ آئیں تو ان سے یزید کی بیعت اور اطاعت گزاری کا اقرار لو۔ وہ مان جائیں تو تم بھی مان جانا اور اس سے باز رہنا۔ انکار کریں تو سب کی گردن مارنا۔ ان کو حضرت امیر معاویہؓ کے مرنے کی خبر نہ ہونے پائے۔ اگر انہیں یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ حضرت امیر معاویہؓ مرگئے تو ان میں سے ہر شخص کسی طرف اٹھ کھڑا ہوگا اور مخالفت و مقابلہ پر کمر باندھ لے گا۔ اور

Marfat.com

کیا معلوم لوگوں کو اپنی اطاعت پر آمادہ کر لے' لیکن ابن عمرؓ کو میں تو نہیں سمجھتا کہ جدال و قتال کو پسند کریں یا حکومت کی ان کو خواہش ہو۔ ہاں بے مانگے یہ حکومت ان کے سر ڈال دی جائے تو اور بات ہے۔

غرض عبداللہ بن عمر بن عثمانؓ ایک نوجوان کو دو شخصوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ اس نے مسجد میں ان دونوں کو پایا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے آ کر کہا' امیر نے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔ وقت یہ ایسا تھا کہ ولید اس وقت لوگوں سے نہیں ملتا تھا اور نہ یہ دونوں شخص کسی ایسے وقت اس سے ملنے کو جاتے تھے۔ دونوں نے جواب دیا' تم جاؤ ہم بھی آتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے اب حضرت امام حسینؓ سے پوچھا کہ اس وقت تو ولید کسی سے نہیں ملتا' بتاؤ کیوں ہم لوگوں کو بلایا ہے؟ حضرت امام حسینؓ نے کہا میں سمجھتا' ہوں ان لوگوں کا فرعون ہلاک ہو گیا ہے۔ ہم کو اسی لئے بلا بھیجا ہے کہ اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہی بیعت کے لئے ہم پر مواخذہ کرے۔ ابن زبیرؓ نے کہا' میں یہی سمجھتا ہوں۔ پھر پوچھا' تمہارا کیا ارادہ ہے' اسی وقت اپنے جوانوں کو لے کر ولید کے پاس جاتا ہوں۔ دروازہ پر ان لوگوں کو روک دونگا اور خود ان کے پاس جاؤں گا۔

ابن زبیرؓ نے کہا "اگر تم اس کے پاس گئے تو مجھے تمہاری جان کا اندیشہ رہے گا۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا' میں اس طرح جاؤں گا کہ نکل بھی سکوں۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے خادموں کو اور اقرباء کو ساتھ لے کر چلے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچے تو ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں' اگر میں تم کو پکاروں یا تم سنو کہ ولید نے بلند آواز کی تو تم سب اندر چلے آنا۔ نہیں تو جب تک میں باہر نہ آؤں اپنی جگہ پر موجود رہنا۔ یہ کہہ کر داخل ہوئے اور السلام علیک یا امیر کہا۔ مروان پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؓ نے موت حضرت امیر معاویہؓ سے انجان ہو کر کہا' میل رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے۔ خدا نے تم دونوں آدمیوں میں صفائی کر دی۔ دونوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت امام حسینؓ آ کر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا' حضرت امیر معاویہؓ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔

حضرت امام حسینؓ نے یہ سن کر انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا اور بولے' خدا امیر معاویہؓ پر رحم کرے اور تمہار اجر زیادہ کرے۔ بیعت پوشیدہ طور پر لینے کی جرات نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت لینا چاہیے۔ ولید نے کہا' اچھا۔ حضرت امام حسینؓ نے

کہا، جب لوگوں کے مجمع میں آکر تم سب سے بیعت لینا تو ان کے ساتھ ہی ہم سے لے لینا۔ ایک ہی بات ہے۔ ولید کا مزاج عافیت پسند تھا۔ کہنے لگا، بسم اللہ آپ تشریف لے جائیے۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملئے گا۔ مروان بول اٹھا، اگر اس وقت بغیر بات کئے یہ تمہارے پاس سے چلے گئے تو واللہ پھر جب تک تم میں بشدت کشت و خون نہ ہو اس طرح تمہارے قابو میں یہ نہ آئیں گے۔ تو واللہ پھر قید کرلو۔ تمہارے پاس سے نکلنے نہ پائے۔ بیعت کرے تو کرے نہیں تو اس کی گردن مار دو۔ حضرت امام حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، ابن الزرقاء کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کرے گا۔ واللہ تو نے جھوٹ بکا جھک مارا۔ یہ کہہ کر چلے گئے، اپنے انصار میں آگئے۔ اور سب کو ساتھ لئے ہوئے اپنے مکان پر آگئے۔

مروان نے ولید سے کہا، تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ حضرت امام حسینؑ کے لئے ایسا موقع تمہیں اب کبھی نہیں ملے گا۔ ولید نے کہا، مروان کسی اور ہی کو ملامت کرو۔ مجھے تم ایسا مشورہ دیتے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی۔ واللہ حضرت امام حسینؑ کو قتل کرکے ساری دنیا کا مال و ملک جہاں تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے مجھ کو مل جائے تو مجھے منظور نہیں۔ سبحان اللہ حضرت امام حسینؑ کو ایک بیعت کے نہ کرنے پر میں قتل کروں۔ واللہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص سے خون حضرت امام حسینؑ کی باز پرس ہو وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے خفیف المیزان ٹھہرے گا مروان نے کہا، یہی تمہاری رائے ہے تو جو تم نے کیا بہت ہی اچھا کام کیا۔

یہ کلمہ ولید کی رائے کو ناپسند کرکے مروان نے کہا تھا۔ اور ابن زبیرؓ نے کہا میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے گھر میں آکر چھپ رہے۔ ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کرکے اپنی حفاظت کرلی ہے۔ اس پر ولید نے زیادہ اصرار کیا۔ بہت سے لوگوں کو پے درپے ان کے پاس بھیجا۔ حضرت امام حسینؑ نے تو یہ کہا کہ ٹھہرو تم بھی غور کرلو ہم بھی غور کرلیں۔ تم بھی سوچ لو ہمیں بھی سوچنے دو۔ ابن زبیرؓ نے کہا میرے ساتھ جلدی نہ کرو، میں ضرور آؤں گا، مجھے ذرا مہلت دو۔ اس پر وہ لوگ ان دونوں آدمیوں سے نہایت مصر ہوئے۔ دن رہے رات گئے تک اصرار کرتے رہے۔ حضرت امام حسینؑ کو بہت ہی طرح دیتے رہے۔ اور ابن زبیرؓ کے پاس ولید نے اپنے خادموں کو بھیجا، انہوں نے ابن زبیرؓ کو گالیاں دیں۔ پکار پکار کر کہا، اے پسر کاہلیہ امیر کے

Marfat.com

پاس چل' نہیں تو واللہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ ابن زبیرؓ نے اس دن کو رات گئے تک یہ کہہ کر ٹالا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ جب ان لوگوں نے شدت کی تو یہ کہا' پے درپے تم لوگوں کے آنے سے اور میرے پاس اتنے لوگوں کو بھیجنے سے بخدا مجھے کھٹکا ہوگیا ہے۔ تم لوگ میرے ساتھ اتنی جلدی نہ کرو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں کہ ان کی رائے ان کا حکم معلوم ہو۔ یہ کہہ کر انہوں اپنے بھائی جعفر بن زبیرؓ کو امیر کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جاکر کہا' خدا کے واسطے عبداللہ پر شدت کرنے سے باز آیئے۔ آپ نے پے درپے لوگوں کو بھیج کر انہیں اندیشہ مندو خائف کردیا ہے۔ صبح کو انشاء اللہ وہ آپ کے پاس آجائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیجئے کہ ہمارے مکان پر سے چلے جائیں۔ ولید نے اپنے لوگوں کو بلالیا وہ سب چلے آئے۔

ابن زبیرؓ رات ہی کو گھر سے نکل کر فرع کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے بھائی جعفر کے سوا کوئی شخص ان کے ساتھ نہ تھا۔ بڑے راستہ کو تعاقب کے خوف سے انہوں نے ترک کیا اور مکہ کی طرف چلے۔ صبح ہوئی تو ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ وہ نکل گئے۔

مروان نے کہا' میں قسم کھا کر کہتا ہوں ابن زبیرؓ مکہ کی طرف جانے میں ہرگز نہ چوکے گا۔ اور ابن زبیرؓ کے تعاقب میں لوگوں کو روانہ کیا۔ بنی امیہ کے خادموں میں سے ایک سوار کو اسی (80) سواروں کے ساتھ اس کام کے لئے بھیجا۔ وہ ابن زبیرؓ کو ڈھونڈتے پھرے مگر نہ پاسکے۔ واپس چلے آئے۔ دن بھر ابن زبیرؓ کو ڈھونڈنے میں حضرت امام حسینؑ کو بھولے رہے۔ شام کے وقت ان کے پاس لوگوں کو بھیجا۔ انہوں نے کہا صبح ہونے دو پھر دیکھا جائے گا۔ شب بھر کے لئے وہ خاموش ہورہے۔

حضرت امام حسینؑ اسی رات کو یعنی رجب 60ھ کی اٹھائیسویں اتوار کی شب کو مدینہ سے نکل گئے۔ ابن زبیرؓ اس سے ایک شب پہلے روز شنبہ کی رات کو نکلے تھے اور فرع کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ جعفر بھائی ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ صبرہ حنظلی کا یہ شعر زبان سے نکلا:

"جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اس پر ایسی رات بھی آنے والی ہے کہ اپنے جگر گوشوں کا داغ دل پر اٹھائے ہو۔"

یہ سن کر عبداللہ نے کہا' سبحان اللہ بھائی اس شعر کے پڑھنے سے تمہارا کیا مطلب

Marfat.com

تھا۔ جعفر نے کہا' بھائی واللہ کسی ایسی بات کا مجھے خیال نہ تھا جو آپ کو ناگوار ہو۔ عبداللہ نے کہا بلا ارادہ تمہاری زبان پر یہ شعر آگیا تو اور بھی زیادہ ناگوار ہونے کی بات ہے۔ وہ اسے فال بد سمجھے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے بیٹوں' بھائیوں' بھتیجوں' اور (محمد بن حنیفہ کے سوا) تمام اہل بیعت کو لے کر نکلے تھے۔

محمد بن حنیفہ نہ کہا' بھائی تمام خلق میں آپ سے بڑھ کر کسی کو میں دوست عزیز نہیں رکھتا۔ اور خیرخواہی کا کلمہ آپ سے بڑھ کر کسی کے لئے دنیا میں میرے منہ سے نہیں نکلے گا۔ آپ اپنے لوگوں کے ساتھ یزید بن معاویہؓ سے اور سب شہروں سے جہاں تک ہوسکے الگ رہیے۔ اور اپنے قاصدوں کو لوگوں کے پاس بھیجئے کہ وہ آپ کی بیعت کریں۔ اگر لوگ آپ کی بیعت کرلیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اگر کسی دوسرے کی بیعت پر وہ متفق ہوجائیں تو اس میں آپ کے دین عقل و مروت و فضل کو خدا کوئی ضرر نہیں پہنچنے دے گا۔ ان شہروں میں سے کسی شہر میں لوگوں کی کسی جماعت میں آپ کو جانے سے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان میں اختلاف پڑ جائے گا۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوا تو دوسرا آپ کے خلاف ہوگا۔ کشت و خون کی نوبت آئے تو سب سے پہلے آپ کی طرف برچھیوں کا رخ ہو جائے گا۔ اور آپ سا شخص جو شرف ذاتی و خاندانی میں بہترین امم ہے' بہت آسانی کے ساتھ اس کا خون بہایا جائے اور سب اہل و عیال تباہی میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت امام حسینؓ نے کہا پھر میں کدھر جاؤں بھائی۔ کہا' آپ مکہ میں اتر پڑیے۔ وہاں اطمینان حاصل ہوجائے فبہا۔ اور اگر تشویش کا سامنا ہو تو وہاں ریگستانوں اور کوہستانوں کی طرف نکل جایئے۔ ایک مقام کو چھوڑیئے' دوسری زمین کی طرف آیئے۔ دیکھتے رہیے کہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے اور اس وقت آپ کی رائے کیا قرار پاتی ہے۔ تمام امور کو سامنے کے رخ سے دیکھیں تو زیادہ قرین صواب اور مقتضائے عقل کی بات ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل کا سامنا کسی امر میں نہیں کہ الٹے رخ سے اس پر نظر کی جائے۔ محمد بن حنیفہ کے مشورہ کو سن کر جواب دیا کہ "بھائی تم نے خیرخواہی و شفقت کا کلمہ کہا۔ امید یہی ہے کہ تمہاری رائے درست اور موافق ہوگی۔"

ابو سعید مقبری کہتا ہے کہ میں نے مسجد میں حضرت امام حسینؓ کو آتے ہوئے دیکھا وہ دو شخصوں کے درمیان چل رہے تھے۔ کبھی اس طرف بوجھ ڈال دیتے کبھی اس طرف اور (یزید) بن مفرغ کے یہ دو شعر زبان پر تھے۔ مضمون یہ تھا۔

شہسواری کا پھر میں نام نہ لوں　　پھر نہ رکھوں یزید نام اپنا
میں گوارا کروں اگر ذلت　　ایسے جینے کو ہے سلام اپنا

اسی وقت میں نے دل میں کہا کہ واللہ یہ کچھ اور ہی ارادہ رکھتے ہیں جو یہ شعر پڑھے۔ ابھی دو ہی دن گزرے تھے کہ سنا وہ مکہ روانہ ہوگئے۔

اب ولید نے عبداللہ بن عمر کو بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔ کہا سب لوگ جب بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کروں گا۔ ایک شخص بول اٹھا "تمہیں بیعت کرنے میں کون سا امر مانع ہے تم یہی چاہتے ہو کہ لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ کشت و خون ہو۔ سب فنا ہو جائیں۔ جب یہ مصیبت گذر جائے تو سب کہیں اب تو عبداللہؓ بن عمر کے سوار کوئی باقی نہیں رہا ان سے بیعت اب لو۔" عبداللہؓ نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ کشت و خون ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ سب لوگ فنا ہوجائیں۔

میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ سب لوگ بیعت کرلیں گے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔ غرض عبداللہؓ بن عمر کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ کوئی ان کو ڈراتا دھمکاتا بھی نہ تھا۔

ابن زبیرؓ مکہ پہنچ گئے وہاں عمرو بن سعید حاکم تھا۔ ابن زبیرؓ داخل ہوئے تو کہا میں پناہ لینے آیا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ نماز اور اعمال میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کنارے توقف کرتے تھے سب کے بعد انہیں ساتھیوں کے ساتھ نماز و اعمال بجالاتے تھے۔ حسین جب مکہ کی طرف چلے تو یہ آیت بڑھی:

(موسیٰ) بیم و امید کی حالت میں شہر سے نکلے اور کہا پروردگار ظالم قوم کے ہاتھ سے مجھے نجات دے۔

جب مکہ میں حسین داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی:

جب موسیٰ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا مالک مجھے سیدھا راستہ پر لگا دے

اسی سال رمضان میں ولید بن عتبہ کو مدینہ سے یزید نے معزول کرکے عمرو بن سعید اشدق کو مقرر کیا۔ عمرو بن سعید رمضان میں مدینہ میں داخل ہوا۔ واقدی کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خبرمرگ اور یزید کا بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا ہے تو ابن عمر مدینہ میں نہ

Marfat.com

تھے' ابن زبیرؓ او حضرت امام حسینؓ کو جب بیعت کے لئے بلایا تو انہوں نے انکار کیا اور اسی رات مکہ روانہ ہوگئے' ابن عباس و ابن عمر مکہ سے آ رہے تھے وہ ان کو راہ میں ملے اور پوچھنے لگے کیا خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ موت امیر معاویہؓ اور بیعت یزید۔ ابن عمر نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ ہو۔ پھر ابن عمر مدینہ میں چلے آئے۔ وہیں ٹھہرے رہے کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے جب تمام شہروں کی بیعت کا حال ان کو معلوم ہوا تو ولید بن عتبہ کے پاس آ کر انہوں نے بھی بیعت کرلی اور ابن عباس نے بھی۔

Marfat.com

Marfat.com

انیسواں باب

سانحہ کربلا (61ھ)

جب کوفیوں کو بیعت خلافت یزید اور حضرت امام حسینؑ ابن علی کے مکہ چلے جانے کا حال معلوم ہوا تو شیعان امیرالمومنین حضرت علیؑ سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہوئے اور چند لوگوں کی طرف سے، جن میں سلیمان و مسیب بن محمد ورفاعہ بن شداد بن مظاہر وغیرہ شامل تھے، حضرت امام حسینؑ کو خط لکھا "آپ یہاں تشریف لائیے۔ ہم لوگوں نے نعمان کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی، نہ جمعہ اور عید میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، اگر آپ آجائیں تو ہم اس کو نکال دیں گے۔" خط عبداللہ بن سبع ہمدانی و عبداللہ بن وائل کی معرفت روانہ کیا گیا، پھر دو راتوں کے بعد دوسرا خط تقریباً" ڈیڑھ سو آدمیوں کی جانب سے اسی مضمون کا لکھا گیا، پھر تیسری مرتبہ بھی اسی مضمون کا خط روانہ کیا گیا جس کو شبث بن ربعی، حجاز بن الجبر یزید بن الحرث، یزید بن زویم، عروہ بن قیس، عمر بن الحاج زبیدی، محمد بن عمر التمیمی وغیرہ نے بڑے شدومد سے لکھا تھا۔ متواتر خطوط آنے سے حضرت امام حسینؑ کے خیالات میں غیر معمولی تبدیلی آگئی، جواب میں لکھا۔ "جو تم لوگوں نے لکھا ہے میں اسے سمجھ گیا۔ فی الحال میں اپنے چچازاد بھائی اور اپنے معتمد ترین اہل بیت مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، یہ تمہارے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ پس اگر تمہارے روساء ملت نے جیسا کہ اس کے پیشتر تم نے لکھا ہے، اس پر اتفاق کیا اور اس پر جمع ہوگئے تو میں عنقریب آ جاؤں گا۔ اپنی قسم، امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے اور عدل پر قائم ہے اور دین حق پر چلتا ہے، والسلام۔"

مسلم بن عقیل خط لے کر روانہ ہوئے، مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھی، اہل مدینہ سے رخصت ہوئے۔ قیس سے دو راہبروں کو اجرت پر ہمراہ لیا، اثناء راہ میں دونوں رہبر پانی کا راستہ بتا کر شدت پیاس سے اس جہان فانی سے راہی ہوگئے۔ اور عقیل نے تکلیف و مصائب اٹھا کر چشمہ آب پر پہنچ کر پانی پیا اور بچ گئے۔

Marfat.com

ابن عقیل بہ تعمیل ارشاد یکم ذی الحجہ 60ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ اہل کوفہ کے دلوں میں کھلبلی پڑ گئی' پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ جب ان سے چند لوگ اکٹھے ہوجاتے تو مسلم ان کو حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سناتے تھے اور وہ لوگ دھاڑیں مار کر روتے اور امداد کا وعدہ کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ اس کی خبر نعمان بن بشیر گورنر کوفہ تک پہنچی' چونکہ اس کی طبیعت میں حلم و صلح پسندی تھی' لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فتنہ و فساد برپا ہونے سے ڈرایا اور صاف لفظوں میں یہ کہا کہ "مجھ سے جب تک کوئی نہ لڑے گا میں اس سے نہ لڑوں گا اور نہ کسی کو محض شبہ و بدگمانی کی وجہ سے گرفتار کروں گا۔ ہاں اگر تم نے ابتداء کی اور نقض بیعت کی اور بادشاہ وقت کے مخالف ہوئے تو واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا' تم کو برابر مارتا رہوں گا' خواہ میرا کوئی معین و مددگار نہ ہو۔ تقریر ختم ہونے پر بعض بنی امیہ کے حلیفوں نے کہا' "تم کو اس مضمون کا خطبہ نہ دینا تھا' جو تمہاری رائے ہے وہ کمزوروں کی رائے ہے۔ دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ورنہ اس میں دشمنوں کو جرات ہوگی۔" نعمان نے جواب دیا' مجھے کمزور ہوکر اللہ کی اطاعت میں رہنا زیادہ محبوب ہے' بمقابلہ اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوکر عزت والا بنوں۔ یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آئے' عبداللہ بن مسلم' عمارہ بن ولید بن عقبہ' عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے مسلم بن عقیل کے آنے تک لوگوں کو بیعت کرنے اور نعمان بن بشیر کے خطبہ دینے کا حال یزید کو لکھ بھیجا اور یہ بھی تحریر کیا کہ اگر تم کو کوفہ کی ضرورت ہو تو کسی طاقتور شخص کو مامور کرو جو تمہارے احکام کو استقلال و قوت کے ساتھ جاری اور تمہارے ملک کی حفاظت اور تمہارے دشمنوں کو زیر کرسکے۔ یزید نے سرجون رومی سے اس کے متعلق مشورہ طلب کیا۔

(تاریخ ابن اثیر کی جلد چہارم میں اس سے آگے کے تین صفحات خالی ہیں)۔

سرجون نے کہا' "میں آپ سے معاویہؓ کی رائے ظاہر کروں۔ کیا آپ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یزید نے کہا' ہاں۔ سرجون نے کہا' "عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی سند گورنری مرحمت کیجئے! معاویہ کی یہی رائے تھی۔ اگرچہ یزید عبیداللہ بن زیاد سے ناراض تھا لیکن سرجون کے کہنے سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری دے دی اور سند گورنری مسلم بن عمرو الباہلی کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی لکھا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کرکے قتل کرڈالنا یا شہر بدر کرڈالنا۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں حضرت امام حسینؓ نے روساء اہل بصرہ مالک بن سمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن الهیثم، عمر بن عبداللہ بن معمر وغیرہ کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں ان لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی تھی۔ سب نے اس خط کو چھپا لیا، لیکن منذر بن جارود نے یہ سمجھ کر کہ شاید ابن زیاد کا یہ مکر نہ ہو، نامہ بر اور خط کو ابن زیاد کے روبرو پیش کردیا۔ ابن زیاد نے نامہ بر کو بار حیات سے سبکدوش کردیا اور لوگوں کو جمع کر کے اس مضمون کا خطبہ دیا:

"اے اہل بصرہ! مجھ کو نہ تو کسی امر کا اندیشہ ہے اور نہ میں کسی سے خائف ہوں۔ جو شخص مجھ سے لڑے گا میں بھی اس سے لڑوں گا اور جو شخص صلح رکھے گا میں بھی اس سے صلح کے ساتھ پیش آؤں گا۔ اے اہل بصرہ! مجھ کو امیرالمؤمنین یزید نے کوفہ کی بھی حکومت مرحمت فرمائی ہے۔ میں غالباً کل روانہ ہوجاؤں گا۔ زمانہ غیرحاضری میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو تم پر اپنا نائب مقرر کئے جاتا ہوں۔ تم لوگ اختلاف و سرکشی سے احتراز کرنا، اگر مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ کسی شخص نے ذرہ بھر بھی اختلاف کیا ہے تو میں اس کو نہ صرف قتل کروں گا بلکہ اس کے دوست و آشنا عزیز و اقارب کو بھی تہ تیغ کردوں گا اور اس جرم میں قریب و بعید کے سب لوگ ماخوذ کئے جائیں گے تاکہ تم لوگ راستی و استقامت اختیار کرو اور تم میں مخالفت کا مادہ باقی نہ رہے۔ یہ یاد رکھو کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں، مجرم ہونے کی حالت میں اپنے ماموں اور چچازاد بھائی کا بھی پاس نہ کروں گا۔"

خطبہ سے فارغ ہوکر مسلم بن عمر الباہلی اور شریک بن الاعور حارثی اور اپنے خاندان والوں کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ سے شریک وغیرہ سے علیحدہ ہوگیا۔ تنہا عبیداللہ بن زیاد کوفے میں داخل ہوا۔ جن لوگوں کی طرف سے گزرتا تھا وہ لوگ حضرت امام حسینؓ سمجھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔ لیکن ابن زیاد اس کا کچھ جواب نہ دیتا تھا، چپ چاپ چلا جارہا تھا۔ رفتہ رفتہ نعمان بن بشیر تک پہنچا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر خوشی سے کے نعرے بلند کرتا چلا جارہا تھا۔ نعمان نے حضرت امام حسین بن علیؓ کے شبہ میں دروازہ بند

Marfat.com

کرلیا اور اندر سے چلا کر کہا' "تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں' تم میری طرف مائل نہ ہو' میں اپنی امانت' اپنا مال تمہاری کسی جنگی ضرورت کو نہ دوں گا۔" عبیداللہ بن زیاد نے دروازے کے قریب جاکر کہا' "دروازہ کھول دو' ورنہ کھولا جائے گا۔" ایک شخص جو اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا آواز پہچان کر بولا' یہ تو ابن مرجانہ ہے! لوگ یہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

عبیداللہ بن زیاد دارالامارت میں داخل ہوا' صبح ہوئی تو منبر پر گیا خطبہ دیا:

"اے اہل کوفہ! امیرالمومنین نے تمہارے شہر اور احکام شرعی اور مال غنیمت اور بیت المال کا مجھے والی مقرر کیا ہے اور مجھے تمہارے مظلوموں کی دادرسی' تمہارے محروموں کو دینے' تمہارے فرمانبرداروں کے ساتھ احسان کرنے' تمہارے نافرمانوں اور باغیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں بے شک تم پر اس کے احکام جاری کروں گا۔ میں تم سے تمہارے والد سے زیادہ مہربان رہوں گا اور تمہارے شفیق بھائی سے بڑھ کر تمہاری اطاعت کروں گا لیکن جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے گا اس کی گردن و پیٹھ پر میری تلوار اور میرا درہ ہوگا۔" اتنا کہہ کر منبر سے اترا اور واقف کاروں اور روساء شہر کو مخاطب کرکے کہا" امیرالمومنین کے ہوا خواہوں اور ان لوگوں کی صحیح تعداد ظاہر کرو جن کے دلوں میں اختلاف و بغاوت کا مادہ بھرا ہوا ہو۔ پس جو شخص صاف صاف لکھ دے گا' وہ بری ہے اور جو شخص نہ لکھے گا وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کے دوستوں و آشناؤں میں سے کسی نے ہماری مخالفت کی یا ہم سے باغی ہوا تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ اس کا خون و مال ہم کو مباح ہوگا اور جس کے علم میں کوئی شخص امیرالمومنین کا باغی و مخالف ہو اور اس نے نہ ظاہر کیا تو ہم اس کو سولی دیدیں گے اور اس کا وظیفہ ضبط کرلیں گے۔"

مسلم بن عقیل کے کانوں تک عبیداللہ کے احکامات پہنچے تو مختار کے مکان سے نکل کر ہانی عروہ مرادی کے دروازے پر جاکر بلایا۔ ہانی نکلا' دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی' مسلم بن عقیل نے کہا' "میں تمہارے پاس پناہ گزین اور تمہارا مہمان ہو کر آیا ہوں۔" ہانی نے جواب

دیا کہ "تم نے مجھے سخت تکلیف دی۔ اگر میرے مکان میں نہ آجاتے تو میں یہ پسند کرتا کہ قبل اس کے کسی جرم میں ماخوذ ہوں جاؤں، تم میرے پاس سے واپس چلے جاؤ۔ خیر آؤ! حتی الامکان میں تمہیں پناہ دوں گا۔" مسلم بن عقیل اس کو غنیمت جان کر ہانی کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام کو بلا کر تین ہزار درہم دے کر اس کو مسلم بن عقیل کی سراغ رسانی پر متعین کیا اور سمجھا دیا کہ ہوا خواہان مسلم بن عقیل سے ملنا جلنا اور ان سے یہ ظاہر کرنا کہ میں بھی مسلم بن عقیل کا ہی خواہ ہوں۔ پس ابن زیاد کا غلام مسجد میں بن عجوسہ اسدی کے پاس گیا۔ یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپس میں تذکرہ کررہے تھے کہ یہی حضرت امام حسینؑ کی بیعت لیتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو غلام نے سلام کرکے کہا، "میں شام کا رہنے والا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے حب اہلبیت رسالت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ تین ہزار درہم حاضر ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ان میں سے کوئی بزرگ کوفے آئے ہوئے ہیں اور ابن بنت (نواسہ) رسولؐ اللہ کی بیعت لے رہے ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم کو ان کی قیام و تشریف آوری کا حال معلوم ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ مال لے لو اور مجھے ان کی خدمت میں لے چلو اور اگر تمہیں کسی قسم کا خیال ہو تو قبل اس کے کہ مجھے ان کی زیارت نصیب ہو مجھ سے عہد و پیمان لے لو۔" مسلم بن عجوسہ بولے، مجھے تمہاری ملاقات سے مسرت ضرور ہوئی۔ شاید تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کی امداد کرے لیکن اس سے مجھے رنج پہنچا کہ لوگ اس کام کے مکمل ہونے سے پیشتر میرے راز سے واقف ہوگئے۔ یہ کہہ کر مسلم بن عجوسہ نے غلام سے اخفائے راز کا عہد و پیمان لیا اور غلام مسلم کا پتہ لگانے کے لئے ان کے پاس آنے جانے لگا۔ اتفاق سے ہانی بن عروہ بیمار ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد عیادت کو آیا۔ عمارہ بن عبدالسلولی نے اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا لیکن ہانی نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے مکان پر ایسے واقعہ کا ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس کے چند ہی دنوں کے بعد شریک بن اعور بیمار ہوکر ہانی کے مکان پر فروکش ہوا، ابن زیاد اور امراء کوفہ اس کی عزت کرتے تھے اور یہ عمار بن یاسر کے ساتھ شریک جنگ صفین ہوا تھا۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کے وقت تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے مسلم بن عقیل سے کہا، "یہ (ابن زیاد) فاجر شام کو میری عیادت کو آئے گا۔

Marfat.com

جونہی بیٹھے فوراً" اس کا سر اڑا دینا۔ اس کے قتل کے بعد کوئی شخص قصرامارت پر قابض ہونے سے معترض نہ ہوگا۔ اگر مجھے افاقہ ہوگیا تو میں چل کر بصرہ پر بھی قبضہ کرا دوں گا" لیکن ہانی نے پھر ممانعت کردی۔ شام ہوئی عبیداللہ بن زیاد کے چلے جانے پر شریک نے مسلم بن عقیل سے قتل نہ کرنے کی وجہ دریافت کی' جواب دیا کہ میں نے دو وجوہ کی بناء پر قتل نہیں کیا۔ ایک یہ کہ ہانی کو ناگوار تھا کہ اس کے مکان پر وہ قتل کیا جائے' دوسرے یہ کہ امیرالمومنین علیؓ نے رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایمان خونریزی سے مانع ہے۔ اسی لئے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون نہیں بہاتا۔ اس کے تین روز کے بعد شریک کا اسی علالت میں انتقال ہوگیا۔ پھر ابن زیاد کا غلام مسلم بن عجوسہ کے ذریعہ مسلم بن عقیل کی خدمت میں آنے جانے لگا۔ جو باتیں ہوتی تھیں روزانہ ابن زیاد سے جا کر کہہ آتا تھا' ایک مدت سے ہانی علالت کے حیلہ سے ابن زیاد کے پاس نہیں جاتا تھا۔

ابن زیاد نے محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ و عمرو بن الحجاج کو بلا کر ہانی کے نہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کہا "بیمار ہے۔" ابن زیاد بولا' "کیا خوب! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اچھا ہوگیا ہے۔ اور روزانہ گھر سے نکل کر دروازے پر بیٹھا کرتا ہے۔ جاؤ اس کو میرے پاس لاؤ۔" غرض یہ لوگ ہانی کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن زیاد: کیوں ہانی! تمہارے مکان پر یہ کیسا مجمع ہوتا ہے' تم نے امیرالمومنین کے خلاف مسلم بن عقیل کو بلا کر اپنے مکان پر ٹھہرایا ہے اور آلات حرب اور لوگوں کو جمع کرتے ہو۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ بات پوشیدہ رہے گی؟

ہانی: یہ بات بالکل غلط ہے۔

ابن زیاد: غلط نہیں ہے۔ یاد کر کے کہو۔ میں نے یہ باتیں اسی سے سنی ہیں جو تمہارے جلسہ میں شریک ہوتا ہے۔

ہانی: جس نے یہ بیان کیا وہ جھوٹا ہے۔

ابن زیاد: (اس غلام کی طرف اشارہ کرکے جو اس کا مخبر تھا) اس کو پہچانتے ہو؟ ہانی نے دبی زبان سے کہا' "ہاں میں جانتا ہوں۔" ساتھ ہی اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی سکتہ طاری ہوگیا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا' پھر سر اٹھا کر بولا' "مجھ سے سنو' واللہ میں جھوٹ نہیں کہونگا۔ بخدا لایزال میں نے مسلم بن عقیل کو نہیں بلایا اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کس کام کے لئے آیا ہے۔ میرے دروازے پر آکر قیام کرنے کی اجازت چاہی' مجھے

Marfat.com

انکار کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوئی میں نے ٹھہرا لیا' مہمانی کی' یہ قصور البتہ مجھ سے ہوا۔ اس کے بعد جو واقعات و حالات ہوئے ان کو تم جانتے ہو۔ اگر تم کہو تو میں ضمانت دے کر جاؤں اور اس کو اپنے گھر سے نکال کر پھر سے آجاؤں۔" ابن زیاد نے کہا' "میں تم کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس کو میرے سامنے لاکر پیش نہ کروگے۔" ہانی نے جواب دیا' "میں اپنے مہمان کو تمہارے سپرد نہ کروں گا کہ تم اس کو قتل کرو۔" ابن زیاد اس پر اصرار کررہا تھا اور ہانی انکار۔ جب بحث و تکرار بڑھتی نظر آئی تو مسلم بن عمرو الباہلی نے ابن زیاد سے کہا' "مجھے ہانی سے تخلیہ میں دو دو باتیں کرنے دیجئے۔" ابن زیاد خاموش ہوگیا

مسلم بن عقیل نے یہ واقعات سن کر اپنے اصحاب میں "یا منصور امتہ" کی ندا کرا دی۔ اس وقت تک ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کرچکے تھے جس میں سے چار ہزار مکان پر موجود تھے۔ تھوڑی دیر میں ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا' آپ نے عبداللہ بن عزیز کندی کو کندہ پر مامور فرما کر آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مسلم بن عجوسہ اسدی کو مذحج و اسد پر' ابن ثمامہ سائدی کو تمیم و ہمدان پر' عباس بن جعدہ جدلی کو مدینہ پر متعین کر کے قصرامارت کا قصد کیا۔ ابن زیاد نے دروازے بند کرلئے۔ قصر امارت میں تیس آدمی پولیس کے اور چوبیس آدمی اور تھے۔ جن میں چند شرفاء کوفہ اور کچھ اس کے خادم و خاندان والے تھے' شام تک یہی کیفیت رہی' چاروں طرف ایک ہلڑ سا مچا ہوا تھا' کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔

تب ابن زیاد نے ان کو منتشر کرنے کی یہ تدبیر نکالی' کہ کثیر بن شہابی حارثی کو مذحج کی طرف' محمد بن الاشعث کو کندہ و حضرموت کی جانب' قعقاع بن شور الدہلی و شیت بن ربعی تمیمی و حجاز بن الجبر عجلی و شمر بن ذی الجوشن ضبابی وغیرہ کو حکم دیا کہ قصر امارت کی کھڑکیوں اور بالاخانہ سے کھڑے ہوکر لوگوں کو سمجھا بجھا کر مسلم بن عقیل سے علیحدہ ہونے کو کہو اور اعلان کردو کہ جو شخص اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کرلے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص اس کے حکم سے سرتابی کرے گا وہ عتاب شاہی میں گرفتار کیا جائے گا اور نہایت بری سزا اس کو دی جائے گی۔ اہل کوفہ کے کان میں جونہی یہ آواز پڑی اور انہوں نے روساء و سرداروں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا' ایک ایک' دو دو' پانچ پانچ' دس دس علیحدہ ہونے لگے۔

آخر یہ نوبت آپہنچی کہ عورت و مرد سب کے سب گھر سے نکل پڑے اور وہ اپنے

Marfat.com

بیٹوں اور بھائیوں کو بلا لے گئے۔ یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ اس وقت آپ مسجد سے نکل کر ابواب کندہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کندہ کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے یہ تیس نفر بھی علیحدہ ہوگئے' تن تنہا بھولتے بھٹکتے بنی کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے۔ (جس کا نام طوعہ تھا) اس کا لڑکا بلال لوگوں کے ساتھ سپاہی بن کر گیا تھا۔ مسلم بن عقیل نے اس کو سلام کرکے پانی طلب کیا۔ طوعہ نے پانی پلایا' آپ اسی کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ طوعہ نے کہا' "اے اللہ کے بندے' کیا تم نے پانی نہیں پیا؟ جواب دیا' ہاں۔ پھر طوعہ نے کہا' "تم اپنے گھر جاؤ۔" تین بار اس فقرے کو دہرایا' آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب طوعہ بولی' سبحان اللہ میں تم کو اپنے گھر جانے کا کہتی ہوں اور تم خاموش بیٹھے ہو' اٹھو اپنے گھر جاؤ' مجھے تمہارا یہاں بیٹھنا پسند نہیں ہے۔ آپ نے ایک سرد آہ کھینچ کر ارشاد کیا' اس شہر میں میرا نہ مکان ہے اور نہ کوئی عزیز و قریب ہے' کیا تم مجھ کو اپنے گھر میں پناہ دے سکتی ہو؟ اور میرے ساتھ کچھ بھلائی کرسکتی ہو' شاید اس کے بعد میں کبھی تم کو اس کا معاوضہ دے سکوں؟ طوعہ بولی آپ کون ہیں؟ فرمایا' مسلم بن عقیل ہوں۔ مجھے کوفہ والوں نے دھوکہ دیا ہے۔ طوعہ نے کہا' اچھا آپ میرے مکان میں تشریف لائیے۔ غرض مسلم بن عقیل کو طوعہ نے اپنے مکان کے دوسرے احاطے میں ٹھہرایا' کھانا لائی' لیکن آپ نے تناول نہ کیا۔

ابن زیاد مجمع منتشر ہونے کے بعد مع اپنے احباب کے مسجد میں آیا اور ہر محلہ میں منادی کردی: "سب لوگوں کا قصور معاف کردیا گیا' کسی پر کوئی الزام نہیں ہے' عشاء کی نماز مسجد میں آکر پڑھو۔" تھوڑی دیر میں مسجد آدمیوں سے بھر گئی۔

ابن زیاد نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہوکر اس مضمون کا خطبہ دیا کہ ابن عقیل نے تم لوگوں میں اختلاف و نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے گھر میں ہم اس کو پائیں گے وہ بری الذمہ ہے اور جو شخص اس کو گرفتار کرلائے گا اس کو ہم انعام دیں گے اس کے بعد حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ اسی وقت کوفہ کی ناکہ بندی کرلو' صبح ہوتے تمام مکانات کی تلاشی لینا۔ صبح ہوئی' ابن زیاد نے ایک جلسہ عام منعقد کیا' بلال (طوعہ کے لڑکے) نے حاضر ہوکر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے مسلم بن عقیل کے آنے اور مکان میں چھپانے کا ماجرہ بیان کیا' عبدالرحمٰن نے اپنے باپ اشعث سے اس واقعے کو بیان کیا۔ جس وقت وہ ابن زیاد کے پاس دربار میں بیٹھا تھا۔ محمد بن اشعت نے ابن زیاد سے اس

Marfat.com

واقعہ کا ذکر کیا' ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے محمد کو مع عمرو بن عبیداللہ بن عباس السلمی اور قیس کو ستر آدمیوں کے روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل ان لوگوں کی آوازیں سن کر تلوار کھینچ کر نکل آئے اور نہایت مردانگی سے ان کو گھر کے باہر نکال دیا۔ بار بار وہ لوگ حملہ آور ہوتے تھے اور مسلم بن عقیل دم بھر میں ان کو نکال دیتے تھے۔ بکیر بن حمران احمری نے مسلم بن عقیل پر تلوار چلائی جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا' دو دانت ٹوٹ گئے۔ آپ نے بھی بڑھ کر اس کے سر پر تلوار کا وار کیا' دوسری تلوار کندھے پر پڑی' بکیر منہ کے بل گر پڑا۔ اس کے ہمراہی چھت پر چڑھ گئے' پتھر آگ پھینکنے لگے' آپ بھی شمشیر بکف جست کر کے پہنچ گئے۔ قتل و خون کا بازار گرم کیا۔ محمد بن اشعث نے چلا کر کہا' تم نہ لڑو' تم کو امان دی جاتی ہے۔

چونکہ پتھروں کے صدمہ سے جابجا زخم پڑ گئے تھے اور اس وقت ان میں جنگ کرنے کی تاب باقی نہ رہی تھی' مسلم بن عقیل ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ابن اشعث اور کل لوگوں نے باستثناء عمرو بن عبیداللہ السلمی کے امان دی۔ تلوار لے لی اور ایک خچر پر سوار کر کے ابن زیاد کی طرف لے چلے۔ کس مپرسی کا خیال آگیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ارشاد کیا' "یہ پہلی بدعہدی ہے۔"

محمد بن اشعث: "تم مطلق خوف نہ کرو' کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔"

مسلم بن عقیل: "اندیشے کی کیا اور کوئی صورت بھی ہوتی ہے؟ تمہاری امان کہاں ہے؟ تم نے میری تلوار لے لی اور اب میں بے دست و پا ہوں۔" اس قدر فقرے زبان سے نکلنے نہ پائے تھے کہ فرط الم سے رو پڑے۔ عمرو بن عبیداللہ بولا' "کیوں روتے ہو' تمہاری طرح کیا کسی اور نے بھی ایسی خواہش کی تھی کہ اس پر بھی یہ بلائیں نازل ہوتیں۔"

مسلم بن عقیل: "میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ مجھے اپنے اہل و عیال اور حضرت امام حسینؓ اور آل حسینؓ پر رونا آتا ہے جو تمہاری طرف آنے والے ہیں۔" (محمد بن اشعث سے مخاطب ہو کر) "میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے امان دینے پر مجبور ہو' خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا' کیا تم میں ایسی قدرت ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حضرت امام حسینؓ کے پاس میری خبر بھیج دو اور میری طرف سے یہ کہلا بھیجو کہ مع اپنے اہل بیت کے واپس چلے جاؤ' یہ اہل کوفہ ہیں جو تمہارے باپ علیؓ کے دوست و ہوا خواہ تھے' اور حق دوستی کو ان کی جان لے کر ادا کرنا چاہتے تھے' اقرار کر لیا۔" چنانچہ شہادت مسلم بن عقیل کے بعد حضرت امام حسینؓ کو خط

Marfat.com

لکھا۔ قاصد سے بمقام زبالہ ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا' "جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ضرور ہے۔" مکہ سے روانگی کا یہ سبب ہوا تھا کہ مسلم بن عقیل نے کوفہ سے لکھا تھا' "آپ ضرور تشریف لائیے' اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کرچکے ہیں۔"

محمد بن اشعث' مسلم بن عقیل کو ہمراہ لئے قصرامارت پر پہنچا۔ دروازے پر بٹھا کر اندر گیا' ابن زیاد سے کل واقعات بتلائے اور کہا کہ میں نے ان کو امان دی ہے۔ ابن زیاد نے غصہ ہوکر کہا' "تو اور امان؟" میں نے تجھے اس کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ امان دینے کے لئے؟ محمد بن اشعث دم بخود ہوگیا اور مسلم بن عقیل پیش کئے گئے۔ آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ حرسی (ازدی) نے کہا "تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے!" فرمایا "اگر یہ میرے قتل کا قصد رکھتا ہے تو میرا سلام ہی کیا ہے' اور اگر میرے قتل کا ارادہ نہیں ہے تو بہت سلام ہوجائیں گے۔" ابن زیاد بولا "میں تم کو ضرور قتل کروں گا۔" مسلم بن عقیل نے کہا' "میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں' اچھا تم مجھے اجازت دو کہ میں اپنی قوم میں سے کسی کو کچھ وصیت کردوں۔" ابن زیاد نے اجازت دی۔ آپ نے عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوکر کہا' "میری اور تمہاری عزیزداری ہے۔ میں تم سے تخلیہ میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف دیکھا۔ ابن زیاد نے کہا جاؤ' تخلیہ میں سن لو' میں تم کو تمہارے ابن عم کی بات سننے سے نہیں روکتا۔ عمر بن سعد اور مسلم بن عقیل اٹھ کر ایک گوشے میں گئے۔ مسلم بن عقیل نے کہا' "میں نے کوفے میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لے کر اپنی ضرورتوں میں صرف کیا ہے' تم اس کو میری طرف سے ادا کردینا۔ اور میرے قتل ہونے کے بعد میری نعش کو اجازت لے کر دفن کردینا اور حضرت امام حسینؑ کے پاس کسی کو بھیج دینا کہ وہ کوفے میں نہ آئیں۔" عمر بن سعد نے یہ سب باتیں ابن زیاد سے بتلائیں۔ ابن زیاد نے کہا' "تم امین ہو' اس میں خیانت نہ کرو۔ مال کی بابت تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ حضرت امام حسینؑ کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ میری طرف آنے کا ارادہ نہ کریں تو میں بھی ان کا قصد نہ کروں گا۔ باقی رہا ان کا لاشہ' میں اس بارے میں تمہاری سفارش نہیں سنوں گا۔"

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ بالائے قصر لے جاکر مسلم بن عقیل قتل کئے جائیں اور سر کے ساتھ لاشہ بے گور و کفن پھینک دیا جائے۔ مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا' "واللہ اگر تم نے امان نہ دی ہوتی تو میں ان کے ہاتھ نہ آتا' تلوار اٹھائی تو

بری الذمہ ہوگیا۔" محمد بن اشعث نے کچھ جواب نہ دیا۔ لوگ آپ کو بالائے قصر لے گئے' شہید کرنے والا بکیر بن حمران ہے' جس پر آپ نے تلوار چلائی تھی' اور سر کے ساتھ لاش پھینک دی گئی۔

مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کے بعد محمد بن اشعث نے ہانی کی سفارش کی' ابن زیاد نے نامنظور کرکے حکم دیا کہ سربازار لے جاکر قتل کردیا جائے۔ چنانچہ ایک ترکی غلام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

حضرت امام حسینؑ کو مسلم بن عقیل کا خط ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ اٹھارہ ہزار آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرچکے ہیں۔ اور یوما" فیوما" بیعت کرتے جاتے ہیں' تم بہت جلد کوفہ آجاؤ۔ چنانچہ آپ نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام آئے اور کوفہ جانے سے روکا۔ آپ نے مکہ میں قیام سے انکار کیا' پھر عبداللہ بن عباسؓ تشریف لائے۔ فرمایا "میں تم کو کوفہ جانے سے روکتا ہوں۔ تم وہاں اس وقت نہ جاؤ' جب تک کہ اہل کوفہ اپنے امیر کو قتل نہ کر ڈالیں' اس کے مال کو لوٹ نہ لیں اور اگر محض ان کے بلانے پر جاتے ہو اور ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ لو کہ تم کو لڑائی کے لئے بلاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم کو وہ لوگ دھوکہ دیں گے' جھٹلائیں گے' تمہاری مخالفت کریں گے اور سب سے زیاد تمہارے وہی دشمن ہوں گے۔" آپ نے جواب دیا' "میں آج شب کو استخارہ کروں گا' دیکھیں' اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے۔" عبداللہ بن عباسؓ یہ سن کر اٹھ کر چلے گئے۔

ان کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ آئے' انہوں نے پہلے جانے کی رائے دی پھر کچھ سوچ سمجھ کر کہا' "بہتر ہوتا کہ آپ حجاز میں قیام کرتے اور اس کام کو یہیں سے انجام دیتے۔" آپ نے جواب دیا' "میرے جدامجد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کی بدولت کعبہ کی بے حرمتی ہوگی' مجھے منظور نہیں ہے کہ وہ مینڈھا میں ہی بنوں۔"

عبداللہ بن زبیرؓ کے چلے جانے پر عبداللہ بن عمرؓ تشریف فرما ہوئے' ناصحانہ کہنے لگے' "تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے مکہ سے باہر نہ جاؤ' اللہ جل شانہ نے رسولؐ اللہ کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے ایک کے اختیار کرلینے کا حکم دیا تھا' آپ نے آخرت منظور فرمائی تھی۔ چونکہ تم آپؐ کے ایک جزو ہو' دنیا طلب نہ کرو اور نہ اس کے گرد و غبار میں اپنے دامان مبارک کو آلودہ کرو۔" عبداللہ بن عمرؓ یہ کہہ کر رو پڑے۔ حضرت امام

Marfat.com

حسینؑ کے بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے' لیکن اس پر بھی عمل نہ کیا۔ مجبوراً" عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔

اگلے دن عبداللہ بن عباسؓ پھر آئے' سمجھانے لگے' "برادر من! مجھے نصیحت کئے بغیر صبر نہیں آتا' مجھے یہ خوف ہے کہ تم ہلاک ہوجاؤ گے' تمہارا خاندان تباہ و برباد ہوجائے گا۔ اہل عراق بڑے بے وفا' عہد شکن' مکار ہیں' تم ان کے قریب نہ جاؤ' اسی شہر میں قیام کرو' تم ان کے سردار ہو' اور اگر اہل عراق اپنے دعوئ میں سچے ہیں تو ان کو لکھ بھیجو کہ تم اپنے گورنر کو نکال دو۔ اس کے بعد تم ان کے شہر میں جاؤ اور اگر تمہارا جی مکہ سے بغیر نکلے ہوئے نہیں مانتا تو یمن کی طرف چلے جاؤ' وہ بہت وسیع سرزمین ہے' پہاڑوں کی گھاٹیاں بکثرت ہیں۔ قدرتی محفوظ قلعے ہیں۔ وہاں سے تم اپنے حامیوں کو اطراف و جوانب میں بھیجو اور لوگوں سے بیعت لو۔" آپ نے جواب دیا' "میں تو مصمم قصد کرچکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا۔" عبداللہ بن عباسؓ بولے' "خیر اگر جاتے ہی ہو تو اپنے لڑکوں' عورتوں کو نہ لے جاؤ' مجھے اندیشہ ہے کہ عثمانؓ کی طرح تم شہید نہ کئے جاؤ اور تمہارے لڑکے اور عورتیں پریشان و سرگرداں ہوں۔" آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا' ابن عباسؓ اٹھ کر چلے آئے اور حضرت امام حسینؑ 10 ذی الحج 60ھ کو مع اپنے اہل بیت کے جس میں بچے' عورتیں' بوڑھے مرد بھی تھے' مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔

یزید کی طرف سے حجاز کا گورنر عمرو بن سعید بن العاص تھا۔ اس کے آدمیوں نے حضرت امام حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں کو روانگی سے روکا۔ بحث و تکرار ہوئی' آپس میں خفیف سی مار پیٹ بھی ہوگئی لیکن آپ اور آپ کے ہمراہی نہ رکے۔ رفتہ رفتہ تنعیم میں پہنچے' یہاں پر ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو یمن سے آرہا تھا۔ اسے بجیرین ایسان والیء یمن نے یزید کو قیمتی اسباب پارچہ جات و زیورات لے کر روانہ کیا تھا۔ آپ نے اس کو روک کر اہل قافلہ سے ارشاد کیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ عراق چلنا چاہے' ہم اس کو بہ کمال خوشی اپنے ساتھ رکھیں گے اور اس اسباب میں سے اس کو حصہ دیں گے۔ اور جو شخص ہم سے علیحدہ ہونا پسند کرتا ہو وہ اپنا اس میں سے حصہ لے کر علیحدہ ہوجائے۔ چنانچہ جن لوگوں نے علیحدگی پسند کی' ان کو حسب حیثیت حصہ دے کر رخصت کردیا اور جنہوں نے ہمراہی منظور کی ان کو حصہ دے کر ہمراہ لئے آگے بڑھے۔

صفاح تک پہنچے ہوں گے کہ فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے دریافت

Marfat.com

کیا، اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟ عرض کیا واللہ آپ نے واقف کار شخص سے ہی استفسار فرمایا ہے، اچھا میں عرض کرتا ہوں سنئے! لوگوں کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضا آسمان سے اتر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر حکم الٰہی ہماری مرضی کے موافق صادر ہو تو اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے حالانکہ وہ ادائے شکر سے مستغنی ہے اور اگر قضاء خداوندی خلاف توقع نازل ہوئی تو صبر کریں گے۔

اسی مقام پر یا اس سے آگے بڑھ کر عبداللہ بن جعفر کا خط ملا۔ جس کو ان کے دونوں لڑکے عون و محمد لے کر آئے، جس میں لکھا تھا "برادر من! خدا کے واسطے خط کے دیکھتے ہی واپس آجاؤ، میں تم کو اس وجہ سے نصیحت کرتا ہوں کہ اس میں تمہاری خونریزی ہوگی، تمہارے اہل بیت نیست و نابود ہوجائیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تم شہید ہوگئے تو زمین کی روشنی جاتی رہے گی، تم مسلمانوں کی امیدگاہ اور ہادیوں کے پیشوا ہو، عجلت نہ کرو۔ میں اس خط کے بعد ہی پہنچ رہا ہوں، والسلام۔" آپ نے اس خط کا مطلق خیال نہ کیا، عون و محمد کو بھی ہمراہ لیا اور آگے بڑھے۔

ابن زیاد کو آپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے جلوہ گری کے خیال سے حسین بن نمیر تمیمی افسراعلیٰ پولیس کو روانہ کیا۔ اس نے مقام قادسیہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور سواروں کو قادسیہ سے خفان تک ایک جانب اور دوسری جانب قادسیہ سے قطقطانہ اور کوہ لعلع تک پھیلا دیا۔ اس عرصہ میں حضرت امام حسینؑ نے مقام حاجر میں پہلے ایک خط اہل کوفہ کو (جس میں اپنی تشریف آوری کا حال لکھا اور ان لوگوں کو مستعد و تیار کیا تھا) قیس بن مسہر صیداوی کی معرفت روانہ کیا۔ قیس جونہی قادسیہ پہنچے، حصین نے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے قیس سے کہا کہ تم قصرامارت پر چڑھ کر (عیاذاً باللہ) حسینؑ کو گالیاں دو، پس قیس قصر پر گئے۔ حمد و ثنا کے بعد کہا، اے لوگو! حضرت امام حسینؑ بہترین خلائق، فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کے لڑکے ہیں اور میں ان کا قاصد ہوں۔ وہ اب حاجر سے شاید آگے بڑھ آئے ہوں گے، تم ان کی اطاعت کرو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد پر طعن کیا اور زیاد کو سخت و سست کہہ کر علیؑ بن ابی طالب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ابن زیاد نے جھلا کر حکم دیا کہ اسے قصر سے نیچے گرا دو۔ گرتے ہی قیس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے، دماغ پھٹ گیا اور انتقال کرگئے۔

جب حضرت امام حسینؑ مقام ثعلبہ میں وارد ہوئے۔ مسلم بن عقیل کے شہید ہونے

Marfat.com

کی خبر آئی۔ بعض کی رائے ہوئی کہ آپ یہیں سے واپس چلئے' کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مدد گار نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ بجائے آپ کی مدد کرنے کے آپ کے مخالف بن جائیں۔ بنو عقیل بولے' واللہ ہم سرزمین کوفہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک مسلم بن عقیل کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے یا جیسا کہ مسلم بن عقیل نے موت کا ذائقہ چکھا ہے ہم بھی نہ چکھ لیں گے۔ حضرت امام حسینؑ نے ارشاد کیا' تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہوگا؟ ہمراہیوں میں سے چند لوگ کہنے لگے' واللہ آپ مسلم بن عقیل جیسے نہیں ہیں۔ جونہی آپ کوفہ پہنچیں گے سب لوگ آپ کے مطیع ہوجائیں گے۔ غرض حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ بنو عقیل کے اصرار پر ثعلبہ سے روانہ ہوکر زبالہ میں جا اترے۔(یقیناً امام حسینؑ بنو عقیل کے اصرار کی بجائے علم صداقت کو بلند کرنے کے لئے مجبور تھے' ایڈیٹر)

یہاں پر عبداللہ بن بقطر (آپ کے رضاعی بھائی) کے شہید ہونے کی خبر آئی' ان کو آپ نے اثناء راہ سے مسلم بن عقیل کے پاس بھیجا تھا جس کو حصین بن نمیر ک۔ سواروں نے قادسیہ سے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابن زیاد نے ان سے بھی کہا تھا کہ قصر پر چڑھ کر (عیاذاً باللہ) نواسہ رسولؐ پر لعن کرکے اترو تو میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا' لیکن انہوں نے قیس کی سی کاروائی کی اور ابن زیاد نے وہی برتاؤ کیا جو قیس کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؑ کو جب یہ دو خبریں شہادت کی پہنچیں تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کرکے ان کے مارے جانے کا حال بتلایا اور یہ ارشاد کیا جو شخص واپس جانا چاہتا ہو لوٹ جائے' ہم اس سے کچھ مواخذہ نہ کریں گے۔ اس فقرے کو سنتے ہی لوگ دائیں بائیں چھٹ گئے' صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ہمراہ آئے تھے۔ ان ہمراہیوں کے علیحدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ ب قصد جنگ نہیں چلے تھے' بلکہ یہ سمجھ کر آئے تھے کہ کوفہ پر آپ کا قبضہ ہوگیا ہے۔ البتہ آپ اس مقام سے روانہ ہو کر بطن عقبہ پہنچے' ایک عرب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی صراحتاً کوفہ جانے سے منع کیا۔ آپ نے اس کی بھی نہ سنی' کوچ کرکے شراف پہنچے۔

دوپہر کا وقت تھا۔ دور سے گرد دیکھ کر ہمراہیوں میں سے کوئی تکبیر کہہ اٹھا۔ کسی نے تکبیر کہنے کی وجہ دریافت کی۔ جواب دیا کہ گنجان درختوں کا باغ دکھائی دیتا ہے۔ بنی اسد کے

Marfat.com

دو شخصوں نے کہا' اس میدان میں کہیں درخت نہیں ہے۔ حضرت امام حسینؓ یہ تو سواروں کی گرد ہے۔ پھر ان دونوں بنی اسد سے متوجہ ہو کر ارشاد کیا' "اس مقام پر کوئی ایسا ملجاء و مامن ہے جس میں ہم پناہ گزین ہوں اور ان لوگوں سے ایک رخ ہو کر ملیں؟" ان دونوں نے جواب دیا' "سامنے یہ تمہارے پہلو پر ذو حسم ہے۔ اپنی بائیں جانب سے مڑ کر اس طرف چلے جاؤ' اگر یہ لوگ تم سے پہلے اس طرف چلے جائیں تو تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔"
حضرت امام حسینؓ بن علیؓ یہ سنتے ہی بڑی سرعت کے ساتھ ذو حسم کی طرف جھکے لیکن ذو حسم پر پہنچنے سے پہلے سواروں کی فوج آ پہنچی اور آپ ٹھہر گئے۔ ان سواروں کی تعداد ایک ہزار تھی جن کو حصین بن نمیر نے قادسیہ سے حر بن یزید تمیمی یربوعی کی ماتحتی میں حضرت امام حسینؓ کے مقابلے کو روانہ کیا تھا۔

ظہر کا وقت آیا' مؤذن نے اذان دی' آپ خیمے سے نکل کر سواروں کی طرف آئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا' "اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ اب اگر تم لوگ اپنا اقرار پورا کرو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر تمہارے شہر میں داخل ہونے سے تم کو نفرت ہے تو اجازت دو میں جس شہر سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔" کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ مؤذن نے تکبیر کہی۔ حر نے مع اپنے ساتھیوں کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ اپنے فرودگاہ پر واپس آئے اور حر اپنے لشکرگاہ میں چلے گئے۔ عصر کا وقت آیا تو پھر آپ نے حر اور ان کے ہمراہیوں کو خطاب کر کے فرمایا' "اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حق کو پہچانو تو اللہ عزوجل کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ان ظالموں' ناحق شناسوں سے جو مدعی امارت ہیں' ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں اور اگر تم کو یہ ناگوار ہو اور تم ہمارے حقوق کو تلف کر دو اور تمہاری وہ رائے بدل جائے جس کو تم نے اپنے قاصدوں اور خطوں کے ذریعہ سے ظاہر کیا تھا تو ہم واپس چلے جائیں۔" حر بولے' "واللہ! ہم کو ان خطوں اور قاصدوں کی اطلاع نہیں ہے جن کا تم بار بار ذکر کر رہے ہو۔" حضرت امام حسینؓ نے یہ سن کر خطوط سے بھری ہوئی دو تھیلیاں نکالیں اور کھول کر خطوط کو پھیلا دیا۔ حر نے کہا' "ہم ان خطوط کے کاتب نہیں ہیں' ہم کو تو یہ حکم ملا ہے کہ تم سے اگر ملاقات ہو جائے تو ہم تم کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں تک کہ تم کو کوفے میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں۔" حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا' "اس سے تو موت بھلی۔" اور اپنے ہمراہیوں کو واپس چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے۔ حر نے روکا اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس کوفہ چلنے پر مجبور کیا اور کہا کہ

Marfat.com

آپ یزید کو لکھئے' میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں' شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا امر پیدا کردے جس سے ابتلاء میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت امام حسینؓ نے پھر واپسی کا قصد کیا' حر نے دائیں بائیں سے روکنا شروع کیا۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرکے حمد وثنا کی۔ بعد میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کو دیکھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حلال کرتا ہے اس کے عہد کو توڑتا ہے' رسولؐ اللہ کی پیروی نہیں کرتا ہے' خلق اللہ میں ظلم و گناہ کے کام کرتا ہے' اور اس نے کسی قسم کی دست اندازی قولی یا عملی نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس کے ساتھ شمار کرے گا۔ آگاہ ہوجاؤ' ان لوگوں (یعنی یزید و امراء یزید) نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی تابعداری شروع کی ہے' فتنہ و فساد برپا کردیا ہے' حدود شرعی سے دست کش ہوگئے ہیں' مال غنیمت کو اپنا مال سمجھ لیا ہے' حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردیا ہے۔ میں ان لوگوں سے زیادہ صاحب الامر ہونے کا مستحق ہوں۔ تمہارے خطوط و قاصد میرے پاس آئے اور تم نے مجھ کو بیعت کرنے کے لئے بلایا۔ اب تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اگر اپنے بیعت کے اقرار پر قائم رہو گے تو راہ حق پاجاؤ گے۔ میں حضرت امام حسینؓ، علیؓ و فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ کا لڑکا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ' اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ تم کو میرے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد شکنی کی تو یہ تعجب خیز بات نہیں ہے۔ تم نے میرے باپ' میرے حقیقی بھائی حسنؓ و چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ افسوس ہے کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر اپنا حق و حصہ دین داری کا ضائع کررہے ہو۔ پس جو شخص بدعہدی کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو تم سے بے پرواہ کرے گا۔ والسلام"

حر نے جواب دیا "اللہ' اللہ کرو' میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے معرکہ آرائی کی تو

بلاشبہ مارے جاؤ گے۔" حضرت امام حسینؓ نے جھلا کر کہا:

"کیا تو ہم کو موت سے ڈراتا ہے۔ میں تو اپنا قصد پورا ہی کروں گا اور مرنے میں جوانمرد کو عار نہیں۔ جب اس نے نیکی کی نیت کرلی اور مسلمان ہوکر مجاہدہ کیا اور اچھے لوگوں سے بذاتہ محبت پیدا کی اور قاتل گردن زدنیوں کی مخالفت کی اور باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو مجھے کچھ ندامت نہ ہوگی اور اگر مر گیا تو مجھے کچھ صدمہ نہ ہوگا۔ تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ذلیل و رسوا ہو کر عمر بسر کرے گا۔"

حر سن کر خاموش ہو رہے لیکن پیچھا نہ چھوڑا۔ ادھر ادھر سے بہ حکمت عملی روکتے جاتے تھے' رفتہ رفتہ عذیب پہنچے جہاں پر نعمان کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔

کوفہ سے چار آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے جو تیز اونٹوں پر سوار نافع بن بلال کے گھوڑے کے پیچھے تیزی کے ساتھ آ رہے تھے اور ان کے ہمراہ ان کا رہبر طرماح بن عدی بھی تھا۔ حضرت امام حسینؓ کے قریب نہ پہنچنے پائے تھے کہ حر نے بڑھ کر کہا' "میں تم کو گرفتار کرلوں گا یا کوفہ کی طرف لوٹا دوں گا۔" آپ بولے' "ایسا نہ ہونے پائے گا' یہ میرے معین و مددگار ہیں اور میرے قائم مقام ہیں۔ اگر تم نے ان سے کچھ بھی تعرض کیا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی۔" حر خاموش ہو رہے۔ حضرت امام حسینؓ نے ان لوگوں سے دریافت کیا' "تم ان لوگوں کا (اہل کوفہ) کچھ حال بتلاؤ جن کو تم چھوڑ آئے ہو۔" ان میں سے مجمع بن عبداللہ العایذی نے عرض کیا' "شرفاء کوفہ کی رشوت خوری بڑھ گئی ہے۔ دنیا کی طمع میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک زبان ہو رہے ہیں۔ باقی رہے عوام الناس' ان کے قلوب تمہاری طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل تم پر نیام سے باہر آئیں گی۔" پھر اپنے قاصد قیس بن مسہر کا حال استفسار فرمایا' اور عرض کیا' "مار ڈالے گئے۔" یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جس کو آپ نہ روک سکے۔

اس کے بعد طرماح بن عدی نے کہا' "آپ کے ہمراہ بہت کم آدمی ہیں اور یہ ٹڈی دل ہیں۔ صبح نہ ہونے پائے گی کہ کل کوفہ دریا کی طرح امنڈ آئے گا۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ کسی محفوظ شہر میں قیام کریں تو آپ ہمارے ساتھ چلئے ہم آپ کو کوہ آجا میں ٹھہرائیں گے

جو ہم کو ملوک غسان و حمیر و نعمان بن منذر اور بکل سرخ دستوں کے حملوں سے بچاتا ہے۔ واللہ وہاں پر کسی قسم کی شکست یا نقصان نہیں پہنچے گا۔ پھر وہاں سے ان لوگوں کی طرف دعاۃ روانہ کرنا جو آجا اور سلمیٰ میں طے والے مقیم ہیں' خدا کی قسم! دس روز بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ طے کے بے حد سوار و پیادہ آکر جمع ہوجائیں گے اس وقت اگر کوئی شخص آپ کے مقابلے پر آئے گا تو صرف طے کی بیس ہزار تلواریں نیام سے نکل پڑیں گی جو آپ کے روبرو دشمنوں سے لڑیں گی۔" آپ نے فرمایا' "اللہ تعالیٰ تم کو بہتر اجر دے۔ ہم میں اور ان لوگوں میں کچھ ایسے امور حائل ہوگئے ہیں کہ جس سے ہم واپسی پر قادر نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں جانتے کہ آئندہ ہم اور ان میں کیا واقعہ پیش آئے؟"

الغرض طرماح آپ سے رخصت ہوکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا' حضرت امام حسینؓ پھرتے پھراتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ شام ہوگئی تھی' قیام کردیا' نماز پڑھ کر جھٹ پٹ سوار ہو کر چلنے کا قصد کیا۔ حر نے پہنچ کر روکنا شروع کیا' اسی رد و کد میں نینوا تک پہنچے جہاں پر آپ اتر پڑے۔

ایک سانڈنی سوار نے آکر ابن زیاد کا خط حر کو دیا۔ جس میں لکھا تھا' "میرے اس خط و قاصد کے پہنچتے ہی حسینؓ کو روک کر ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہرانا' جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی محفوظ مقام ہو۔ میں نے اس قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ تاتعمیل وہ تم سے جدا نہ ہوگا۔" حر نے خط پڑھ کر حضرت امام حسینؓ سے مخاطب ہوکر کہا' "یہ خط امیر کا آیا ہے۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ کو ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہراؤں اور تاتعمیل حکم یہ قاصد مجھ سے علیحدہ نہ ہوگا' لہٰذا آپ نینوا سے اٹھ کر ایسے میدان میں فروکش ہوں جہاں نہ سایہ ہو اور نہ پانی۔" آپ نے ارشاد کیا' "ہم کو تم اب زیادہ تکلیف نہ دو۔ نینوا ہی میں رہنے دو یا اجازت دو تو غاضریہ ماشفیہ میں جاکر قیام کریں۔" حر بولے' "میں ایسا نہیں کرسکتا ابن زیاد نے مجھ پر ایک شخص کو اس امر کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے۔" زہیر بن القین نے عرض کیا' واللہ اس کے بعد جو آئے گا وہ اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ اے ابن رسولؐ اللہ! اس وقت اس سے لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے جو آئندہ آنے والا ہے۔" آپ بولے" ہم جنگ کرنے میں سبقت نہیں کرسکتے۔" زہیر نے رائے دی' "آپ اس قریے میں ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے وہ ایک محفوظ مقام لب دریائے فرات واقع ہے۔ اگر وہ روکے گا تو ہم اس سے لڑ پڑیں گے اور اس سے جنگ کرنا آسان ہے اس سے جو بعد اس کے آئے گا۔

Marfat.com

آپ نے مقام کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا' کربلا نام ہے۔ فرمایا' "یہ زمین کرب و بلا کی ہے۔" یہ دن پنج شنبہ کا تھا اور محرم 61 کی 2 تاریخ تھی۔

اگلے دن کوفے میں چار ہزار کی فوج زیر قیادت عمر بن سعد بن ابی وقاص آ پہنچی۔ ابن زیاد نے عمر کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر کرکے ویلم کی سرکوبی کو بستی کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اور رے کی گورنری کی سند عطا کی تھی۔ وہ روانہ ہونے ہی کو تھا کہ حضرت امام حسینؓ کا واقعہ پیش آگیا۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلا کر حضرت امام حسینؓ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ عمر بن سعد نے انکار کیا۔ ابن زیاد نے کہا' اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہیں جاتے تو رے کی گورنری واپس کردو۔ عمر بن سعد نے غور و فکر کرنے کے لئے ایک روز کی مہلت مانگی۔ اپنے دوستوں' مشیروں سے مشورہ کیا' سب نے حضرت امام حسینؓ کے مقابلے پر جانے کو منع کیا۔ رات بھر پڑا سوچتا رہا' صبح کو ذیل کے اشعار پڑھتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا:

کیا میں ملک رے چھوڑ دوں اور ملک رے ہی کی مجھے خواہش ہے'
یا حسینؓ کو قتل کر کے مذموم واپس آؤں۔ لیکن ان کے قتل کرنے
سے دوزخ میں جاؤں گا جس کا کوئی مانع نہیں ہے۔ اور ملک رے کی
حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اور یہ عذر پیش کیا کہ مجھ میں حضرت امام حسینؓ کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ شرفاء کوفہ میں سے فلاں فلاں اشخاص متعین فرمایئے۔ ابن زیاد نے جواب دیا' "میں تمہارا مطیع نہیں ہوں اور نہ تم کو اس امر پر مجبور کرتا ہوں۔ اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہ جانا چاہتے ہو تو میری سند گورنری واپس کردو۔" عمر بن سعد نے حکومت رے کی طمع میں پڑ کر حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں جانا منظور کرلیا۔ چنانچہ اسی روز چار ہزار فوج کو لئے ہوئے آپؓ کے مقابلے میں جا پہنچا اور ایک قاصد بھیج کر آپ سے کوفے کی طرف آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا' "مجھے اس شہر کے شرفاء و رؤسا نے طلب کیا تھا' پس اگر تم کو یہ ناگوار ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں۔" عمر بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔

ابن زیاد نے لکھا' "حسینؓ سے یزید کی بیعت لو' اگر وہ بیعت کرلیں تو جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو بے تامل جنگ کرو اور ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کردو۔" پس عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو بسرگروہی پانچ سو سواروں کے

Marfat.com

نہر فرات پر متعین کیا۔ چنانچہ یہ لوگ فرات اور حضرت امام حسینؓ کے درمیان حائل ہوگئے۔ (یہ واقعہ آپ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے) جب آپ کے قافلے میں پانی ختم ہوگیا اور لوگ شدت تشنگی سے بے چین ہونے لگے تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پانی لانے کے لئے روانہ کیا' ان کے ہمراہ بیس آدمی مشکیزے لئے ہوئے اور بیس سوار حفاظت کی غرض سے تھے۔ جب عباس بن علیؓ مشکیزے بھر کر لوٹے تو دشمنوں نے حملہ کردیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کی معرفت عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ آج شب کو دونوں لشکروں کے درمیان مجھ سے ملنا۔ عمر بن سعد حسب وعدہ آیا' دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر دونوں آدمی لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں آئے۔

شمر بن ذی الجوشن سے ابن زیاد نے مشورہ دیا کہ وہ (حضرت امام حسینؓ) تمہارے ملک میں آگیا ہے۔ تمہارے قبضے میں ہے واللہ! اگر وہ یہاں سے کوچ کرکے چلا گیا اور اس نے تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو وہ تم سے زیادہ قوت و شوکت والا ہوجائے گا اور تم بمقابلہ اس کے ضعیف و ناتواں ہوگے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ تم اس کو اپنے حکم کے ماننے پر مجبور کرو۔ پس اگر عدول حکمی کرنے پر تم ان کو سزا دو گے تو تم کو اس کا حق حاصل ہے۔ اور اگر درگذر کرو گے تو اس کا الزام تم پر آئے گا۔ واللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حسینؓ و عمر تمام رات دونوں لشکروں کے درمیان باتیں کرتے رہے ہیں۔

ابن زیاد اس دم پٹی میں آگیا' فوراً ایک خط لکھ کر شمر کو عمر کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو ہماری اطاعت پر مجبور کرو' وہ بیعت کرلیں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس بھیج دو۔ بصورت انکار جنگ کرو۔ پھر شمر سے مخاطب ہو کر بولا' عمر بن سعد اگر ہمارے اس حکم کی تعمیل پر مستعد ہو تو فبہا۔ تم اس کی اطاعت کرنا' ورنہ وہ معزول اور تم اس پر اور کل لشکر پر امیر ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ خط جو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا یہ تھا:

"اما بعد! میں نے تم کو حسینؓ کی طرف اس غرض سے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے لیت و لعل میں وقت برباد کرو اور اس کی سفارش مجھ سے کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر حسینؓ اور اس کے ہمراہی میرے حکم کی اطاعت کریں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس بھیج دو اور

Marfat.com

اگر انکار کریں تو حملہ کردو' یہاں تک کہ ان کو قتل کرکے مثلہ کر ڈالو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ اور بعد قتل حسینؓ کے جسم و سینہ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرانا۔ وہ بڑا ظالم' جفاکار' خودسر' نافرمان ہے پس اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل کرو گے تو تم کو تابعداروں و فرمانبرداروں کی طرح صلہ دیا جائے گا' اور اگر کچھ بھی خلاف ورزی کا قصد ہو تو ہم تم کو معزول کرتے ہیں اور بجائے تمہارے شمر کو لشکر کی سرداری دیتے ہیں۔" والسلام

یہ خط لکھتے وقت اتفاق سے عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام' امیرالمؤمنین علیؓ کے عقد میں تھیں' جن سے عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان پیدا ہوئے تھے۔ ابن زیاد سے کہا' ہمارے بھانجوں کے لئے امان لکھ دو۔ چنانچہ ابن زیاد نے لکھ دیا جس کو عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کی معرفت بھیج دیا۔ عباس و عبداللہ وغیرہ پسران امیرالمؤمنین علیؓ نے کہا' ہم کو تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے' ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد شمر پہنچا' ابن زیاد کا خط دیکھ کر ابن سعد نے کہا "افسوس میں تو یہ سمجھا تھا کہ میری درخواست قبول کرلی گئی اور تو صلح کرنے کی اجازت لے کر آیا ہے۔" شمر بولا "یہ تمہاری سمجھ کی غلطی ہے۔ اب بتلاؤ اور کیا کرو گے؟" جواب دیا' "مجبوراً" تعمیل کروں گا۔" 9 محرم یوم پنج شنبہ کو شمر اپنے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کی طرف آیا' عباس اور اس کے بھائیوں کو بلا کر کہا' "اے ہمشیرزادو! میں تم کو امان دیتا ہوں۔" ان لوگوں نے جواب دیا' "اللہ کی مار تجھ پر اور تیری امان پر' تو ہم کو امان دیتا ہے اور رسول اللہ کے نواسے کو امان نہیں دیتا۔" شمر یہ جواب سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

عصر کے وقت عمر بن سعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو کر حضرت امام حسینؓ کی طرف چلا' آپ اس وقت اپنے خیمے کے روبرو تلوار کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ عباس بن علیؓ نے عمر بن سعد کو آتے دیکھ کر کہا' "بھائی اٹھو مخالفین آ پہنچے۔" آپ نے فرمایا' "چلو! ہم بھی سوار ہو کر چلتے ہیں۔" عباس بن علیؓ نے کہا' "نہیں میں ہی جاؤں گا۔" حضرت امام حسینؓ نے اس رائے کو پسند فرما کر ارشاد کیا' "بہتر ہے تم ہی جاؤ' دریافت کرو کیوں آئے ہیں' غرض کیا ہے؟" غرض عباس بیس آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر تشریف لے گئے'

Marfat.com

آنے کی وجہ دریافت کی۔ عمر بن سعد نے لفظ بہ لفظ ابن زیاد کے خط کا مضمون بتلا دیا۔ عباس نے کہا "ٹھہرو، عجلت نہ کرو، ابو عبداللہ حضرت امام حسینؓ کو اس کی اطلاع کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر عباس لوٹ کر حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں آئے۔ اور ان کے ہمراہی عمر بن سعد کے مقابلے میں کھڑے اللہ جل و شانہ کا ذکر کرتے رہے۔ حضرت امام حسینؓ نے عباس سے کہا، "ابن سعد سے جا کر کہہ دو کہ ہم کو شب بھر کی مہلت دے تاکہ ہم استغفار و دعا کرلیں۔ اپنے رب کی نمازیں پڑھ لیں، اور تلاوت کرلیں، صبح کو وہ ہوگا جو ہونے والا ہے۔" عباس نے واپس ہو کر ابن سعد سے کہا، "اس وقت تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ صبح تک کی ہم کو مہلت دو، انشاء اللہ کل جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ اطاعت کریں گے یا لڑیں گے۔" عمر بن سعد نے شمر سے مشورہ کیا۔ شمر بولا، "تم امیر ہو جو چاہو سو کرو۔" عمر بن الحجاج زبیدی نے قطع کلام کرکے کہا، "سبحان اللہ! اگر حضرت امام حسینؓ اہل دیلم سے ہوتے اور یہ درخواست پیش کرتے تو بھی تم کو یہ قبول کرنا ضروری تھا۔" قیس بن اشعث ابن قیس بولا، "منظور کرلو، لیکن اپنی قسم وہ صبح کو تم سے ضرور لڑیں گے۔" عمر بن سعد نے جھلا کر کہا، "اگر ہمیں یقین ہوجاتا تو بھی ہم یہ وقت ٹال جاتے۔" اس کے ہمراہی یہ سن کر خاموش ہو رہے اور عمر بن سعد واپس اپنے لشکرگاہ میں چلا آیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کرکے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا:

> "میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر و پوشیدہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش و چشم و قلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ امابعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے بہتر کسی کو جانتا ہوں اور نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ نیک اور نہ ان سے زیادہ کوئی شخص رشتہ کا لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آگاہ ہوجاؤ، مجھے یقین ہوگیا ہے کہ کل دشمن مجھ سے ضرور لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں جس کا جی چاہے چلا جائے، میرا کچھ حق اس پر

Marfat.com

انہی ہے۔ لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو ہمراہ لے لے۔ تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے گا اور اپنے اپنے شہروں' اور ملکوں کی طرف متفرق و منتشر ہو کر چلے جاؤ۔ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچالے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر مجھے پا جائیں گے تو دوسروں کی جستجو نہ کریں گے۔"

اس فقرے کا ختم ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے۔ آپ کے بھائی اور لڑکوں اور بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے لڑکوں نے رو کر کہا' "ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں' اللہ تعالیٰ کبھی ہم کو یہ دن نہ دکھائے۔" حضرت امام حسینؓ نے فرمایا " اے بنی عقیل! بس بس! مسلم کی شہادت ہی کافی ہے۔ تم لوگ جاؤ' میں نے تم کو خوشی سے اجازت دی۔" بنی عقیل بولے' "آپ سے علیحدہ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ اپنے سردار اپنے بہترین چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضے میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی۔ واللہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے۔ اللہ کی قسم! ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑ کر جائیں گے بلکہ ہم اپنے کو اور اپنے مال کو اور اپنے اہل کو آپ پر فدا کردیں گے اور آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے' اور آپ جہاں جائیں گے ہم بھی وہیں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس عیش کو نہ دکھائے جو تمہارے بعد ہم کو ملے۔" مسلم بن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا' "کیا آپ کو تنہا چھوڑ کر ہم چلے جائیں؟ حالانکہ ہم سے آپ کے حق ادا نہیں ہوئے' اللہ کی قسم! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک آپ کے دشمنوں کے سینوں میں اپنے تیز نیزوں کی نوک نہ چبھو لیں گے۔ اپنی تلواروں سے' جب تک وہ ہمارے قبضہ میں ہیں' ان کی گردنوں کو تن ناپاک سے جدا نہ کرلیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی آلہ حرب نہ ہوتا تو ان کو میں آپ کی حمایت میں پتھروں سے مارتا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو آپ پر فدا کردیتا۔" مسلم بن عوسجہ کی اس پرجوش تقریر سے سب کے دل بھر آئے اور بالاتفاق یہی کہنے لگے آپ نے ان لوگوں کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔ خیمہ میں تشریف لے گئے۔

شام کا وقت تھا' طبیعت بھری ہوئی تھی' دردناک اشعار پڑھنے لگے۔ آپ کی بہن

زینب کے کان تک آوا پہنچی' صبر نہ ہوسکا۔ گھبرا کر یہ کہتی ہوئی دوڑ پڑیں' "ہائے افسوس! کاش آج کی زندگی کو میری موت فنا کردیتی۔ میری ماں فاطمہؑ مر گئیں' میرے باپ علیؑ مجھ سے جدا ہوگئے' میرا بھائی حسنؑ جاتا رہا' اے خلیفہ ماضی اے سرپرست باقی!" آپ نے فرمایا' "بہن کیا کہہ رہی ہو' تمہارے صبر و تحمل کو کیا ہوگیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم پر صابر و شاکر رہو اور یہ جان رکھو کہ کل رہنے والے زمین کے مرجائیں گے اور ساتھ ہی آسمان والے بھی باقی نہ رہیں گے اور بے شک سوائے اللہ تعالیٰ کے کل شے فنا ہونی والی ہے۔" میرا باپ مجھ سے بہتر تھا' میری ماں مجھ سے افضل تھیں' میرا بھائی مجھ سے زیادہ نیکوکار تھا' مجھ کو اور ان کو اور کل مسلمانوں کو رسولؐ اللہ کی پیروی کرنی ہے' وہ بھی اس دنیا سے اٹھ گئے تو ہم کس شمار و حساب میں ہیں۔ اے میری بہن! میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ کل اگر میں مارا جاؤں تو جامہ دری نہ کرنا' رونا پیٹنا نہیں' بین نہ کرنا' نوحہ نہ پڑھنا۔ اے بہن! یہی دن سب کو پیش آنے والا ہے' صبر کرنا صبر' صبر کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا۔" زینب یہ سن کر خاموش ہوگئیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور ہمراہیوں کو بلا کر فرمایا' "خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کردو اور رسیاں ایک کی دوسرے سے ملا دو اور ان کے دائیں بائیں خندق کھود کر آگ روشن کرو اور کل جب لوگ حملہ آور ہوں تو خیموں کے روبرو ہو کر لڑنا۔" ہمراہیوں نے نہایت تیزی و مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی' اس اثناء میں رات ہوگئی۔ تمام شب آپ اور آپ کے ہمراہی نماز و استغفار پڑھتے' دعائیں و الحاح و زاری کرتے رہے۔ صبح ہوئی' آپ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز صبح ادا کی اور ابن اسعد اپنے لشکریوں کے ساتھ نماز پڑھ کر سوار رہا۔ یہ دن شنبہ یا جمعہ کا تھا اور محرم 61ھ کی 10 تاریخ تھی۔

آپ کے ہمراہ بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ زبیر بن القین کو میمنہ پر' حبیب بن مظہر کو میسرہ پر مامور فرمایا اور علم اپنے بھائی عباس کو دیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا اور ان کے اردگرد رات ہی کو خندق کھود کر آگ روشن کر رکھی تھی۔ گویا یہ آپ کے لشکر کا ساقہ تھا۔ عمر بن اسعد نے اپنے لشکر کے ہر ہر حصہ اور قبیلہ پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور پھر ان پر ایک بڑا سردار بطور ذمہ دار مقرر کیا۔ چنانچہ اسی نے مدینہ پر عبداللہ بن زبیر ازدی کو' ربیعہ و کندہ پر قیس ابن اشعث بن قیس کو' مذحج و اسد پر عبدالرحمن بن سیرہ جعفی کو' تمیم و ہمدان پر حر بن یزید ریاحی کو مقرر کیا۔ پس ان سب نے قتل حسینؑ پر کمر باندھ لی۔ مگر حر بن یزید

Marfat.com

ریاحی وقت جنگ حسینؑ کی طرف مائل ہوگئے اور ان ہی کے ساتھ شہید ہو گئے۔ اُن کے لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج زبیدی کی ماتحتی میں تھا اور میسرہ شمر بن ذی الجوشن۔ سواروں پر عروہ بن قیس احمسی، پیادوں پر شبث بن ربعی یربوعی تمیمی اور علم اس کے غلام وریدا کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت امام حسینؑ نے عمر بن سعد اور اس کے ہمراہیوں کو مستعد بجنگ دیکھ کر قطع حجت کرنے کی غرض سے اپنی اونٹنی منگوائی۔ سوار ہو کر دو چار آدمیوں کو اپنے ہمراہیوں میں سے لے کر لشکر اعداء کی طرف تشریف لے گئے اور ایسی بلند آواز سے ان کو مخاطب کیا جس کو سب سن رہے تھے:

"اے لوگو! تم میری بات سنو! عجلت نہ کرو، تاآنکہ جہاں تک مجھ پر واجب ہے میں تم کو سمجھا نہ لوں اور میں اپنے آنے کا سبب تم سے بیان نہ کرلوں۔ پس اگر تم میرے عذر کو قبول کرلو گے اور میری بات کی تصدیق کروگے اور حق پسندی کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اور تمہارا اس میں کوئی ہرج نہ ہوگا۔ اور اگر تم میرا عذر قبول نہیں کرنا چاہتے تو تم لوگ جمع ہو اور اپنے شرکاء کو یک جا کرو تاکہ تم پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے۔ اس کے بعد میرے سامنے آؤ اور بے رو و رعایت دیکھو بے شک میرا ولی اللہ ہے، جس نے کتاب اتاری ہے، اور صالحین کا ولی ہے۔

آپ کی بہن آواز سن کر رو اٹھیں۔ آپ نے اپنے بھائی عباس اور لڑکے علی کو ان کو چپ کرانے کو بھیجا۔ جب وہ خاموش ہوگئیں تو آپ نے حمد و ثنا کی، رسولؐ اللہ پر درود بھیجا۔ بعد ازاں پھر ان کو مخاطب کر کے ارشاد کیا:

"امابعد تم میرے نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں، پھر اپنی طبیعتوں کی طرف رجوع کرو اور اس کو جھڑکو اور غور کرو۔ کیا میرا قتل کرنا اور میری آبرو ریزی تمہیں روا اور جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں اور اس کے وصی کا بیٹا اور اس کے چچازاد بھائی اور افضل ترین مؤمنین باللہ و تصدیق کنندہ رسولؐ کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا

Marfat.com

جعفر الشہید جو جنت میں اڑ رہے ہیں' میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ رسولؐ اللہ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں جنت کے سردار جوانان جنت ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا اس کی تصدیق کرو۔ اور یہی سچ ہے' بخدا میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اگر تم مجھے جھوٹا جانتے ہو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے یہ دریافت کرو گے تو وہ تم کو اس سے آگاہ کریں گے۔ جابر ابن عبداللہ' ابوسعید' سہیل بن سعد' زید بن ارقم اور انس سے دریافت کرو۔ وہ تم کو بتلائیں گے کہ انہوں نے رسولؐ اللہ سے یہ سنا ہے۔ کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو تم کو میری خون ریزی سے روکے۔ پس اگر تم لوگ میرے کہنے پر مشکوک ہو یا میرے نواسہ رسولؐ ہونے پر شک کرتے ہو تو واللہ مابین مشرق و مغرب میرے سوائے تمہارے نبیؐ کا تم میں اور نہ کسی غیر میں کوئی نواسہ نہیں ہے۔ اگر ہو تو بتلاؤ۔ کیا میں نے تم میں سے کسی کو مار ڈالا ہے جس کا عوض مجھ سے طلب کرتے ہو' یا کسی کے مال کو میں نے دبا لیا ہے جس کا معاوضہ مانگتے ہو یا کسی قسم کا قصاص مانگتے ہو؟"

یزید کے لشکریوں میں سے کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے شبث بن ربعی' حجاز بن ابجر' قیس بن الحرث کو نام بنام پکار کر فرمایا:

کیا تم لوگوں نے مجھے طلبی کا خط نہیں لکھا۔ (ان لوگوں نے لکھنے اور بلانے سے انکار کیا) آپ نے ارشاد فرمایا' بے شک تم نے یہ کیا ہے' اے لوگو! تم کو مجھ سے نفرت ہے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں۔ قیس بن الاشعث بولا' تم اپنے چچا کے لڑکے (یعنی ابن زیاد) کے حکم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ وہ تمہاری برائی کا خواہاں نہ ہوگا۔ آپ نے جواب دیا' "کیا تیرا یہ مقصد ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا اوروں کا بھی خون بہا

Marfat.com

طلب کریں۔ اللہ کی قسم! میں ذلیل و خوار ہو کر تمہارا مطیع نہ ہوں گا اور نہ غلاموں کی طرح مجبور ہو کر اس کی امارت کا اقرار کروں گا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے رب سے امان کا خواستگار ہوتا ہوں اور ہر متکبر اور اس شخص سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔" اس قدر فرما کر آپ نے اونٹنی بٹھلا دی اور اتر پڑے۔

زہیر بن القین میان صف میں کھڑے ہوئے تھے' گھوڑے کو مہمیز کیا' باہر آئے اور ان لوگوں سے مخاطب کر کے کہا' "اے اہل کوفہ! مسلمانوں پر مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں۔ اس وقت تک ہم اور تم بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر ہیں جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ نہ ہو۔ پس جبکہ ہم میں اور تم میں لڑائی چھڑ جائے گی تو عصمت اٹھ جائے گی۔ ہم اور تم ایک ہی گروہ میں ہیں۔ ہمیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی ذریت میں امتحان و آزمائش کی غرض سے مبتلا کیا ہے۔ ہم تم کو ان (حسینؓ) کی مدد اور گمراہ ابن گمراہ عبیداللہ بن زیاد کے ذلیل کرنے کو بلاتے ہیں۔ بے شک تم اس سے سوائے بدی کے اور کچھ نہ دیکھو گے۔ وہ تمہارے ہاتھوں کو کاٹے گا تمہارا مثلہ کرے گا' تمہارے معزز اور ممتاز سرداروں حجر بن عدی اور اس کے ہمراہی اور ہانی بن عروہ جیسے کو قتل کر ڈالے گا۔" کوفیوں نے زہیر کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی ثناء و صفت کر کے کہا' "واللہ! جب تک ہم تجھ سے اور تیرے دوست (یعنی حضرت امام حسینؓ) اور اس کے ہمراہیوں سے نہ لڑیں گے یا اس کو گرفتار کر کے اپنے امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس نہ لے جائیں گے اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے۔" زہیر نے کہا' "اے اللہ کے بندو! ابن سمیہ کی نسبت ابن فاطمہؓ امداد و محبت کا زیادہ مستحق ہے۔ پس اگر تم اس کی مدد نہیں کرسکتے تو اس کے ابن عم یزید بن معاویہؓ کے پاس بھیج دو۔ اللہ کی قسم! بغیر قتل حسینؓ کے بھی یزید تمہاری اطاعت سے راضی ہوجائے گا۔" شمر بن ذی الجوشن نے تیر مار کر کہا' "اللہ تیرا منہ بند کرے' تو نے بک بک کر کے دماغ پریشان کردیا۔"

زہیر: "اے کمینہ بدخصال! تو وحشی جانور ہے۔ میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم! تجھ کو کتاب اللہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ میں تجھے قیامت کی رسوائی اور عذاب الٰہی کی بشارت دیتا ہوں۔"

شمر: "اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے دوست کو عنقریب شربت مرگ پلائے گا۔"
زہیر: "کیا تو ہم کو موت سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم' تیرے ساتھ کی حیات ابدی سے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ مرجانا بہتر ہے۔" یہ کہہ کر زہیر تھوڑی دیر تک خاموش رہے' پھر بلند آواز سے کہا' "اے اللہ کے بندو! تم اس کمینہ بے دین کے دھوکے میں نہ آجانا۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اس گروہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جو آپ کے اہل بیت کا خون بہائے گا اور ان کے اعوان و انصار کو قتل کرے گا۔" زہیر کچھ اور بھی کہنے کو تھے کہ حضرت امام حسینؓ نے واپس بلا لیا۔

جس وقت عمر بن سعد نے حضرت امام حسینؓ پر حملے کا قصد کیا' حر بن یزید اس کے پاس آئے' اس سے دریافت کیا' اللہ تیرا بھلا کرے کیا تو حضرت امام حسینؓ سے لڑنے کو جاتا ہے؟ حر نے جواب دیا' "اے واللہ! اس کی لڑائی سے یہ آسان ہے کہ لوگوں کے سر کٹ کٹ کر گریں اور ہاتھ شیل ہوجائیں۔ تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ اس نے درخواستیں پیش کی تھیں ان میں سے کس کو منظور کیا ہے اور اس کے منظور کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟" عمر بن سعد نے کہا' "اللہ کی قسم! اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں اس کو منظور کرلیتا لیکن تمہارا امیر حضرت امام حسینؓ کی ہر درخواست کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔" حر یہ سن کر آہستہ آہستہ حضرت امام حسینؓ کی طرف چلے۔ ایک شخص نے ان ہی کے قبیلہ میں سے جس کا نام مہاجر بن اوس تھا' چلا کر کہا' "واللہ! مجھے تمہارا کام مشتبہ معلوم ہوتا ہے' تم کو میں نے کسی لڑائی میں اس طرح لرزاں چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی شخص اہل کوفہ میں سے یہ فقرہ تمہاری نسبت کہتا تو میں اس سے لڑ مرتا۔" حر نے جواب دیا' "میں اپنے کو جنت و دوزخ کے لئے تول رہا ہوں اور حق یہ ہے کہ میں جنت کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا۔ چاہے کوئی مجھے مار ڈالے یا جلا دے۔" یہ کہہ کر گھوڑے کو ایک ایڑی لگائی اور چشم زدن میں حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ عرض کیا' "اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تم پر فدا کرے۔ میں وہی ہوں جس نے تم کو واپس جانے سے روکا تھا اور جو تم کو ادھر پھیر کر اس راہ پر لایا تھا اور جس نے شامت اعمال سے تم کو اس مقام پر لا کر ٹھہرایا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ امید نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ یہ برتاؤ کریں گے اور آپ کی ایک بھی بات نہ سنیں گے۔ میں نے یہ رنگ دیکھ کر اپنے جی میں کہا' چونکہ بعض باتوں میں ان کی میں اعانت کرچکا ہوں وہ مجھے آپ کی طرف جاتے دیکھ کر اپنا مخالف نہ

Marfat.com

سمجھیں گے۔ پس اگر اب بعض امر میں ان کے خلاف عمل کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ و اللہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ آپ سے وہ نہ لڑیں گے تو میں ہرگز آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ جو لغزش مجھ سے ہو چکی ہے اس سے تائب ہو کر میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ آپ کی اعانت کروں' یہاں تک کہ آپ کے روبرو میں جان بحق تسلیم کروں۔ کیا آپ کے نزدیک میری یہ توبہ قبول ہوگی؟" آپ نے فرمایا "ہاں! اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا اور تمہاری لغزشوں سے درگذر کرے گا۔"

حر نے یہ سن کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا' "اے لوگو تم لوگ حضرت امام حسینؓ کی ان درخواستوں کو جن کو وہ پیش کرتے ہیں کیوں نہیں قبول کرتے۔ اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں فلاح عنایت کرے گا اور تم کو ان کی لڑائی اور قتل سے نجات دے گا۔" عمر بن سعد بولا' " میں خود اس امر کا خواہاں تھا لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔" اس کے بعد حر نے لشکریوں کو مخاطب کیا اور کہا' "اے اہل کوفہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خود ان کو بلایا۔ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم ان کی اعانت کرو اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑو تو تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوگئے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ تم نے اس غریب کو اس طرح روک رکھا ہے کہ کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم نے ان کو قیدیوں کی طرح گرفتار کرلیا ہے' کسی ملجا و مامن کی طرف جانے نہیں دیتے' نہ وہ کوئی نفع حاصل کرسکتے ہیں اور نہ کسی مضرت کے دفع کرنے پر قادر ہیں۔ تم نے ان کو آب فرات سے بھی روک دیا ہے جس سے یہودی اور نصرانی اور مجوسی بھی سیراب ہوتے ہیں' کتے سور اور کل چرند و پرند اس کو پیتے ہیں۔ اور وہ ان کے ہمراہی شدت تشنگی سے بے ہوش ہو رہے ہیں۔ تم لوگوں نے کیا اچھا برتاؤ رسولؐ اللہ کے بعد ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا۔ اگر تم لوگ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کروگے اور مخالفین کو دریائے فرات سے نہ ہٹا لو گے تو اس روز جب کہ شدت تشنگی سے لوگ بے چین ہوں گے اللہ تعالیٰ تم کو بھی سیراب نہ کرے گا۔" لشکریوں نے جواب دینے کی بجائے حر پر تیر برسائے۔ وہ مجبور ہو کر لوٹے' حضرت امام حسینؓ کے روبرو آکر کھڑے ہوگئے۔

اس کے بعد عمر بن سعد بڑھا' کمان سے تیر جوڑ کر حضرت امام حسینؓ کی طرف مار کر بولا' "لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے تیر چلایا ہے۔ یہ سن کر لشکریوں نے بھی ایک باڑھ تیر کا چلایا' پھر لشکر شام سے یسار (زیاد کا غلام) اور سالم (عبیداللہ کا غلام) نکل کر میدان

میں آئے، مقابلے کے لئے للکار کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ حضرت امام حسینؑ کی طرف سے عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں آئے۔ (یہ کوفے سے مع اپنی بیوی کے آپ کی خدمت میں آئے تھے) یسار و سالم نے نام و نسب دریافت کیا۔ عبداللہ نے بتلایا۔ یسار و سالم بولے، ''ہم تم کو نہیں جانتے، ہمارے مقابلے پر زہیر بن القین یا حبیب بن مظہر اور بریر بن خضیر جیسے لوگوں کو آنا چاہیے۔'' عبداللہ نے ترشرو ہو کر یسار سے کہا، ''اے حرامی کے بچے! تیرے مقابلے پر وہ لوگ آئیں گے؟ تو اس قابل نہیں ہے کہ ان کی تیغ سے ہلاک کیا جائے۔ تیری روح و تن کے فیصلہ کرنے کو میری تلوار ہی کافی ہے۔'' یسار یہ سن کر حملے کی نیت سے آگے بڑھا۔ عبداللہ نے وار خالی دے کر تلوار چلائی۔ تھوڑی دیر تک فریقین نے ایک دوسرے پر وار چلائے۔ سالم اپنے ہمراہی کو کمزور دیکھ کر عبداللہ کی طرف جھپٹا۔ عبداللہ نے نہایت تیزی سے یسار کا کام تمام کردیا اور سالم پر وار شروع کیا۔ ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور انہوں نے لپک کر ایسا وار کیا کہ سالم اسی جگہ ٹھنڈا ہوگیا۔

حر بن یزید نے یہ حالت دیکھ کر حضرت امام حسینؑ سے اجازت طلب کی، میدان جنگ میں شیر غراں کی طرح ڈکارتے ہوئے پہنچے۔ ان کے مقابلے پر یزید بن سفیان آیا۔ حر نے پہلے ہی وار اس کا وارا نیارا کردیا۔ پھر نافع کے مقابلے پر مزاحم بن حریث آیا، دو دو ہاتھ بھی نہ چلنے پائے تھے کہ نافع نے مزاحم کو بھی ڈھیر کردیا۔ شامی فوجیں اپنے جوانمردوں کے پیہم مارے جانے سے سہم گئیں۔ ہر شخص ان دونوں دلیروں کے مقابلے پر جانے سے جی چرا رہا تھا۔ عمرو بن حجاج نے چلا کر کہا، ''اے لوگو! تمہارے مقابلے پر آدمی ہی، ہیں یہ کچھ شیر نہیں ہیں کہ تم کو میدان جنگ میں جاتے ہی پھاڑ ڈالیں گے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ باوجود اس کثرت کے ہمت ہارے جاتے ہو۔ تمہارے مخالفین کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اگر تم لوگ ان پر ایک ایک کنکریاں بھی پھینکو تو ان کے مرجانے کو کافی ہو۔ اے اہل کوفہ! اپنے امیر کی اطاعت کرو، جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔ دیکھو ایک ایک لڑنے کو میدان میں نہ جاؤ، بلکہ سب کے سب جھرمٹ باندھ کر مجموعی قوت سے حملہ کرو۔'' عمر بن سعد نے اس رائے کو پسند کیا اور فردا'' فردا'' نکل کر لڑنے سے منع کردیا۔ حضرت امام حسینؑ بولے، ''اے عمرو بن الحجاج کیا، تو ہمارے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے؟ ہم دین سے باہر ہوگئے ہیں یا تو؟ اللہ کی قسم! اگر تمہاری روحیں قبض کرلی جائیں اور اسی حالت میں تم لوگ مرتے جاؤ تو معلوم ہوجائے گا کہ کون شخص دین سے باہر تھا۔'' عمرو بن الحجاج نے جواب دینے کی بجائے

Marfat.com

فرات کی جانب سے حملہ کردیا۔

مسلم بن عوسجہ سے لڑائی ہوتی رہی' آخرالامر یہ زخمی ہو کر گرے اور عمرو بن الحجاج اپنے لشکر کو لوٹ آیا۔ حضرت امام حسینؑ مسلم کے پاس تشریف لائے' جس وقت وہ دم توڑ رہے تھے۔ فرمایا "اے مسلم! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ جس کا وقت آگیا ہے وہ تو جارہا ہے اور جو باقی ہے وہ وقت کا انتظار کررہا ہے۔ تم اندیشہ نہ کرو ہم بھی عنقریب تم سے آ کر ملا چاہتے ہیں۔ حبیب بن مظہر قریب کے گئے' ارشاد کیا' "میں اس زخمی کے جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہوں۔" مسلم نے یہ سن کر آنکھیں کھول دیں۔ حبیب بن مظہر بولے' "حضرت امام حسینؑ تمہار جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔" مسلم نے مسکرا کر جواب دیا' "میں تم کو نیکی کی بشارت دیتا ہوں۔ میں تم کو ایسی وصیت کرتا ہوں جس کے تم سزاوار ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ تم حضرت امام حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا اور جب تک زندہ رہنا ان بدبختوں بے دینوں سے لڑتے رہنا۔"

مسلم تو اس قدر وصیت کر کے راہیء ملک بقاء ہوئے اور شمر ذی الجوشن نے میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہی نہایت استقلال سے جی توڑ کر جواب دینے لگے۔ آپ کے ہمراہیوں میں اگرچہ بتیس سوار تھے لیکن جس طرف کا رخ کرتے تھے' صف کی صف الٹ جاتی تھی۔ دشمن تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوتے تھے' سواران کوفہ مقابلے پر جانے سے جی چراتے تھے۔ عزرہ بن قیس (جو سواران کوفہ کا سردار تھا) نے لڑائی کا عنوان بگڑتا ہوا دیکھ کر عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ ان معدودے چند نے سواران کوفہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ اگر جنگ کا یہی عنوان رہا تو عنقریب بھاگ کھڑے ہوں گے۔ مناسب ہے کہ تیر اندازوں اور پیادوں کے بڑھنے کا حکم دیں۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی کو حضرت امام حسینؑ پر تیر باری کا حکم دیا' لیکن شبث نے انکار کیا۔ تب حصین بن نمیر کو بہ ہمراہی پانچ سو تیراندازوں کے لشکر امام پر تیرباری کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ حصین بن نمیر قریب پہنچ کر تیر برسانے لگا۔ تھوڑی دیر میں آپ کے سواروں کے کل گھوڑے زخمی ہو کر نکمے ہو گئے۔ اس وقت کل ہمراہی پیادہ پا ہو کر لڑنے لگے۔ حر کا بھی گھوڑا اسی واقعے میں مرگیا تھا' یہ بھی پیادہ لڑ رہے تھے۔

دوپہر تک لڑائی نہایت تیزی اور سختی سے جاری تھی اور لشکر شام کثرت کے باوجود ان لوگوں کے حملوں کا جواب نہ دے سکتا تھا اور نہ ان کے قریب پہنچ کر حملہ آور ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

عمر بن سعد نے مجبور ہو کر چند لوگوں کو آپ کے خیموں کی طرف حملہ کرنے کو بھیجا' آپ کے ہمراہیوں میں سے صرف چار آدمی مخالفین کے روکنے پر مامور ہوئے۔ جو دستہ فوج سواروں یا پیادوں کا لشکر شام سے نکل کر خیمے کی طرف بڑھتا دکھائی دیتا تھا' خیمہ تک پہنچنے تک کا کیا ذکر ہے' راستے ہی میں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ تب عمر بن سعد نے خیموں پر دور سے آگ برسانے کا حکم دیا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا' "تم لوگ مجھ سے لڑتے ہو تو مجھ سے لڑو' خیموں میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی مرد نہیں ہے۔ وہ غریب نکل کر بھاگ سکیں گے اور نہ خیموں میں آتشزدگی کے باعث تم سے لڑ سکیں گے۔" عمر بن سعد یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد شمر ذی الجوشن حملہ کر کے حضرت امام حسینؓ کے خیمے تک پہنچ کر کہنے لگا' "مجھے دوزخ ہی میں جلنا نصیب ہو' اگر میں اس خیمے کو نہ جلا دوں۔" عورتیں چلا کر نکل آئیں' حضرت امام حسینؓ نے ڈانٹ کر کہا' "اللہ تعالیٰ تجھے جلائے' تو میرے خیمے کو جلائے گا جس میں میرے اہل بیت ہیں۔" شمر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حمید بن مسلم اور شبث بن ربعی نے بھی اس کو اس فعل شنیع سے روکنا چاہا لیکن بدبختی کی وجہ سے نہیں مانتا تھا۔ برابر خیمے کی طرف آگ لگانے کی غرض سے بڑھا جاتا تھا۔ زہیر بن القین نے دس آدمیوں کو ہمراہیان امام سے علیحدہ کر کے شمر اور اس کی رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا' ابوغرہ صیابی (جو اس کے ہمراہیوں میں سے تھا) اور بہت سے سپاہی مارے گئے' مجبور ہو کر شمر ذی الجوشن کو واپس آنا پڑا۔

چونکہ لشکر شام کی تعداد زیادہ تھی' کثرت کی وجہ سے دو' چار' پانچ' دس' بیس کا مارا جانا محسوس نہ ہوتا تھا' اور حضرت امام حسینؓ کی طرف سے بوجہ قلت جماعت ایک دو آدمیوں کے بھی کام آجانے کا احساس ہو جاتا تھا۔ لڑائی کی وہی گرم بازاری تھی کہ نماز کا وقت آ گیا۔ ابو ثمامہ صاعدی نے کہا' "میں آپ پر فدا ہو جاؤں' میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں۔ اللہ کی قسم آپ پر کوئی صدمہ نہ آنے پائے گا جب تک میں آپ کے قریب مارا نہ جاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کہ اپنے رب سے ہم اس وقت ملیں جب کہ ہم نماز پڑھ لیں۔" آپ نے دعا دے کر ارشاد کیا' "ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے۔ (شمر و عمر کی طرف اشارہ کر کے) ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے جنگ ملتوی کر دیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔" ابو ثمامہ یا کسی اور ہمراہی نے یہ درخواست پیش کی۔ حصین بن نمیر بولا' "یہ نماز قبول نہ کی جائے گی۔" حبیب بن مظہر نے جواب دیا۔ "کیوں سگ دنیا! تیرا یہ خیال ہے کہ

Marfat.com

تیری نماز تو قبول ہوگی اور آل رسول اللہﷺ کی قبول نہیں ہوگی؟" حصین نے طیش میں آ کر حبیب کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ حبیب نے لپک کر تلوار چلائی' حصین کے گھوڑے کے منہ پر پڑی' گھوڑا الٹ گیا' حصین زمین پر گر پڑا۔ اس کے ہمراہیوں نے دوڑ کر اٹھا لیا۔ حبیب نہایت مردانگی اور دلیری سے لڑنے لگے۔ بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نامی جنگجو کو قتل کیا۔ ایک شخص نے پیچھے سے نیزہ چلایا۔ حبیب جونہی اس کی طرف متوجہ ہوئے' حصین بن نمیر نے تلوار کا وار کیا جس سے حبیب تیورا کر گر پڑے۔ تمیمی نے اتر کر سر اتار لیا۔

حبیب کے قتل ہونے کا حضرت امام حسینؑ کو سخت صدمہ ہوا۔ بنفس نفیس میدان جنگ میں جانے کو تیار ہوئے۔ حر اور زہیر نے بڑھ کر کہا' "ہم آپ پر سینہ سپر ہو کر فدا ہونے کو موجود ہیں' ہمارے ہوتے ہوئے آپ میدان جنگ میں نہ جائیے۔" حضرت امام حسینؑ یہ سن کر رک گئے اور حر اور زہیر نے لشکر شام پر حملہ کردیا۔ جب ایک شخص ان سے لڑتے لڑتے فریق مخالف میں چھپ جاتا تھا تو دوسرا اتنی سختی سے حملہ کردیتا کہ اس کو مخالفین کے نرغے سے نکال لاتا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی کا عنوان اسی طرح پر رہا' بہت سے آدمیوں کا چشم زدن میں وارا نیارا ہوگیا۔ عمر بن سعد نے للکارا' پیادوں نے چاروں طرف سے گھیر کر حر بن زید کو شہید کیا اور ابوثمامہ نے اپنے چچازاد بھائی کو جو لشکر شام میں تھا' قتل کرڈالا۔

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ اپنے ہمراہیوں کے جو صلوٰۃ الخوف پڑھ کر لڑنے لگے۔ مخالفین چاروں طرف سے تیرباری کررہے تھے اور آپ کے ہمراہی اپنی اپنی جان کی بازی دکھا رہے تھے۔ زہیر بن القین لڑتے بھڑتے بلا خیال پس و پیش لشکر شام میں گھستے چلے گئے۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجرین اوس آنکھیں بچا کر دفعتہ" زہیر پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر ڈالا۔ نافع بن ہلال جملی تیر کے پھلوں کو زہر سے بجھا کر لائے تھے اور ہر ایک پر اپنا نام لکھا ہوا تھا' مجروحین کے سوا بارہ آدمیوں کو مارا' لڑتے لڑتے صدمہ زخم سے ان کا بازو ٹوٹ گیا' گرفتار کرلئے گئے۔ شمرذی الجوشن پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گیا' چہرے سے خون کے فوارے جاری تھے۔ عمر بن سعد دیکھ کر مسکرایا۔ نافع بولے "میں نے زخمیوں کے علاوہ تم میں سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے' اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم مجھے ہرگز گرفتار نہیں کرسکتے۔" شمر نے قتل کی غرض سے تلوار کھینچی۔ نافع نے کہا "اللہ کی قسم! اگر

Marfat.com

تو مسلمان ہوتا تو تجھ کو یہ شاق ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمارے خون کے ساتھ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت بدترین خلائق کے ہاتھ لکھی ہے۔" یہ سن کر وہ جھلا اٹھا اور ایک وار سے نافع کو شہید کردیا۔

اس کے بعد شمر نے حضرت امام حسینؓ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ وہ بوجہ کثرت دشمن ان کے شر سے حضرت امام حسینؓ کو بچا سکتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو' تو آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت امام حسینؓ کے روبرو لڑ کر مرنا چاہیے۔ چنانچہ عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران عزوہ غفاری آئے' اجازت لے کر میدان جنگ میں گئے' لڑے اور داد مردانگی پا کر شہید ہو گئے۔

بعدازاں سیف بن الحرث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع (یہ دونوں چچازاد اور اخیافی بھائی تھے) روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا' "تم کیوں روتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ عنقریب تم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔" (یعنی سیدھے جنت میں چلے جاؤ گے) سیف و مالک نے عرض کیا' "ہم اپنے لئے نہیں روتے ہیں بلکہ ہم کو اس پر رونا آتا ہے کہ ہم اپنی جان دے کر بھی آپ کو نہیں بچا سکتے۔" آپ نے دعائیں دیں اور یہ دونوں بھائی رخصت ہو کر شیر غراں کی طرح میدان جنگ میں ڈکارتے ہوئے جا پہنچے اور لشکر شام نے چاروں طرف سے گھیر کر تھوڑی دیر میں شہید کر ڈالا۔

سب سے پہلے آپ کے ہمراہیوں میں سے جو میدان جنگ میں لڑے اور شہید کئے گئے وہ ابوالشعث کندی یعنی یزید بن ابی زیاد ہیں۔ یہ عمر بن سعد کے ہمراہیوں میں سے تھے۔ جب ان لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کی درخواست صلح نامنظور کی تو یہ ان سے علیحدہ ہو کر آپ سے آملے تھے اور اجازت حاصل کر کے جانثاری کی۔ انہوں نے دشمنوں کو ایک سو تیر مارے جن میں سے پانچ نے بھی خطا نہ کی' ہر بار حضرت امام حسینؓ فرماتے جاتے تھے' "اے اللہ اس کے بازوؤں میں قوت عطا فرما اور اس کے ثواب میں جنت عنایت کر۔" سب سے آخر میں جو آپ کے ہمراہیوں میں سے باقی رہے وہ سوید بن ابی المطاع خثعمی تھے۔

غرض جب کل اعوان و انصار شہید ہو گئے تو علی الاکبر بن حسینؓ اپنے بزرگ باپ سے اجازت لے کر میدان جنگ کی طرف آئے اور سب سے پہلے آل بنی ابی طالب میں اس معرکے میں شہید کئے گئے۔ ان کی ماں کا نام لیلیٰ بن ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھا۔ انہوں نے بھی شیروں کی طرح کمال مردانگی سے دوچار حملے پیہم کئے اور مخالفین کو اپنے

Marfat.com

پر زور حملوں سے بار بار منتشر کردیا۔ لیکن ٹڈی دل کے مقابلے میں تن تنہا کیا ہو سکتا ہے۔ بالآخر مرہ بن منقذ عبدی نے پیچھے سے نیزہ مارا' وہ چکر کھا کر گرے' لوگوں نے دوڑ کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

حضرت امام حسینؓ مع اپنے لڑکوں کے تشریف لے گئے اور علی اکبر کی نعش کو اٹھا کر اس کے خیمے کے آگے رکھا جس کے سامنے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس کے بعد عمرو بن صبیح صیدانی نے عبداللہ بن مسلم پر تیر چلایا' وہ پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئے اور اٹھنے نہ پائے تھے کہ عمرو نے دوسرا تیر مار کر شہید کر دیا۔ پھر لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ کردیا' عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر کو عثمان بن خالد اسہرجہنی اور بشیربن سوط ہمدانی نے عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب کو اور عبداللہ بن عروہ خشعمی نے جعفر بن عقیل کو شہید کیا۔

بعد ازاں قاسم بن علی تلوار کھینچ کر نکل پڑے۔ عمرو بن سعدی نفیل ازدی نے پیچھے سے تلوار تول کر ایسا وار کیا کہ قاسم یا عماہ (اے چچا) کہہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ حضرت امام حسینؓ نے لپک کر تلوار عمرو پر تلوار چلائی۔ اس نے ہاتھ پر روکا' کہنی پر سے ہاتھ کٹ گیا' ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا' سواران کوفہ اس کے بچانے کو دوڑ پڑے۔ گرد و غبار میں کچھ سجھائی نہ دیا' خود انہیں کے گھوڑوں نے اس کو روند ڈالا۔' حضرت امام حسینؓ نے قاسم کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا' "کیا بری وہ قوم ہے جس نے تجھ کو قتل کیا ہے۔ کل روز قیامت تمہارا معاملہ احکم الحاکمین کے روبرو پیش کیا جائے گا۔" پھر فرمایا' "کیا برا وقت تمہارے چچا پر آیا ہے کہ تم اس کو مدد کے لئے بلاتے ہو تو وہ کچھ مدد نہیں پہنچا سکتا اور اگر مدد پہنچا سکتا ہے تو اس سے کوئی نفع نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ دن ایسا ہے کہ تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور معین و مددگار کم۔" اس اثناء میں قاسم نے جان بحق تسلیم کیا۔

اس واقعہ کے بعد تھوڑی دیر سب کے سب سکوت کے عالم میں کھڑے رہے' حضرت امام حسینؓ بھی خاموشی کے ساتھ ٹہلتے رہے۔ کوئی آپ کی طرف بڑھنے کی جرات نہ کرتا تھا یہاں تک کہ ایک شخص بنی کندہ کا مالک بن نسیر نامی نے پہنچ کر آپ کے سر پر تلوار چلائی' سر پر خفیف سا زخم پڑا۔ خود میں خون بھر گیا' آپ نے اتار کر پھینک دیا اور مالک نے لپک کر اٹھا لیا۔ پھر آپ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر گود میں بٹھایا' پیار کرنے لگے۔ بنی

Marfat.com

اسد کے ایک شخص نے تیر مارا جو عبداللہ کے گلے میں ترازو ہوگیا۔ آپ نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا' "اے رب! اگر تو نے ہم سے مدد کو روک لیا ہو تو جو مناسب ہو وہ کر اور ان ظالموں سے انتقام لے۔"

یہ کلمات زبان سے تمام نہ ہوئے تھے کہ لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حضرت امام حسینؓ پر تیر چلایا' آپ شہید ہوگئے۔ عباس بن علیؓ نے اپنے بھائیوں عبداللہ و جعفر کو للکارا کہ میدان لو' اللہ اور رسولؐ کے مخالفین ہمارے قتل پر تل گئے ہیں۔ چنانچہ ان بزرگوں نے لبیک کہہ کر میدان جنگ کا راستہ لیا' داد مردانگی دی' جی کھول کر لڑنے لگے۔ ہانی بن ثبت حضرمی نے عبداللہ بن علی پر بعد ازاں جعفر بن علی پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا۔ اور خولی بن یزید اصبحی نے عثمان بن علی پر وار کیا' آپ وار خالی دے کر اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ بن ابان بن دارم سے ایک شخص نے پیچھے سے حملہ کردیا۔ عثمان بن علی زمین پر گر پڑے' اس نے سینے پر چڑھ کر سر اتار لیا۔ پھر اسی قبیلے کے ایک دوسرے شخص نے محمد بن علی بن ابی طالب پر حملہ کرکے شہید کر ڈالا اور سر اتار لیا۔

اس اثناء میں حضرت امام حسینؓ شدت تشنگی سے بے قرار ہوکر لڑتے بھڑتے فرات کی طرف بڑھے' قریب تھا کہ پہنچ کر آپ فرات سے اپنے خشک حلق کو تر کرتے' ناگاہ حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپ کے منہ میں لگا۔ آپ نے تیر نکال کر پھینک دیا۔ ہاتھ سے خون پونچھتے جاتے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے' "اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتا ہوں جو یہ لوگ تیرے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ کر رہے ہیں اے اللہ تو' ان کی زیادتیوں کو دیکھ۔" پھر شمر ذی الجوشن تقریباً" دس آدمیوں کو لے کر حضرت امام حسینؓ کے خیمے کی طرف بڑھا۔ آپ نے فرات کی طرف مڑ کر ان کو روکا اور یہ فرمایا' "تف ہے تجھ پر۔ اگر تجھ میں دینداری نہیں ہے اور نہ آخرت سے ڈرتا ہے تو شرافت کیوں چھوڑتا ہے۔ اپنے لشکریوں کو روک اور ہمارے اہل و عیال کو ان کی بیہودگی سے بچا۔" جب کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو آپ ادھر سے تلوار کھینچ کر جھپٹے' دوسری طرف شمر نے اپنے پیادوں کو للکارا' سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا' لیکن آپ جس طرف رخ کرتے تھے' جی چرا چرا کر لوگ ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور پھر جھرمٹ باندھ کر ہر طرف سے گھیر کر دائیں بائیں آگے پیچھے سے مجموعی قوت سے حملہ آور ہوتے تھے۔ اس اثناء میں جنگ کا زور شور بن کر خیمہ سے زینب بنت علیؓ نکل آئیں' چلا کر بولیں' "کاش

آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا۔" اتفاق سے عمر بن سعد کا سامنا ہوگیا۔ فرمایا' "کیوں ابن سعد! ابوعبداللہ حضرت امام حسینؓ اس بے کسی میں مارے جائیں اور تم دیکھتے رہو۔" عمر بن سعد کا دل اس فقرہ سے بھر آیا' آنکھیں پرنم ہو گئیں' آنسو نہ رک سکے' داڑھی پر چند قطرے گرے' مجبور ہوکر زینب کی طرف سے منہ پھیرلیا۔

حضرت امام حسینؓ کمال سرگرمی سے لڑ رہے تھے' شیروں کی طرح سواروں پر جھپٹتے تھے' اور پیادوں کی صفوں کو اپنے پرزور حملوں سے الٹ پلٹ دیتے تھے۔ اور بار بار یہ فرماتے جاتے تھے "کیا تم لوگ میرے ہی قتل کے لئے جمع ہوئے ہو؟ اللہ کی قسم! میرے قتل کرنے سے اللہ سخت ناراض ہوگا' مجھے پوری امید ہے کہ میرے قتل سے تم کو سرخروئی حاصل نہ ہوگی اور بے شک اللہ تعالیٰ تم سے میرے خون کا ایسا بدلہ لے گا کہ تم کو اس کی خبر تک نہ ہوگی' واللہ! اگر تم مجھے قتل کر ڈالو گے تو تم میں خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا اور تم پر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرے گا۔ تم ناحق اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے نہ رنگو۔ دیکھو میں بے گناہ ہوں' میرا قتل کرنا تم کو روا نہیں ہے۔" کوئی شخص اس کا جواب نہ دیتا تھا اور آپ ان حملوں سے بچتے ہوئے میدان جنگ میں داد مردانگی دے رہے تھے اور تقریباً" کل لشکری آپ کے قتل کرنے سے جی چراتے تھے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو شہید کرے۔

شمر یہ رنگ دیکھ کر چلا کر بولا "تمہاری مائیں مرجائیں! تم لوگ ایک پیادے کو نہیں مار سکتے۔ تف ہے تمہاری مردانگی پر۔ اگر تم لوگ ایک ایک کنکری پھینکو تو حسینؓ دب کر مرجائیں' یہ بسملانہ حرکت کررہے ہیں' ان میں کچھ دم بھی باقی نہیں ہے۔ جھو بڑھو' اپنے نام و خاندان کو رسوا نہ کرو۔ لشکریوں کے دل میں اس پرجوش تقریر سے ناحق کوشی کا ایک ناجائز جوش بھر گیا۔ شمشیرکف ہو کر پیادوں نے ہر طرف سے حملہ کردیا اور سواروں نے تیر برسانے شروع کردیئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے لپک کر آپ کے دائیں بازو پر پھر کندھے پر تلوار چلائی۔ صدمہ زخم سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ سنان بن انس نخعی نے پہنچ کر نیزہ مارا۔ آپ زمین پر گر پڑے۔ خولی بن یزید اصبحی سر کاٹنے کے قصد سے آگے بڑھا' تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا' سنان بن انس خولی کو جھڑک کر اترا اور سر مبارک تن شریف سے جدا کرکے خولی کے حوالے کردیا۔ قیص بحر بن کعب نے' پٹی قیس بن الاشعث نے' نعلین (جوتیاں) اسود ازدی نے لیں' اور تلوار بنی دارم کے ایک شخص نے لی (یہ واقعہ

Marfat.com

10 محرم 61ھ یوم جمعہ کا ہے)۔

آپ کے شہید ہونے کے بعد دشمنوں کا لشکر مال و اسباب لوٹنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اونٹ اسباب فرش و فروش' یہاں تک کہ عورتوں کی چادریں لوٹ لیں۔ آپ کے بدن پر علاوہ تیروں کے زخم کے تینتیس (33) زخم نیزے کے اور تینتالیس (43) زخم تلوار کے پڑے تھے۔ شمر بن ذی الجوشن نے علی بن حسینؓ (زین العابدین) کے قتل کا قصد کیا۔ حمید بن مسلم نے روک کر کہا' "سبحان اللہ! کیا تم لڑکوں کو قتل کرنا چاہتے ہو؟" یہ سن کر شمر رک گیا۔ زین العابدین عورتوں کے ساتھ قید کر لئے گئے۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے آپ کی نعش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا۔ اس واقعہ میں صرف دو شخص عقبہ بن سمعان' آپ کی بیوی رباب بنت امراء القیس کلبیہ کے آزاد غلام اور مرقع بن ثمامہ اسدی جانبر ہوئے۔ اور باقی بہتر (72) آدمی آپ کے ہمراہیوں میں سے اور علاوہ مجروحین کے اٹھاسی (88) آدمی لشکر شام کے کام آئے۔ عمر بن سعد نے اپنے مقتولین کو جمع کرا کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کرکے راہی کوفہ ہوا۔ دوسرے دن بنو اسد غاضریہ سے آئے اور انہوں نے حضرت امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو دفن کیا۔

حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک مع آپ کے ہمراہیوں کے خولی بن یزید و حمید بن مسلم بن ازدی کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ رات ہوگئی تھی' قصرامارت کا دروازہ بند ہوگیا۔ مجبور ہو کر خولی سر مبارک لئے ہوئے واپس آیا۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا بعض کا خیال ہے کہ شمر' قیس بن الاشعث' عمرو بن الحجاج اور عروہ بن قیس سر لے کر گئے تھے۔ بہرکیف ابن زیاد نے دربار عام کیا' شہداء کربلا کے سر طشتریوں میں رکھ کر پیش کئے گئے۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک بید کی چھڑی تھی' بار بار دندان امام پر مار رہا تھا۔ زید بن الارقم سے ضبط نہ ہوسکا۔ چلا کر بولے' "اے ابن زیاد! اس چھڑی کو ان دانتوں پر نہ مارو' واللہ! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک ان دانتوں اور لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔" ابن زیاد نے کہا' "اللہ تجھے ہمیشہ رلائے اگر تو فاترالعقل نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مارنے کا حکم دیتا۔" زید ابن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے باہر آئے' "اے گروہ عرب! تم لوگ سخت نالائق ہو کہ ابن فاطمہؓ کو شہید کرکے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا جو خیار و صلحاء امت کو قتل کررہا ہے اور شریر فتنہ انگیزوں کو سرفرازی کا خلعت دیتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ ذلت و رسوائی پر راضی ہوگئے۔ تف ہو

Marfat.com

ان پر جو اس ذلت و رسوائی پر راضی ہوئے ہوں۔"

اس کے دوسرے دن عمر بن سعد اہل بیت امام کو' جس میں علی ابن حسینؓ بھی شامل تھے' پابہ زنجیر لئے ہوئے آپہنچا۔ ابن زیاد نے تین بار زینب (بنت علیؓ) کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا' یہ کون ہے؟ چوتھی مرتبہ کسی نے کہا کہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں۔ ابن زیاد نے مخاطب ہو کر کہا' "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم کو رسوا اور ذلیل کیا اور جھوٹے کو اس کے کذب کی سزا دی"۔ زینب نے جواب دیا' "اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک سے سرفراز کیا اور ہمارے بزرگوں کی شان میں آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ یہ دنیا چند روزہ ہے' یہاں کی ذلت و رسوائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ آخرت میں فاسق و فاجر کو اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے گا اور ہم کو سرفراز و ممتاز۔"

حضرت امام حسینؓ کا سر نیزہ پر رکھ کر کوفہ کی گلیوں اور کوچوں میں تشہیر کرا کے اگلے دن مع ان کے ہمراہیوں کے سروں کے زحر بن قیس کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ ان دونوں میں سے جو رہے ہوں ان کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا بھی تھا۔ عورتیں اونٹوں پر بغیر محمل کے سوار کرائی گئیں اور امام زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈال دی گئی۔ آپ نہ تو ہتھکڑی' بیڑی اور طوق پہناتے ہوئے کچھ بولے اور نہ اثناء راہ میں کچھ لوگوں سے ہم کلام ہوئے' یہاں تک کہ شام پہنچ گئے۔

Marfat.com

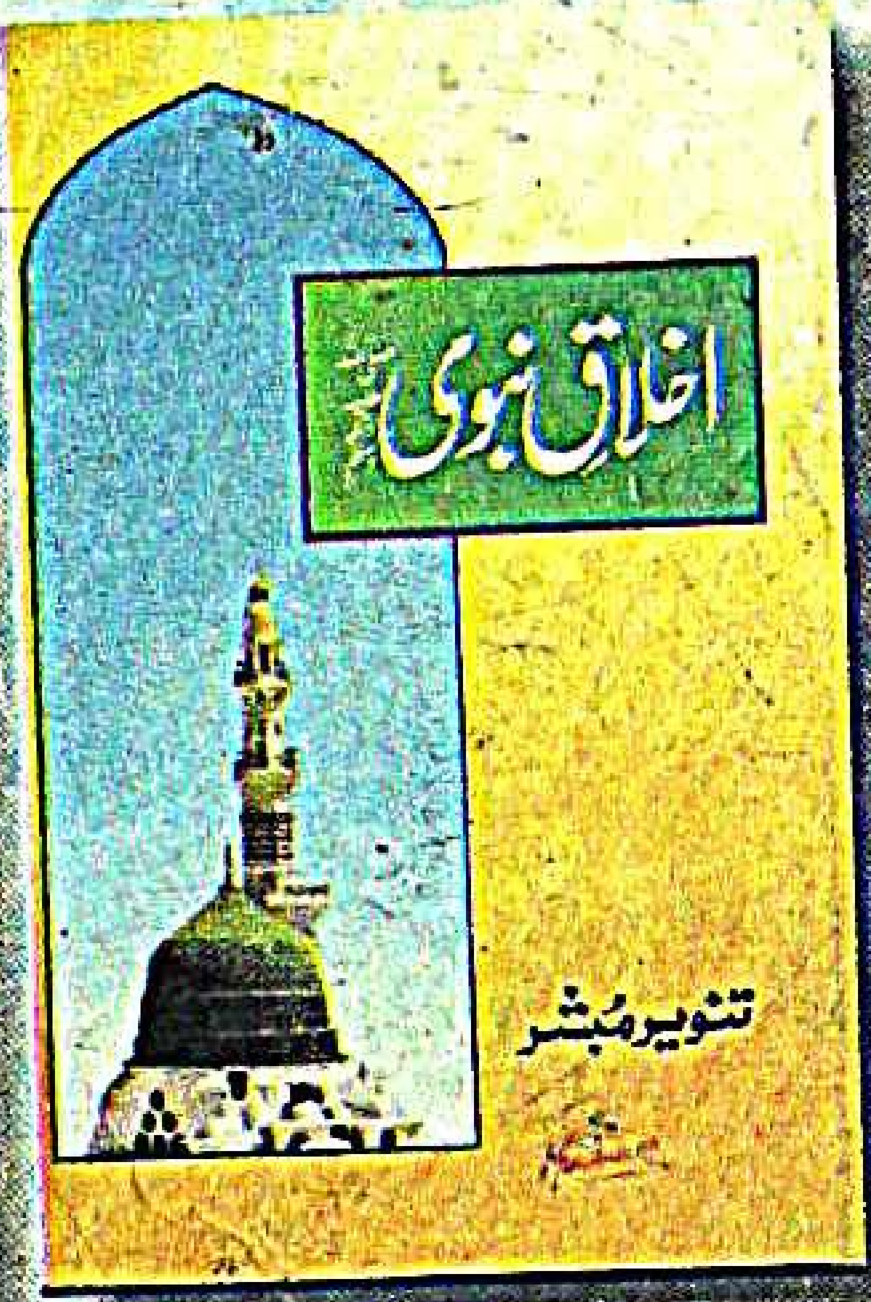

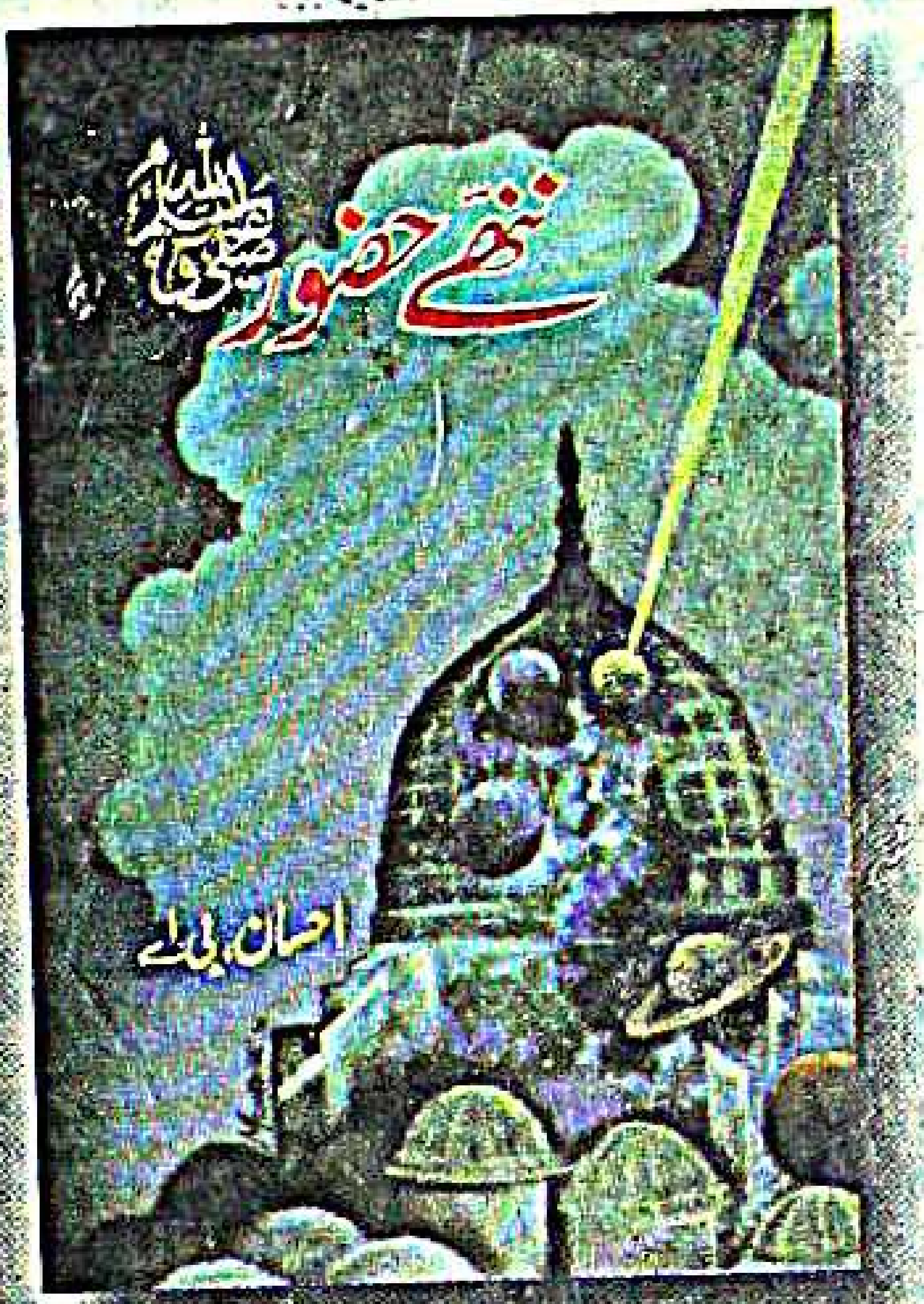

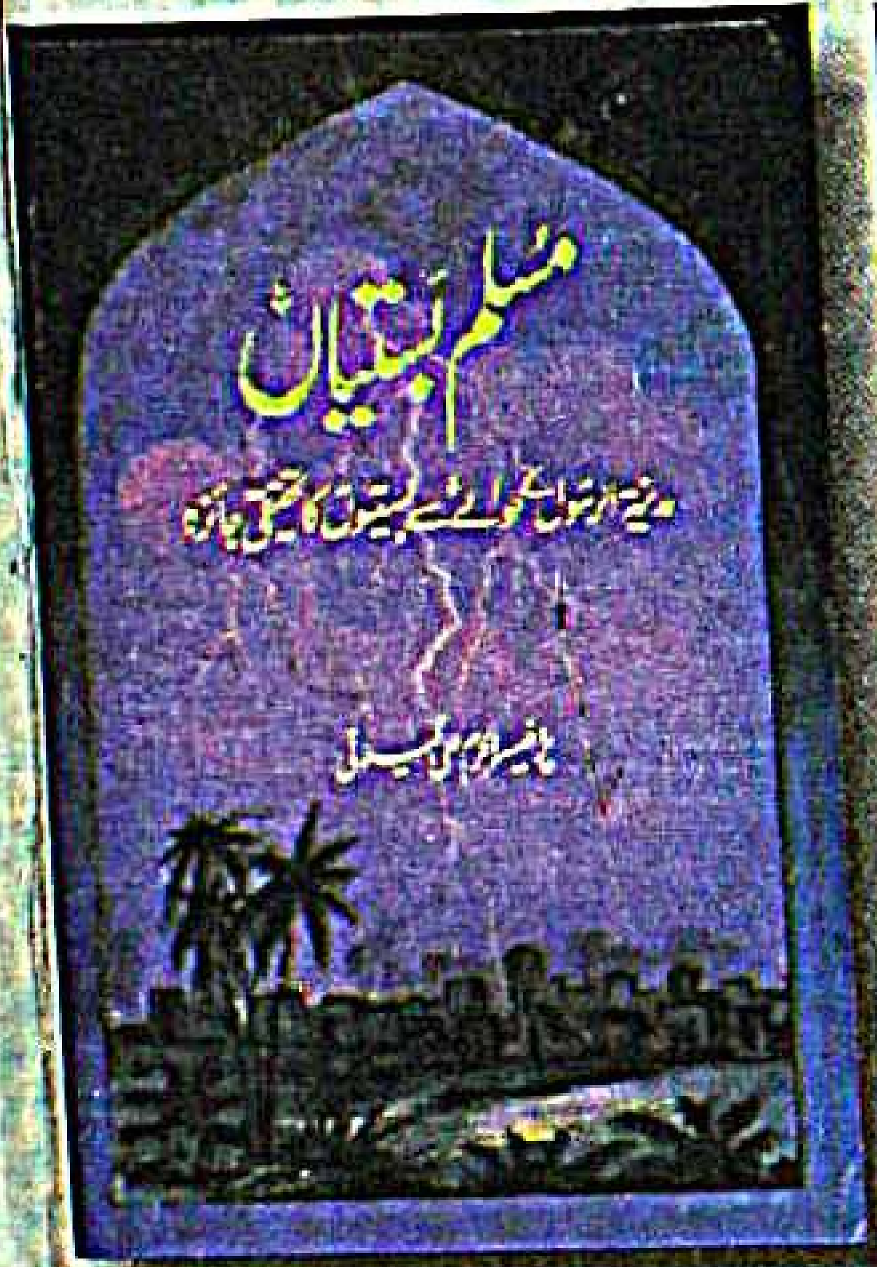

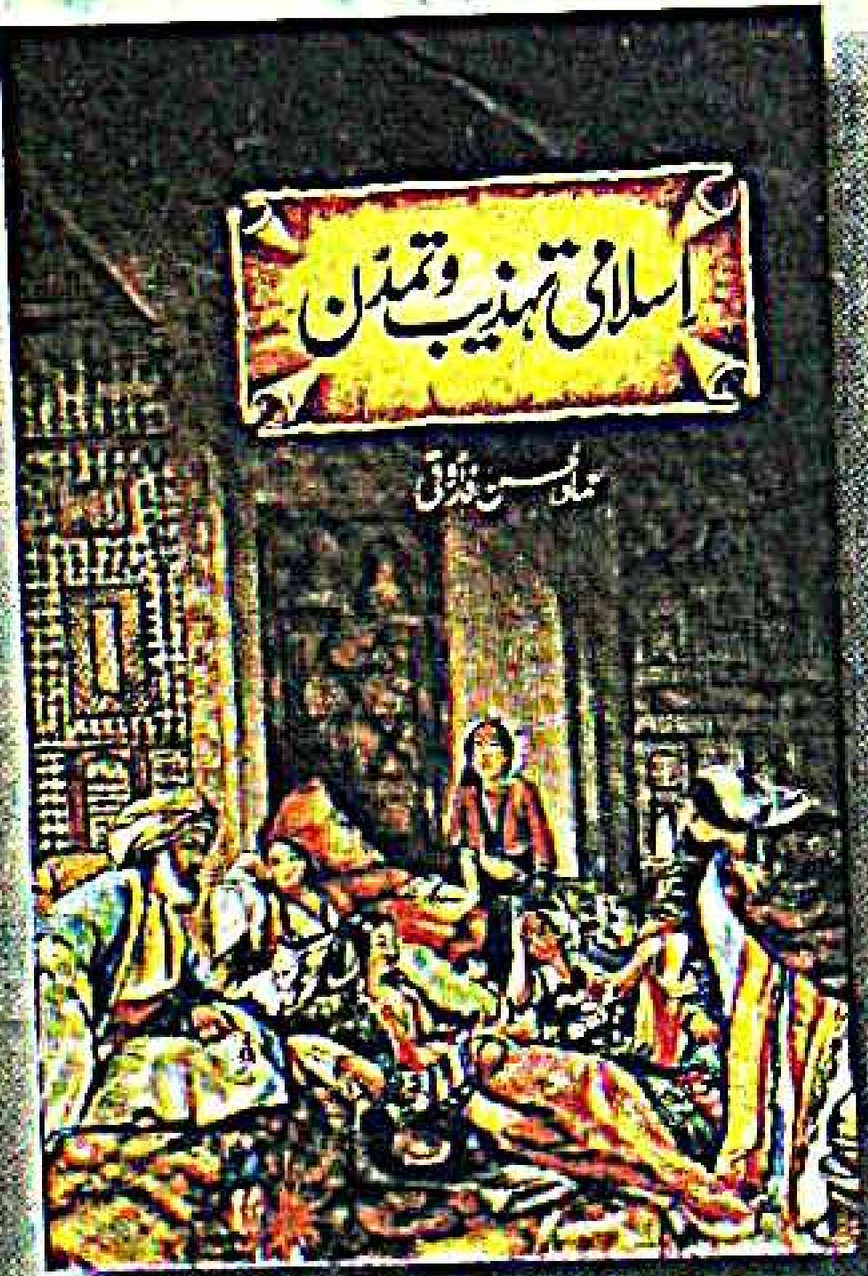

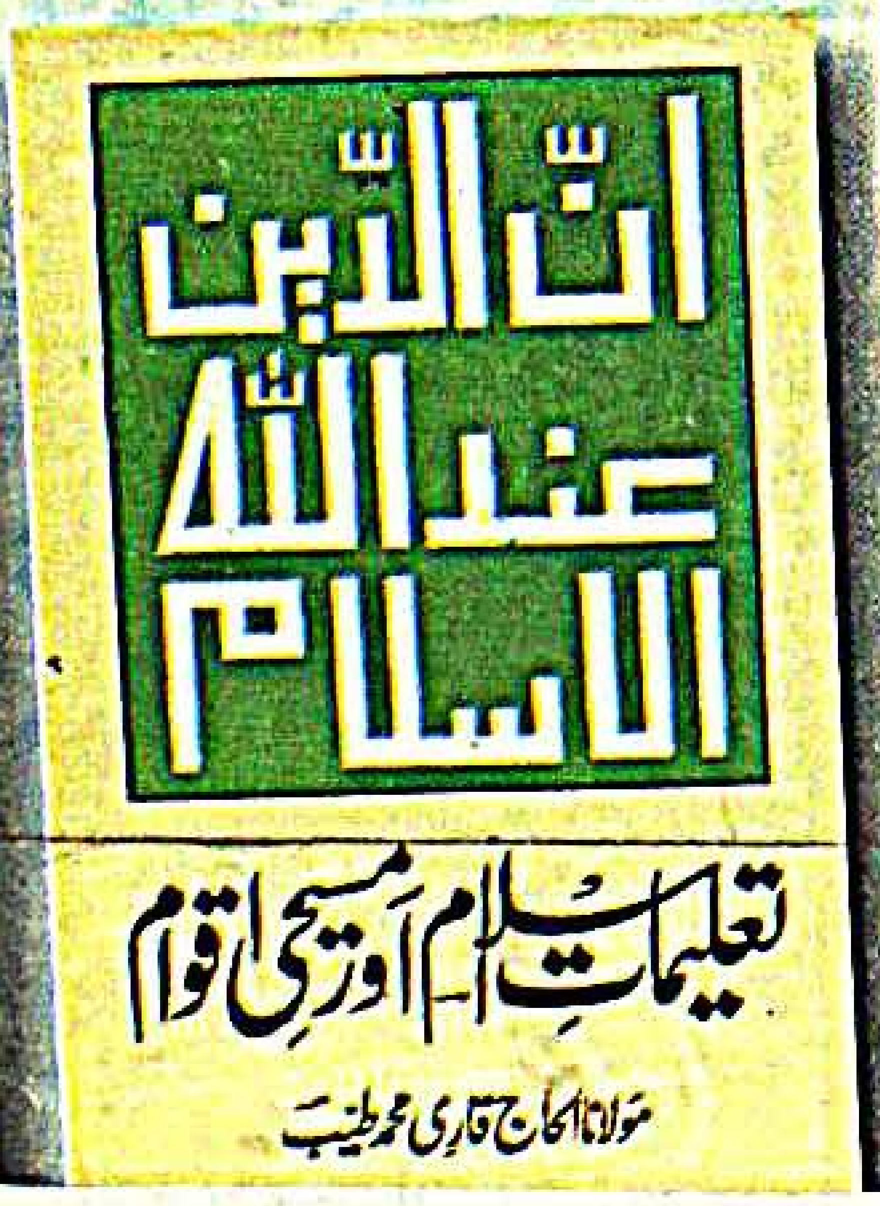

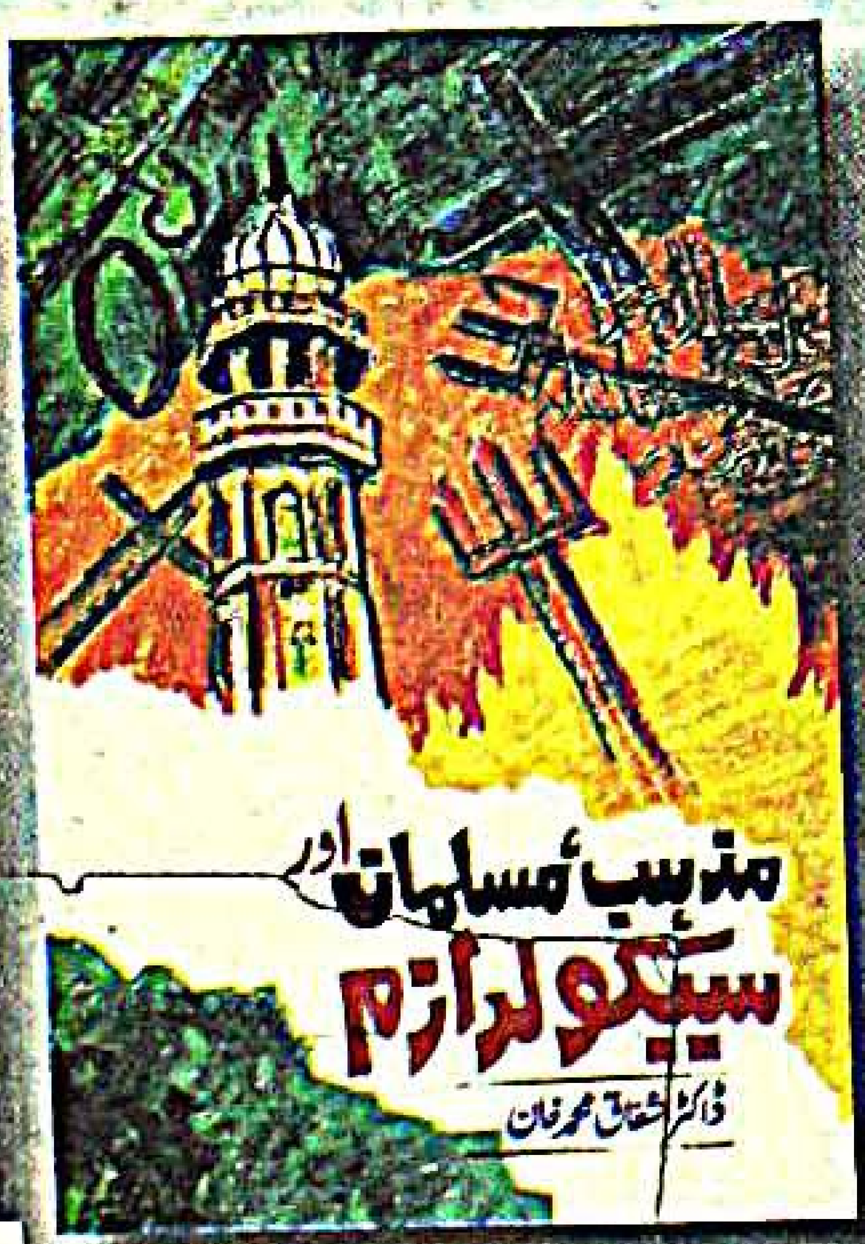

297.9 ی 123 ا
78217-U-67

نگارشات

اسلامی تاریخ
کے اہم موڑ

تاریخ ابن کثیر
تاریخ طبری
اور
تاریخ ابن خلدون
سے ماخوذ

تالیف

یاسر جواد

Marfat.com